اسم الاعظم — سالک الحکماء

~~[illegible]~~ — ~~[illegible]~~

ع ۱۱۴۴ ع ۱۲۴۴

فہرست جلد

اسم اعظم ۱۲

مسالک الحکما ۳ ۲

رسالہ ۹۳۱ وغیرہ ۱



عظلم

از کاظم

نظامی پریس لکھنؤ

Note

I'm satisfied that
it is a very good
[illegible] book for
the man of every [illegible]
and age

M. Griffiths
Caulfield
[illegible]

تعارف

اسمِ اعظم، بہترین نسلِ آدمؑ، وصیِ مصطفےٰ علی مرتضیٰ کی زندگی کا زائچہ، یا خصائل اور فضائل کا نقش فی الحجر، ہر چند کہ مخالف زمانہ کی سفاکیاں، منافقتوں کا ادھم، فرمانرواؤں کی دھینگا دھینگی، قصاص کا جوش، بنی امیہ کا تشدد، سلطنت کی طمع عباسیوں کا اندھیر، صدیوں تک ہزارہا ہستیوں کو نیست و نابود کرتا رہا، حکومتوں کی سیاسی چالیں، بوترابیوں کو خاک میں ملاتی رہیں، علی کی عظمت اور حقیق طوفان بہتان لگا کر عام دلوں سے نسیاً منسیا کرائے گئے، بدگوئی اور تبرا کا برسوں رواج رہا، وہ بستیاں اجاڑ دی گئیں جہاں نام لیوا بسے، موت کی چاشنی چکھائی گئی جو نام زبان پر لایا، سر قلم ہو گئے جس نے حسنِ کردار کو لکھا، سو برس تک تو بنی امیہ کے ہاتھوں بوترابیوں کی مٹی خراب رہی، پھر ۵۲۴ برس عباسیوں نے علی کی یادگاروں کو خاک میں ملایا، بھلا کس کی شامت تھی جو موافقت میں کوئی حرف لکھتا، اور کیا طاقت تھی جو طرفداری میں قلم اٹھاتا، مگر دامنِ اسلام پر علی کے وفادار خون کی گلکاریاں ایسی نمایاں تھیں، کہ پر آشوب زمانہ نے ہزاروں ہی شوب ڈالے، دھوئے دھوئے رنگ نکھرتا گیا، زمانہ کی گردش، حکومتوں کی روش نے صدہا برس نام و نشان کو گھس گھس کر مٹایا،

مگر جیسے ذوالفقارِ علی کے جوہر جتنے رگڑے گئے، اُتنے ہی چمکتے گئے، میں نے سطوتِ امویہ
و عباسیہ کے تابعِ فرمان مورخوں کے اقوال میں جہاں تک اُنکے افعال کا پتہ چلایا،
احوال کا سُراغ لگایا، اُنکے منھ کی نکلی بات کو اپنی زبان اور مورخانہ ادا میں لکھ ڈالا ہے،
فضائل کا فیصلہ ناظرین کے خصائل پر چھوڑا، چلتے زمانہ میں عقل کو دخیل دیکھا،
عقیدہ کو سنبھالا، رائے کو روکا، خیال کو تھانبا، قیاس سے کام نہیں لیا،
محض کتب مسلمہ سے اسمِ اعظم کا نقش بھر لیا ہے، وہ بھی ایسا معتبر جسکو عقلِ سلیم
تسلیم کرلے، اور اتنا مختصر کہ دیکھے سے جی نہ اکتائے، مریدانِ شک کیلئے
مورخین کے اقوال کا حاشیہ بھی جابجا چڑھا دیا ہے۔

خادم

کاظم

اختر منزل۔ لکھنؤ۔ سنہ ۱۹۳۰ء



نام و نسب حضرت علی، نام کے علی، نسب کے ہاشمی ہیں، کنیت ابوالحسن اور ابوتراب ہے، اِن کے امتیازی نام بے شمار ہیں: مظہر العجائب تو نادِ علی ہی میں موجود ہے، کرّار کا خطاب آنحضرت کی زبانِ مبارک کا عطیہ ہے، جنابِ امیر معروف و مشہور ہیں، جاننے والے ایلیا، مرتضیٰ، اسد اللہ، ید اللہ، شیرِ خدا لکھتے ہیں ماننے والے امیر المومنین، حیدر، ساقیِ کوثر جانتے ہیں، بعض صافی طینت شاہِ ولایت کہتے ہیں، اہلِ یقین کو مولا مشکل کشا وردِ زبان ہے، اکثر محبت سے کرم اللہ وجہہ کے ساتھ یاد کرتے ہیں، بہتیرے عترت سے خدا کا ولی نبی کا وصی بتاتے ہیں، طرفدار خلیفہ بلافصل کہہ کر پکارتے ہیں، کثرت سے اوّل امام ہونے کے قائل ہیں، اسی طرح کے صدہا امدادی اور توصیفی نام ہیں جو بے تکلف عقائد پرستوں کی زباں پر جاری ہیں، سب جانتے ہیں، اور واقعہ بھی ہے کہ عقیدتمندوں کو علی کا نام اُٹھتے بیٹھتے برزبان ہے، ہنرمندوں کو نام سے کام بناتے پایا، ٹھوکر کھانے والوں کو

یا علی کہکر سنبھلتے دیکھا۔ دُکھ درد والے نام کے سہارے کراہتے ہیں، غریب مصیبت زدہ تو نام لیکر بانگ لگاتے ہیں، انکا نام حاجتمندوں کا معین ضعیفوں کا سہارا، بچوں کا محافظ، جوان کا حامی، بوڑھوں کا مددگار، مصیبت کا شریک بیمار کا ہمدم ہے، علی اللّٰہی تو اللہ جانے کیا سمجھتے ہیں کہ خدا کا ہم نام بتاتے ہیں اب واللہ اعلم یہ سب اُسکے کرم کی عطا ہے، یا بندوں کے فہم کی خطا، ہمیں تو یہاں علی کے نام سے کام ہے:

حضرت علی کے والد، ابی طالب تھے، جو آنحضرت کے حقیقی چچا ہیں، علی نبی کے ہم جد اور ہم نسب ہیں، اتنی خصوصیت زیادہ ہے کہ علی ماں کی طرف سے بھی ہاشمی ہیں، انکی والدہ ماجدہ فاطمہ بنت اسد بن ہاشم ہیں، وضع حمل کی آسانی اور حصول برکت کو خانۂ کعبہ کے اندر تشریف لے گئیں، باہر آنے نہ پائیں وہیں وضع حمل ہوا، ولادت کے وقت آنکھیں بند تھیں، مادر گرامی پریشان ہوئیں، باپ کو تشویش ہوئی، گھر والے گھبرائے، کنبہ والے دیکھنے آئے، بھائی بندوں نے باری باری گود میں لیا، دیکھا بھالا، اپنی اپنی کوششیں، دوادوش کرتے رہے، آنحضرت بھی تشریف لائے، آغوش محبت میں اُٹھایا، پیار کیا، چمکارا، موقع محل کی بات، یا اتفاق کے اسباب، بچے نے آنکھیں کھول دیں، آنحضرت کو یہ ادا دل سے بھائی، قوت بازو جان کر سینے سے لگایا، علی نام رکھا،

وجاہت دن دونی، رات چوگنی ہوتی گئی، طبیعت کا رجحان، دل کا لگاؤ، روز بروز بڑھتا گیا، گودوں میں کھلایا، پالا پوسا، آپ تعلیم تربیت کی فنون جنگ بتائے، علوم مروجہ سکھائے، ہر قسم کی معلومات سے بے نیاز کردیا کہ کسی اور سے سیکھنے یا پوچھنے کی حاجت نہ ہوئی، زندگی بھر ساتھ رکھا عمر بھر کفیل حال رہے، عالم میں یہ خصوصیت انھیں کو ہے کہ خانۂ کعبہ انکا مولد، اور انکی ماں فاطمہ بنت اسد کا زچہ خانہ ہے، پیغمبر بھی انھیں کیلئے خاص ہے کہ یہ اور انکی بیوی فاطمہ زہرا اور انکے بچے حسنین آغوش رسالت کے پالے ہیں۔

شمائل زیبا بچپنے میں اوسط اندام، شوخ چہرہ، رنگ گورا، رخسار پرگوشت، خندہ رو، آنکھیں ابھری، سیاہ پتلی، تندرست اور توانا تھے، اور بڑھتے بڑھتے قدرت نے قامت موزوں کو زیادہ طول نہیں دیا، مگر پیشانی بلند، بشرہ پُرعظمت، ابرو کشیدہ، کمر افتادہ، گردن قوی، بدن سڈول، سینہ چوڑا، ہڈی چکلی، جوڑ بند مضبوط ہو گئے، سن تمیز کو پہنچے تو ابھری آنکھیں حیا سے نیچی رکھتے، قوی گردن انکسار سے جھکی رہتی، بھرپور جوان ہوئے تو چہرہ دلکش اور نمکیں ہوگیا، تیوروں پر شجاعانہ ادا آگئی جو لفظوں میں ادا نہیں ہو سکتی، اچھا خاصہ سن آچکا تو ہجوم افکار، اور اُن دن کی بغاوتوں کی یورش، میدان جنگ کی دھوپ سے رنگ

ناک کھڑی، پتلی، مصحفِ رُخ کتابی ہو گیا، مگر منکسر چہرہ پُر رعب، رنگت روشن،
تقدس، صورت زیبا پر متانت ٹپکتی، اعضا اور قویٰ ہو گئے، بھنویں لمبی
لبیں ترشی، داڑھی گھنی، مژگاں دراز، آنکھیں غلافی ہو گئیں، نظر
اٹھا کر کسی سے بات کرتے تو مقابل کی نگاہ نیچی ہو جاتی۔ کثرت عبادت سے
پیشانی اور پر سجدوں کے نمایاں نشان تھے، وجاہت کی شوکت، دوستوں
میں محبت، دشمنوں پر ہیبت کا اثر ڈالتی، بے موقع بات پر فوراً تیور بدل جاتے،
غیض کا عالم صولت نما اور ہیبت زا ہوتا۔

پوشاک

پوشاک وضع قطع میں آنحضرت کا متبع تھا۔ سر پر مشہدی یا عربی ٹوپی
ٹوپی پر سیاہ، سفید اور کبھی سبز عمامہ، گلے میں موٹی قمیص، یا لبادہ، یا پشمینہ کا
جُبہ، ریشے ردا، پاؤں میں ڈھیلا پاجامہ یا ٹخنوں سے اونچی تہمد، پیروں میں یا
خوب کھلی صدرا، یا لیف خرما کی بنی ہوئی جوتی، یا چرمی موزہ، بغل میں
ذوالفقار یا لوہی اور تلوار۔

صفائے باطن کی صورت ظاہر بھی ستھرا رہتا، لیکن لباس موٹا اور سفید
استعمال فرماتے، حفظانِ صحت اور تن ڈھانکنے کے سوا تفاخر کا لباس کبھی نہیں پہنا
گرم نفس کے تھا یا اسیر غریبی نہیں کیا، اتنا تکلف ضرور تھا کہ کپڑے پھٹے پرانے
پیوند لگے جو کچھ ہوں مگر اجلے ہوں، خوشبو سے بہت شوق تھا، سونگھتے تو باچھیں فرحت سے
کھل جاتیں اور زبان ذکر الٰہی میں کھل جاتی،

غذا جو کچھ آگے آئے پر قناعت تھی، دُنیا بھر کے میووں کا ست شہد طرح طرح کے
نباتات کا قدرتی عرق دودھ اور اپنے دیس کا حشیشہ زیادہ مرغوب تھا،
کبھی سامنے رکھ دیا جاتا تو ذبیحے اور شکار کا گوشت بھی نوش فرما لیتے،
دلچسپی سے زیادہ کھانا تناول نہ کرتے، سیر ہو کر کبھی نہ کھاتے، کچھ نہ کچھ باقی بچا
کر ہاتھ کھینچ لیتے، اور حمد خدا بجا لاتے، غذا اس وقت نوش فرماتے جب اطمینان
کر لیتے کہ معلومات اور دسترس کے حدود میں کوئی بھوکا تو نہیں ہے، اپنا کھانا
اکثر بھوکوں کو کھلا دیتے۔

شمائل میں آنحضرت کی عادات کا پرتو تھا، خوش اخلاق اور قوی المروت تھے،
اپنے آپ کو لئے دئے رہتے، بات کم کرتے، کرتے تو آہستہ اور نرم کرتے موقع اور
محل کو ملحوظ خاطر رکھتے، مجالس شوریٰ میں بلند اور قوی آواز سے اظہار رائے فرماتے،
کتنا ہی مجمع کیوں نہ ہو آواز جلسہ پر چھائی رہتی، طرز ادا مودبانہ، جملے ادیبانہ
اقوال حکیمانہ، مقولے واعظانہ، معانی بلیغ، لفظیں فصیح، شعار فی البدیہہ
نصیحت آمیز، فقرے سنجیدہ لطافت خیز، ولولے میں جوش، بات میں اثر،
اظہار مقاصد میں لطف ہوتا، ولولے غلب پر قادر تھے، خطبات کو نہایت
وضاحت اور فصاحت سے ارشاد فرماتے، معلومات کا سرمایہ عظیم تھا، الٰہیات میں
فلسفہ کا مذاق تھا، انسانی واجبات، معاشرت کی اصلاح، خصائل کی
شائستگی، عادات کی درستی، باہمی میل جول کے حسن طریقے سمجھانے، معاش پر

معاد کا خیال، تمدن پر دین کا پرتو رہتا، شگفتہ طبع تھے، بے تکلف صحبتوں اور
تفریح کے جلسوں میں بذلہ سنجی، اور لطافت کے ساتھ ظرافت کی عادت تھی،
برجستہ فقروں پر حاضرین صحبت پھڑک اٹھتے، باتوں میں منہ سے پھول جھڑتے
خوش ادا باتوں پر احباب کے دل لوٹ پوٹ رہتے، یہ بھی ہوتا کہ کشیدہ دلوں کے
مزاج مزاح سے بدمزہ ہو جاتے، تفنن طبع کیلئے بیان میں مثل مقولے برمحل
ہوا کرتے، تھوڑے لفظوں میں زیادہ مطلب اور دور کی بات ہوتی، انکا مقولہ ہے
کہ حسن البیان فی قصر الکلام، شعر کی خوبی ہے جو کم لفظوں میں ہو
مبالغہ اور تفاخر ناپسند تھا، مگر اظہار حق اور سچائیوں پر شکر کو فخر کے لہجہ
میں ضرور ادا فرماتے، جھوٹ سے زبان آشنا نہ تھی، حیلہ، بہانہ، مکر، فریب، دغا
دقیق بناوٹ سے نفرت تھی، عملی حکمت، سیاسی پالیسی، دنیاوی چالوں سے
کراہت تھی، لڑائی میں جگمگانی کے سوا دھوکا ناپسند تھا، تمام عمر حق کے جویا
حقوق کے حامی رہے، تقدیر ربانی کو حاوی، تدبیر انسانی کو ناکافی جانتے،
خیال کے دوربین، عقل کے نتیجہ رس تھے، ہر بات کا مآل کار سوچ لیتے، عاقبت
عاقبت میں دیکھتے، نیک نتیجہ مد نظر رہتا، سیاست، تمدن، تدبر کو اس خوبی سے
برتا کہ دنیا کو دین سے زینت دی، حکومت کو سیاست اور سیاست کو شریعت
سے جدا نہیں کیا، تمدن کو دین سے سنوارا، نظام حکومت کو احکام شریعت کا
ماتحت رکھا، دنیا میں نام، دین میں استحکام کیا، حکومت کے زمانہ میں عمال کے

فرائض پر نظر رہتی، راست باز، دیانت دار، مطیع فرمانبردار کو عزیز و گرامی رکھتے
حکم عدولی، گستاخی، بے ادبی پر چشم نمائی، سہو اور بے ساختہ خطا پر درگذر فرماتے
احکام میں استحکام، رائے میں استقلال تھا، عدالت میں سخت تھے، انصاف
کے معاملہ میں اپنا پرایا امیر غریب سب کو یکساں سمجھتے، اعتدال بہت پسند تھا،
کمی کو کمزوری، زیادتی کو نفس کی شہزوری جانتے۔ غصہ حفاظت خود اختیاری
تک جائز، بڑھا تو عیب، اشتعال طبع سے غصہ آجاتا تو تحمل کرتے، نفس کی
تحریک سے غصہ ہوتا تو ضبط فرماتے، عہد الاسلام میں فرد، نفس کے دبانے
میں بڑے مرد تھے، ذاتی معاملہ میں لاپروا، خدا پر بھروسہ، رضا پر راضی
سختیوں پر صابر تھے، مگر تحفظ ایمان میں بڑے شجاع، اظہار وحدانیت میں
بہت دلیر تھے، ارادے میں مضبوط، جہاد میں مطمئن، مقابلہ میں نڈر تھے، انکا
مقولہ ہے، جو خدا سے ڈرا وہ کسی سے نہیں ڈر سکتا، موت کو خدا کا فرمان،
جان کی نگہبان، قدرتی محافظ جانتے، فرماتے، جب تک موت خود نہیں آتی
کسی مہلکہ کو پاس نہیں پھٹکنے دیتی۔ فنون جنگ کے بڑے ماہر تھے، ان کے
قوی اور کھنچے ہوئے ہاتھ کی پناہ نہ تھی، بھاری ضرب، لگے گھاؤ کو فولادی خود
زرہ کا جال، بھلم کی کڑیاں، جوشن چار آئینہ بچا نہ سکتے، تیز و سیفوں میں بیدلی
تھا، تلوار سے جہاد زیادہ پسند تھا، فرماتے تھے کہ تین چیزوں سے محبت رکھتا ہوں

الضرب بالسیف — جہاد تلوار سے
والصوم فی الصیف — روزہ گرمی کا
و اکرام الضیف — خاطر مہمان کی

شوکت میں دبدبہ، زبان کی شان، شان میں آن بان، بات میں رکھ رکھاؤ
تھا، حفظ مراتب کا بہت لحاظ رکھتے، مگر سلام میں ہمیشہ سبقت فرماتے،
کسی سے طالب سلام ہوتے، چھوٹوں سے بھی سلام کے منتظر نہ رہتے، تبسم سے
ہنس کر بات کرتے، اہل حاجت سے خندہ پیشانی سے پیش آتے، مہربان طبع
متواضع، منکسر مزاج تھے، فرماتے متکبر وہی ہوگا جس کو روز جزا کا یقین نہ ہوگا،
مہمان کی بجد بزرگ داشت فرماتے، انکا قول ہے اکرموا الضیف
ولوکان کافرا، مہمان کی خاطر تواضع کرو اگرچہ وہ کافر ہو، تحفہ تحائف
سے شاد ہوتے، فرماتے اس کا لین دین باہمی میل جول اور محبت کا موجب
ہے۔ غریب کے تحفہ کو خندہ پیشانی خصوصیت سے قبول فرماتے کہ اہتمام سے
فراہم ہوتا ہے، مالداروں کو پرہیزگاری کی دعوت دیتے، کہنے والے کے
شعور کے لائق بات کہتے، دشمن سے بھی صلۂ نیک کو دریغ نہ فرماتے۔
مجبوروں پر ترس کھاتے، اپنا کام اپنے دست مبارک سے کر لیتے،
بیواؤں کی اعانت، یتیموں پر شفقت، بیمار کی عیادت فرماتے، غم رسیدہ کو
دلاسہ دیتے، غریب سے ملنسار ہوتے، فیاض طبع اور کثیر العطا تھے، اس سے مال دنیا
ہاتھ ہمیشہ خالی رہتا، اپنے مال پر سخی، دوسروں کے امین تھے، دل کے غنی،
بات کے دھنی تھے، جو کہتے وہ کر گزرتے، خمس غنائم سے حصہ رسدی ہاتھ لگتا
وہ بذل درویشاں فرماتے، قدر ضرورت کی کاربرآری میں اپنی ذات پر

تکلیف اٹھاتے اور دوں کی حاجت کو اپنی ضرورت پر ترجیح دیتے' اطبائے عدہ کے بہت پابند تھے' بالکل ہی بے حد شکایت زبان پر نہ لاتے' کسی سے ملنے جاتے تو دروازے کی آڑ میں کھڑے ہو کر السّلام علیکم کہتے اور اندر آنے کی اجازت چاہتے۔ مجالس میں ممتاز مقام پر بیٹھنے کی خواہش نہ کرتے طرز معاشرت میں بے تکلفی تھی جہاں جگہ پاتے بیٹھ جاتے' روکھا سوکھا جو میسر آ جاتا کھا لیتے' پھٹا پرانا گرا اجلا جو مل جاتا پہن لیتے' آرائش ناپسند تھی' آسائش کو تلاش نہ فرماتے' انکی زندگی کے کارنامے میں کوئی بات خلاف دیکھنے سننے میں نہیں آئی' اس لئے ایک بڑی جماعت نے ان کو معصوم جانا ہے' اور جملو ما تے جماعت میں افضل الناس مانا ہے۔ بعض خصوصیات اسلامی میں افضل ترین مرقوم کئے جاتے ہیں' خانۂ کعبہ میں پیدا ہوئے' نسب میں ماں اور باپ کی طرف سے ہاشمی تھے' رسول کے ہمراہ سب سے پہلے خدا کو سجدہ کیا' لشکر اسلام میں سب کے افسر رہے' کبھی کسی کے ماتحت نہیں کئے گئے' قوت العرب کا کوئی قائل خونخواروں کے خونریز رہے' مگر کسی سے خود مبارز طلب نہیں ہوئے' خوف و دہشت میں آنحضرت کے سینہ سپر رہے' آنحضرت نے دعوت اسلام کے وقت مکہ میں اپنا وزیر بنایا' ہجرت رسول کے وقت جان کی قربانی سے انکے بستر پر لیٹے رہے۔ رسول نے تبلیغ آیات وحی کے لئے مخصوص کیا۔ غزوۂ تبوک کے وقت مدینہ میں اپنا قائم مقام کیا' غدیر خم کے موقع پر دلی

مرتے وقت وصی بنایا، جو دس برس ہونے کو آئے، ابتک انکی بی بی فاطمہ
انکی سواری کا مرکب دلدل، انکی گری تلوار ذوالفقار کا نام خاص و عام کو
بر زبان ہے، یہ بات بھی نادرات ہے کہ انکی نسل میں بارہ پشتوں تک ایسے
باعظمت جانشین گذرے کہ امام کہلائے، اور انکے افعال و اقوال پر کوئی نکتہ چینی
نہیں کرسکا، بارگاہ حضرت سے اولادوں کو امامت کا تاج، نسل کو سیادت کا
شرف ملا، نام نے شہرت پائی، شہرت نے بقائے دوام کا خلعت پایا۔

مذہب و خیالات آپکا مذہب حضرت کا بتایا ہوا سیدھا سادہ تھا، اعتقاد کے
قوی رائے کے زبردست تھے، خدا کو لاشریک اور قادر مطلق مانتے، ذاتی
خطا میں رحیم، بدلے معاملے میں عادل جانتے، حاضر (ہرجگہ موجود) و
ناظر (سبکی بدی پر نظر رکھنے والا) سمیع (ہروقت سننے والا) بصیر (ہرجگہ دیکھنے والا)
ہونیکے معتقد تھے، بدلے کا یقین تھا، روز جزا کے قائل تھے، محمد کو سیدھی
راہ کا سچا رہنما سمجھتے تھے، بشیر (نیکی کے صلہ کی بشارت دینے والے) و نذیر
(بدی کی زشتیوں سے ڈرانے والے)، جو نبی کے معنی تھے، قبول اسلام میں سب پر
سبقت تھی، انکار توحید کے سبب گمراہ تھے، تصدیق رسالت کے صدق دل
تھے، آیات وحی کو منجانب اللہ مانتے تھے، ظاہر اسلام، باطن ایمان تھا، فرماتے
تھے کہ خدا کی وحدانیت اور محمد کی رسالت کا زبان سے اقرار کرنا اسلام ہے
دل سے یقین رکھنا ایمان ہے۔

معلومات و تصنیفات | علم تو آپ ہی کی جودت طبع کی ایجاد ہے' آپ دبیر رسالت بھی رہے ہیں، احکام وحی کو تسلسل نزول جمع کیا' مجموعہ کو حضور رسالت میں ملاحظہ کرایا۔ تمام عمر یہی آپ کا دستور العمل رہا' آپ جیسے انشا پرداز' اور شیریں گفتار فلسفی شاعر تھے' آپ کے اقوال و لطائف سے کتابیں بھری پڑی ہیں' آپ کے خطبے نہج البلاغہ میں شائع ہیں' اظہار حقیقت اور علوم عقل و حکمت اور معرفت الٰہی میں اکثر مشہور مانے ہیں، نصائح علی اور رباعیات کا دیوان مشہور عالم ہے' صد ہا حکمت کے مقولے علماء کو ورد زبان ہیں' صاحبان علم و فن کے مرجع تھے' اب تک اہل کمال کو آپ کے اقوال سے استفادہ ہے' آپ کا کلام ہمارے سمجھنے کو بلیغ اور سننے میں فصیح ہے' لغت کو ہر شخص اپنے فہم کی رسائی تک سوچ سکتا ہے' مگر فصاحت کا لطف اہل زبان زیادہ اٹھاتے ہیں' کیونکہ عرب کے بے تکلف تشبیہیں اور واقعات گزشتہ کے استعارے' ریختہ زبان والے کیلئے اتنے غیر مانوس ہیں کہ لفظ بلفظ ترجمہ میں کلام کا وقار ظاہر نہیں ہوسکتا۔

یہاں میں دو بلیغ رباعیوں کے ترجمہ پر اکتفا کرتا ہوں

آپ فرماتے ہیں

ہر کام پر ملائکہ مقرر ہیں	ہر قسم کی قوتوں نے پھیل کر نظام عالم قائم کر رکھا

کہ

تمام ملائکہ اسکی تسبیح کرتے ہیں	سب قوتیں ایک ہو کر اظہار وحدانیت کرتی ہیں۔

نوعیت مخلوق سے خالق کا پتہ چلتا ہے

صورتوں کے لحاظ سے ہر شے کا وجود اسکے موجود ہونے کی دلیل ہے عظیم الشان اور وسیع کارخانہ قدرت اتفاقیہ ہی کشش اجسام سے عالم کا انتظام ستاروں کا قیام خود بخود صحیح گر سیاروں کی گردش میں قاعدہ، روش میں ضابطہ، یہ ضرور کسی حکیم کا بنایا ہوا عالم ہے، خلا میں خود بخود گھومتے تو آئے دن تصادم ہوا کرتا، ایک دوسرے سے ٹکراتے، ٹوٹ کر پاش پاش ہوجاتے، قیامت برپا ہوا کرتی، ایک کے واسطے دوسرے کا ہونا، یہ کسی استاد کی محنت اور صورتوں کے لائق ہر ایک کے اعضا میں مناسبت یہ کسی کاریگر کی ضرور صنعت ہے، آپ سے آپ ہوتے تو کچھ نہ کچھ ضرور فرق آجاتا، کام نکلنے کے لئے اعضا میں ایسی مناسبت ہرگز نہ ہوتی، اس لئے غور و خوض کرنے والے کا دل قدرت خود بخود بول اٹھتا ہے کہ یہ سب کسی دانشمند صانع نے سمجھ بوجھ کر بنایا ہے۔

خود لاشریک ہے مگر سب کا شریک ہے

وہ پاک پاکیزہ، نہ کسی کا جنا، نہ زائیدہ، نہ کوئی اس سے پیدا، وہ قیاس میں نہیں آتا عقل میں نہیں سماتا، سب سے الگ شمار سے باہر، حد سے آگے، گنتی سے زیادہ، تعبیر بیانوں کی اوقات محدود گفتاروں کی فصاحت علما کی ذہانت عقلا کا

ذہن رسا، شعور کا مبالغہ اس تک نہیں ہوتا، خیال کی بلندی اُسکی رفعت کو نہیں چھوتی، فکر کی گہرائی اُسکی تہ کو نہیں پاتی، عقل کی وسعت میں نہیں سماتا، گمان کی کشمکش میں نہیں گھرتا، کسی صورت میں نہیں ڈھلتا، اندازے میں نہیں تُلتا، وہم کے جنجال میں نہیں پھنستا، واہمے کا ادراک اس کو نہیں پاتا، وہ لاشریک لامکان ہے، اُس کا کوئی شریک نہیں، وہ سب کا شریک ہے۔ اس کا کہیں مسکن نہیں ہے، الا اہل ایمان کے دل میں حسن کے ساتھ اُسکی جگہ ہے۔

تیرا عرش تجھی سے پہلے، تجھے سوجھ بوجھ نہیں ہے
تیرا علم تجھی میں موجود ہے، تجھے شعور نہیں ہے

ان مصرعوں میں انسان کی قائم فہم فرماتے ہیں

تو سمجھتا ہے کہ میں ایک حقیر انسان ہوں، تو معلومات کی
وہ روشن کتاب ہے، جسکے الفاظ کے اُلٹ پھیر سے
واضح ہوگا کہ تجھ میں ایک عالم سمایا ہوا ہے۔

ان مصرعوں میں انسان کو اشرف المخلوقات بتلاتے ہیں

آزادی کے اختیارات، احساس کی قوتوں، نطق کے عطیے، انسان سب میں افضل ہے۔ کائنات قدرت میں سب سے زیادہ نمائندہ، اور مخلوقات کا رہنما آفتاب ہے، پہلے اسی سے مقابلہ کرکے دیکھو، آفتاب اپنی روش میں پابند ہے، مگر انسان اپنے رویہ کا خود مختار کردیا گیا ہے۔ قوت احساس سے خزائن قدرت جو ہر مقام پر

ورثہ میں محفوظ ہیں، تلاش کرسکتا ہے، اور قوت الملکہ کی عطا سے ہزارہا برس
گذشتہ کے ذخیروں اور سرگذشتوں پر قوت حاصل کرلینا اسکی آنکھوں کی دیکھی بات ہے۔
(معائنہ کتب قدیمہ) صدہا برس آئندہ تک اپنے معلومات کو پہونچا دینا اسکے ہاتھ کا
کرتب (تصنیف و تالیف) ہو، تمام کائنات سے تھوڑے وقت پر کام نکال لینا اسکے ادنیٰ ادنیٰ کھیل

شرف مخلوقات میں سے کسی اور کو حاصل نہیں ہیں

اس لئے انسان کا اشرف المخلوقات ہونا مسلم ہوا، مگر باوجود ان اوصاف کے پہلے
دو مصرعوں میں انسان کو پھر بھی قلیل العلم فرماتے ہیں بالکل سچ ہے، یہ نہ ہوتا تو ہادیوں
اور داعیوں کی پھر کیا ضرورت ہوتی۔

پیدائش سنہ ہجری سے ۲۲ سال پہلے ۱۳ رجب کو جمعہ کے دن حضرت علی
خانہ کعبہ میں پیدا ہوئے۔ عیسوی اس وقت ۵۹۹ تھا۔ پانچ برس تک ماں باپ میں
پرورش پائی، اور آغوش رسالت میں کھیلتے رہے۔

تعلیم چھٹے سال جب تعلیم و تربیت کا زمانہ آگیا، تو آپ کی داشت و پرداخت
آنحضرت نے اپنے ذمہ لیلی، ساتھ ساتھ رکھا، سکھایا پڑھایا، عبادت کی
عادت ڈالی، اطاعت کا مادہ انہیں خلقی تھا، آنحضرت کے قرآن اور کے کانوں سے
سنتے، صدق دل سے بجالاتے نشست و برخاست اور اخلاقی عادات جو آنحضرت
میں دیکھتے وہی سیکھتے، فطرتاً طبع قدرتاً ہونہار تھے، فیضان صحبت نے، اسکے ا
علم و حکمت سے مستفیض اور ضروری معلومات سے مالامال کردیا۔

قبل اسلام سنہ ۶۰۹ء میں جب آپ کا سن ۱۱ سال کا تھا۔ آنحضرت نے اپنے گھر والوں پر نزول وحی اور فائز برسالت ہونے کا اظہار فرمایا۔ عورتوں میں جنابِ خدیجہ آنحضرت کی زوجہ نے اور مردوں میں علی مرتضےٰ نے تصدیق کی۔ اس لئے مذہبی مورخوں نے آپ کو صدیق اول لکھا ہے۔ وحدانیت کے پہلے ہی سے مقر تھے۔ اب رسالت کی بھی تصدیق کی۔ لامحالہ سابق الایمان مان لینا پڑا قبول اسلام میں انکی سبقت اور اولیت تمام مورخین کو تسلیم ہے۔

سنہ عیسوی کی ساتویں صدی کے شروع تک تمام عرب بت پرستی کا خوگر تھا سارا حجاز یزداں پرستی کے ساتھ اصنام کی قوتوں کا معتقد تھا۔ بلکہ خدا کی خدائی میں بتوں کی شرکت تھی۔ حرم محترم میں بڑے بڑے قوی ہیکل دخیل تھے۔ طرح طرح کی قوت والے بتوں کا خانہ کعبہ پر قبضہ تھا۔ لات و عزیٰ مسند آرائے حکومت تھے سب سے بڑا ہیکل شجاعت کا مالک فتوحات کا دیوتا (ہبل) تمام بتوں کا سرسالار مانا جاتا تھا

خدمات سنہ ۶۱۲ء میں جب حضرت علی ۱۳ برس کے ہوئے۔ ایک دن آنحضرت نے فرمایا۔ اے علی مجھے وانذر عشیرتک الاقربین حکم ملا ہے، تم پہلے سامان تجمع مہیا کرو۔ پھر اولاد عبدالمطلب کو بلا لاو۔ آپنے ارشاد کے مطابق سامان ضیافت مہیا کیا، اور دادا کے ۴۹ یا ۴۰ بیٹوں اور پوتوں کو بلا لائے، خاطر تواضع کے بعد آنحضرت نے خدا کو وحدہ لاشریک بتایا۔ اور انکو شرک سے ڈرایا، مہمانوں نے دعوت تو کھالی مگر ہدایت ہنسی میں ٹالی سب کے سب مذاق اُڑاتے ٹھٹھے لگاتے

اپنے گھروں کو راہی ہوئے، ان میں بعض سمجھدار بھی تھے، ساتھ میں اٹھ تو گئے
مگر بات کا اثر لیکر اٹھے، اپنی جگہ سوچ سمجھے، معقول بات تھی، دوسرے دن
کی دعوت کی۔ پھر آنحضرتؐ نے حضرت علیؓ کو ان کے کھانے اور پلانے کا حکم
دیا۔ جب سب جمع ہوئے تو آنحضرتؐ نے طعام کے بعد اسلام کی دعوت دی، خدا
کی وحدانیت اور اپنی رسالت کا اظہار کیا، اکثر لوگوں نے تسلیم کر لیا۔ علانیہ
اسلام کی یہی ابتدا ہوئی۔ آپؐ نے اس مجمع سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ تم میں
کون ایسا ہے جو اس کام میں میرا ہاتھ بٹا لے، اور میرا قوت بازو بنے،
جب کسی کو آمادہ نہ پایا، تو حضرت علیؓ اٹھے، عرض کی " میں سب میں
چھوٹا ہوں، مگر اس خدمت کے لئے حاضر ہوں" آنحضرتؐ نے علیؓ کی پشت پر
دست شفقت رکھا اور فرمایا " یہ میرا بھائی، میرا وزیر، میرا خلیفہ ہے، اس کا
حکم سنو اور اطاعت کرو" بعض نے مضحکہ اڑایا، حضرت علیؓ کے والد ابو طالب
سے (جو آنحضرتؐ کی حمایت پر تھے) کہا " لو! سنو!! تم کو حکم دیا جاتا ہے کہ
اپنے بیٹے کی فرماں برداری کرو"۔ کچھ عرصہ تک قریش مخفی اسلام لاتے رہے
[illegible] سے آنحضرتؐ نے علانیہ اسلام کی دعوت دینا شروع کر دی، پہلے تو
کفار قریش چنداں مزاحم نہ ہوئے، مگر جب ایمان لانے والوں نے وحدہٗ لا شریک کو
سب قوتوں والا خدا اور خانہ کعبہ کے تمام بتوں کو بے حس بتایا اس پر مشرکین
برہم ہو گئے، اور سنگ دلی اور بے رحمی سے آزار پہنچانے لگے، ایک دن

متفق ہوکر عتبہ، شیبہ، ابوسفیان، ولید مغیرہ، عاص بن وائل وغیرہ حضرت ابوطالب کے پاس آئے، اور کہا کہ تم اپنے بھتیجے کو بتوں کی برائی سے روکو، یا اُن کی حمایت چھوڑدو ورنہ ہم سے تم سے ایسی جنگ ہوگی کہ آخر ایک فریق نیست ونابود ہو جائے گا، حضرت ابوطالب نے اُن کو باتوں میں ٹال دیا، لیکن اپنے طرز عمل میں ذرا فرق نہیں لائے، بدستور آنحضرت ہدایت اور ابوطالب حمایت کرتے رہے۔ اس وقت تک آنحضرت خانہ کعبہ میں نماز پڑھا کرتے تھے، اور طواف کعبہ بھی بجا لاتے تھے، مگر جب فتنہ وفساد کے شعلے مشتعل ہوگئے اور مشرکین کی ایذا رسانیاں اس حد پر پہونچ گئیں کہ جو مسلمان موقع محل سے مل جاتا اس کو بے دم کردیتے اور اپنے من مانے الفاظ کہلائے بغیر نہ چھوڑتے، آنحضرت نے یہ انتظام کیا کہ جو لوگ حامی کنبہ نہ رکھتے تھے، اُن کو حضرت جعفر بن ابوطالب اپنے چچازاد بھائی کے ہمراہ حبشہ چلے جانے کی اجازت دیدی۔ مشرکین قریش متفق ہوکر دارالندوہ میں جمع ہوئے، باہم عہدوپیمان ہوا کہ قبیلۂ ہاشمی سے شادی وبیاہ موقوف، لین دین بند تعلقات ایک قلم منقطع کردئے جائیں، اس قرارداد کا اعلان لکھا گیا اکابر قوم نے دستخط کئے، خانہ کعبہ میں لٹکایا گیا، آنحضرت کو بھی گھر سے باہر قدم رکھنا دشوار ہوگیا، آپ بعض رفقاء اور ہاشمیوں کو لے کر اپنے عم معظم ابی طالب کے ساتھ شعب جبل میں (جس کو شعب ابی طالب کہتے ہیں) محصور ہوگئے۔

ضرورتوں کے موقع پر ہاشمی ماؤں کو آنکھ بچا کر نکلتے اور وہاں سے لوگوں سے مل کر
واپس جاتے، آنحضرت کا پیام سلام دیا، وہ حضرت علی لوگوں کو پہنچاتے
اور اُسی وقت کھانے پینے کا سامان مدینے سے پہنچوا دیا کر شعب ابو طالب
کو بھیجا جاتے، سات برس اسی مصیبت میں کاٹے، شعب سے نکلے تو بنی افنا دور
میں گھر گئے، حضرت ابو طالب کا انتقال ہو گیا، ۳ مہینہ بعد حضرت خدیجہ
بھی رحلت فرما گئیں، حمایت اور کفالت کی راہیں مسدود ہو گئیں، آنحضرت
مجبور ہو کر طائف کو تشریف لے گئے، قبیلہ ثقیف سے نصرت چاہی، وہ امید
کے خلاف بے مروتی سے پیش آئے، مایوس ہو کر مکہ مراجعت فرما ہوئے،
حج کا زمانہ آ چکا تھا، قبائل عرب حج کو آنے لگے، آنحضرت ملنے لگے
سرخیلان مدینہ اور باشندگان یثرب سے ملاقات ہوئی، آپ نے وحی کی
آیتیں انھیں سنائیں، ان لوگوں کو یقین آ گیا، ایمان لے آئے، بیعت سے
مشرف ہوئے، واپس جا کر آپس والوں کو حصول بیعت کا واقعہ سنایا
گلی گلی ذکر ہے، گھر گھر چرچے ہوئے۔ مدینہ بھر میں شہرت ہو گئی، اہل مدینہ
زیارت کے مشتاق، بیعت پر تیار، رفاقت کو حاضر، نصرت پر آمادہ تھے
مدینہ میں مہمانی کی دعوت دی، شرف خدمت کے منتظر ہوئے،

مکہ میں عقد اخوت اور ہجرت

آپ نے بنی ہاشم اور رفقاء کو جمع کیا، انکا ذ
مصلحتوں سے باہم دو دو آدمیوں میں رشتہ برادرانہ قائم کیا، چنانچہ حضرت ا

اور عمر میں بھائی چارہ کرا دیا، حضرت حمزہ و زید بن حارثہ کے دینی برادر بنائے گئے
حضرات عثمان و عبد الرحمٰن عوف، حضرت زبیر و ابن مسعود، حضرات عبیدہ بن
حارث و بلال حضرات مصعب بن عمیر و سعد بن ابی وقاص حضرات ابو عبیدہ و سالم
مولی بن ابی حذیفہ، حضرات سعد بن زید و طلحہ بن عبید اللہ بھائی بھائی بنائے گئے
اپنی اخوت کا شرف حضرت علی کو عطا فرمایا، اور سب کو ہجرت کی اجازت دی
وہ لوگ موقع محل سے مکہ چھوڑ مدینہ روانہ ہو گئے، صفر کے مہینے کی یہی توجیہ
ہے اور سنہ ہجری اسی سفر ہجرت کی یادگار ہے، مشرکین اپنی ایذا رسانیوں سے
خود اندیشہ ناک تھے، انتقام کا دھڑکا تھا، سوچے کہ محمد بھی اگر آج صحیح و سالم
نکل گئے تو کل مدینے کے ساتھیوں کو لیکر مقابل ہوں گے، مسلمان کرنے کو زندہ سلامت
جانے نہ پاویں، قتل کا انعامی اعلان دیا گیا، قوم کے قبیلوں سے سفاک
چنے گئے، قبیلہ ہاشمی سے ابولہب، قبیلہ ہشام سے ابی جہل، قبیلہ عدی سے
طلو، قبیلہ امیہ سے حکم بن عاص قبیلہ تیم سے نضر بن حارث منتخب ہوئے،
مکہ میں اس وقت صرف آنحضرت اور حضرات علی و ابوبکر رہ گئے، ماہ صفر
کے آخر میں سفاکوں نے رات گئے جمع ہو کر آنحضرت کا گھر گھیر لیا، آپ
پہلے ہی سے ان کے ارادوں کی خبر پا چکے تھے، حضرت علی کو ضروری باتیں
سمجھائیں، ایفاء وصایا اور ادائے امانت کی ہدایت کی اپنے بستر پر لٹایا،
اپنی چادر اڑھائی، مکان کے دوسرے راستے سے شب کے پردے میں نکل کر

مدینہ کو روانہ ہوگئے، راستے سے حضرت ابوبکر بھی ساتھ ہو لئے، حضرت علی
کمال استقلال اور حیرت ناک اطمینان اور عجب جذبہ بشاشت سے بستر نبوی
پر لیٹے رہے، صبح ہوتے ہوتے سفاک قریش حملہ کرکے گھر میں گھس آئے
اور قتل کے ارادے سے چادر کھینچی، امید کے خلاف آنحضرت کی جگہ علی کو پایا،
حیرت سے پوچھا کہ محمد کہاں گئے، حضرت علی اٹھ بیٹھے، تلوار سنبھال لی،
جواب دیا کہ مجھے سپرد کر گئے تھے، جو مجھ سے پوچھتے ہو، وہ لوگ ارادے
میں مایوس ہو کر منہ لٹکائے واپس گئے، آنحضرت غاروں میں چھپتے چھپاتے
اصل نجے ۱۱ منزل چل کر مدینہ کے حوالی، موضع عوالی میں جسے قبا بھی کہتے
ہیں، پہنچ گئے، یہاں ۹ ربیع الاول سنہ ۱ھ کو مدینہ والوں نے بڑے
جوش مسرت سے آپکا خیر مقدم کیا، اسی کا نام ہجرت ہے، خلافت دوم میں
حضرت علی کی رائے کے موافق اسی دن سے سنہ ہجری کی بنیاد ڈالی گئی،
آنحضرت نے قبا میں قیام فرمایا اور حضرت علی کا انتظار فرماتے رہے، آپ
بھی بعد تعمیل احکام مخدرات عصمت کو ساتھ لیکر عرب کا گرم و خشک موسم
پہاڑی راستے طے کرتے، تلووں میں چھالے، پنجوں میں زخم، پاؤں پر
ورم عجب عالم سے قبا پہونچ گئے، انتظار و انتشار دفع ہوا تو وہاں کے باشندوں
کی خواہش پر مسجد قبا کی بنیاد ڈالی، احاطہ گھیرنے کے لئے آپ نے
حکم دیا کہ میرے ناقہ پر سوار ہو کر چکر لگایا جائے، چکر کے اندر کی کل جگہ

سب کے لیے گھیر لیا جائے ادھر صحابہ سوار ہیے اونٹنی جگہ سے نہ ہلی، حضرت علی
کو حکم دیا، وہ سوار ہوئے اونٹنی کا حلق اللسان چھوڑا اسے پکڑ لایا، گنتے
کے دار پر وہ گھیر لی گئی، کچھ دن قبا میں ٹھہر کر آپ مدینہ کی آبادی میں تشریف
لے گئے اور ابو ایوب انصاری کے مکان پر قیام پذیر ہوئے۔

مدینہ میں عقد اخوت اتفاق و اتحاد کی مصلحتوں سے مکہ اور مدینہ والوں میں
باہم عقد مواخات یعنی رشتہ برادری قائم کیا، حضرت ابو بکر کو خارجہ بن زید کا
بھائی بنایا۔ حضرت عثمان کے اخی ہوئے ابو عبیدہ سعد بن معاذ کے بھائی
بنے گئے، ایک مکہ سے آنے والا دوسرا مدینہ کا رہنے والا، بھائی بھائی بنایا گیا
اپنا بھائی یہاں بھی علی کو بنایا، فرمایا یا علی انت اخی فی الدنیا والآخرۃ

مہاجر و انصار کی وجہ تسمیہ جو لوگ مکہ سے ہجرت کر کے آئے تھے، وہ مہاجر کہلائے
جن لوگوں نے مدینہ میں نصرت پر بیعت کی وہ انصار تھے اور ان سب کو صحابہ کے
نام سے شرف دیا گیا۔

غزوہ ودان، بواط، بدر صغریٰ، ذو العشیرہ تھوڑے دنوں کے قیام سے آپ نے محسوس فرمایا کہ مدینہ
کے یہودی اور اطراف کے حاسد بد خیالات فاسد
رکھتے ہیں، حفظ ما تقدم یا ملکی انتظام کے سلسلہ میں تھوڑی فوج ساتھ لی، حضرت علی
کو علم دیا، پہلے ودان پھر بواط اور بدر صغریٰ بعدہ ذو العشیرہ تشریف لے گئے
وہاں کے باشندوں سے مصالحت کر لی، یہودان مدینہ سے بھی غیر جانب داری کا

معاہدہ ہوگیا، پہلا سال آپ کو یوہیں مخالف اقبال جرگوں کی ہمواری میں گزرا یہاں تک کہ ماہ ذی الحجہ ۱ھ ختم ہوگیا اور محرم ۲ھ میں لگ گیا، آپ کے بنائے قیام پر مسجد نبوی کی بنیاد رکھی، خاص خاص مہاجرین کے مکانات مسجد کے پہلو میں بنے، نماز کے لئے سب کی آمد و رفت کے دروازے مسجد کے صحن میں رکھے گئے، اسی سال سے ماہ رمضان کے روزے فرض ہوئے اور عاشورہ محرم کا روزہ ترک ہوا، پہلے نماز بیت المقدس کی جانب پڑھی جاتی تھی اسی سال سے کعبہ کی جانب رُخ بدل گیا،

جنگ بدر مشرکین ایذا رسانی سے مسلمانوں کے ساتھ چھیڑ نکال چکے تھے، آنحضرت کے قتل کی سازش سے ابتدا ہو چکی تھی، مدینہ میں بھی پیام اسلام کی چھیڑ چھاڑ اور جاسوسی کا سلسلہ جاری تھا، آپ مجبوراً تادیب پر آمادہ ہوگئے اتفاق سے تجار مکہ کے میر سامان، ابوسفیان، لدے پھندے اسباب تجارت لئے شام سے مکہ جا رہے تھے، آپ نے مسلمانوں کو ان کے روکنے اور ٹوکنے پر آمادہ کیا، ابوسفیان سن گن پا گئے، فوراً مکہ کے مالدھنیوں کو اطلاع دی وہ سارا مکہ میٹ بچانے کو دوڑ پڑے، کمک کے سہارے ابوسفیان تیز رفتاری سے نکل گئے، آنحضرت ۳۱۳ اصحاب سے بدر تک پہونچے یہاں خبر ملی کہ تجارتی قافلہ نکل گیا، حمایتی گروہ آپہونچا۔

بدر

گی اور مدینے کے وسط میں ایک ریت والی روشن میدان ہے، جسکی وسیع
آغوش میں نہ جھاڑی ہے نہ کوئی درخت۔ بالو کے اونچے نیچے چمکتے ٹیلوں پر
آسمان کا سرپوش ڈھکا ہوا ہے، موسم کی تیز اور پریشان ہوا، جابانی بگولے
اور بھولی چھوٹی پہاڑیاں پورانی بگاڑ کر ہر سال نئی بناتے رہتے ہیں
مکہ سے شام جانے والوں کا گزرگاہ ہے۔ کسی نیک نصیب نے "بدر" نام
کا ایک مسافر نواز کنواں یہاں بنا رکھا ہے، جس کا پانی میٹھا اور ٹھنڈا ہے
پانی کی کثرت کے قافلے، کوسوں کے تھکے ماندے ریگستانی مسافر یہاں
ٹھہر کر دم لیا کرتے ہیں، اور اس کنوئیں سے اپنے مرکبوں سمیت آسودہ
ہو جاتے ہیں۔

چاہ بدر پر حضرت علی پہنچے تھے کہ قریش (غلام) مشرکین کا جاسوس سراغ
لگانا آیا ہوا، آپ نے پہچان کر گرفتار کر لیا۔ حضور رسالت میں پیش کر دیا
ساتھی لشکر کو ۹۵۰ آدمیوں کا حمایتی ابو جہل دوڑ پڑا۔ ۱۷ رمضان سنہ ۲ ھ کو
دونوں فوجیں لڑنے کے لئے مقابل ہو گئیں۔ مشرکین کی جانب سے شجاعت کے
سرمایہ ناز عتبہ (معاویہ کے نانا) شیبہ (معاویہ کے چچا) ولید (معاویہ کے ماموں)
صف سے باہر نکلے اور مبارز طلب ہوئے، فوج اسلام سے انصار مقابل ہوئے۔

ان لوگوں نے انصار کو واپس کیا کہ ہم اپنے ہمپایہ قریشیوں کو اپنا مقابل چاہتے
ہیں تم سے کیا واسطہ، آنحضرت نے فرمایا کہ مکہ نے اپنے کلیجے کے ٹکڑوں کو سامنے
ڈالدیا ہے، اسلئے آپ نے چچا حمزہ اور علی و عبیدہ اپنے بھائیوں کو وغا کی جلادی۔
مقابل ہوتے ہی زبان سے پہلے میانوں سے تلواریں نکل آئیں، علی نے ولید
کو تہ تیغ کیا، شیبہ نے حضرت عبیدہ کا پیر کاٹ ڈالا، علی نے شیبہ کا سر اڑایا
پھر علی اور حمزہ نے عتبہ کو مار لیا، ابوسفیان کے صاحبزادے، معاویہ کے بھائی
حنظلہ دل میں نانا چچا ماموں کے خون کا انتقام، سر میں غرور شجاعت یا گھمنڈ
کے زعم، جوانی کے بل پر علی کو نوک میں مثل ہندوستانی زبان، مقابل میں تلوار
چلنے لگی، حضرت علی نے ایسی قوت سے تلوار ماری کہ حنظلہ کا سر شق ہو گیا
دونوں آنکھیں نکل پڑیں، عبداللہ ابن منذر ہاتھ کی صفائی دیکھ چکے تھے
حرز جان کے لئے ابوجہل کی زرہ پہن کر مقابل ہوئے، حضرت علی نے لنڈ ابا
ابن منذر! تعجب ہے کہ ابھی ابھی، ولید، شیبہ، حنظلہ کی گت اپنی آنکھوں سے دیکھ چکا
پھر بھی نبرد آزمائی کا گھمنڈ شجاعت کا غرہ ہے، کہاں شامت اعمال نے گھیر
ہے، انکو زرہ پر حفاظت کا بھروسہ، حرز جان کا اعتقاد تھا، بڑھ کر جو کر بیٹھے
آپنے وار خالی دیا، اور اس صفائی سے ہاتھ مارا کہ تلوار نے زرہ کی کڑیاں
پسلیوں کی ہڈیاں کاٹ دیں، ابوجہل کی زرہ کام نہ آئی، ابن منذر کا
خاتمہ ہو گیا، نوفل ابن خویلد جناب خدیجہ کے بھائی کی قضا سر پر کھیلی

علی سے جو لڑنے، اپنی جان پر آفت ڈھائی، برات کی حمایت پر ابوجہل نے
جنگ شروع کردی، شام تک تلوار چلا کی، ابوجہل مارے گئے، عبداللہ ابن جدعو
ان کا سر کاٹ لائے، شیبہ، ولید، طلحہ، حنظلہ، عبیدہ بن سعد، نوفل بن خویلد
عبیر بن عثمان، عبداللہ ابن منذر، عاص ابن منبہ، ابوالعاص بن قیس، نضر
بن حارث، عقبہ بن ابی معیط، ۱۶ نامدار علی کے ہاتھ سے مارے گئے، مکہ کا
ابوسفیان سردار، ان کا ہو کر بھاگ نکلا، فتح کا سہرا علی کے سر رہا، ۱۴ مسلمان کام
آئے، ستر مشرک قتل ہوئے، ستر گرفتار ہو آئے، اکثر اکابر مکہ اور آنحضرت کے
چچا عباس اور حضرت علی کے بھائی عقیل کو بھی مشرک زبردستی ساتھ لائے تھے
وہ بھی گرفتار کر لئے گئے، پیچھے فدیہ دے کر جان چھڑائی، پھر اسلام قبول
کر لیا، بعد میں مکہ کے سرمایہ دار، وہ کام آگئے، ابولہب باقی تھے، ان کو بدر
کی شکست نے توڑ دیا، غم کھا کر ساتویں دن خود مر گئے، ابولہب اور ابوجہل
کے مرنے سے سرداری کا منصب ابوسفیان نے پایا، لاوارث مقتولین کا سرمایہ
تجارت وابستہ تھے، مال اسباب ہاتھ لگا، وہ حسن دولت سے مالا مال ہو گئے،
قوم میں آؤ بھگت بھی بڑھ گئی،

غزوہ سوق بنی قینقاع — جس زمانہ میں آنحضرت بدر کی لڑائی میں مشغول تھے
سوق بنی قینقاع یہودیوں کے محلہ میں ایک مسلمان لڑکی دودھ بیچنے گئی، ایک
یہودی نے اس سے مخلطانہ مذاق کیا، اس کا جامہ آگے سے اٹھا دیا،

ایک مسلمان گذر رہا تھا۔ جوش حمیت میں بھڑ پڑا، ہنگامہ بڑھ گیا، آخر جنگجو مسلمان نے یہودی کو مار ڈالا، محلہ کے یہودیوں نے مسلمان کے ٹکڑے اڑا دیے۔ آنحضرت جب بدر سے مظفر و منصور مدینہ میں واپس تشریف لائے، تو مسلمانوں نے قضیۂ گزارش گزار کیا۔ یہودی خود پہلے سے کینہ پرور تھے، بدر کی فتح سے رشک و حسد بڑھ گیا، سوچے کہ مسلمان آہستہ آہستہ ترقی کر رہے ہیں کہیں بڑھتے بڑھتے برابر کے حریف نہ بن جائیں، عہد کو توڑ ڈالا، معاہدہ واپس بھیج دیا، آپ نے کہلا بھیجا کہ اب سیدھی طرح اسلام لاؤ، ورنہ مکہ والوں کی طرح تمہاری بھی خبر لی جائے گی، انھیں نے جواب دیا کہ تم اپنی قوم کو شکست دے کر اترا گئے، جو وہ لوگ فن جنگ سے ناآشنا تھے، ہم سے ہوتی تو حقیقت کھلتی، اس جواب پر آنحضرت نے فوج کو تیاری کا حکم دیا، رایت اسلام علی کو عنایت ہوا، محلہ بنی قینقاع کو جا گھیرا، وہ منہ زور دل کے بیٹے تھے، گھروں میں چھپ بیٹھے، پندرہ روز تک محاصرہ رہا، عبد اللہ ابن ابی سلول اسلام کا منافق، یہودیوں کا حلیف تھا، فیصلہ میں حکم بنا، آنحضرت نے مہلت مانگ کر یہودیوں سے قینقاع خالی کرا دیا وہ شہر بدر ہو کر خیبر کے زبردست یہودیوں سے جا ملے، اور قوم کو ابھار کر جنگ عظیم کی بنیاد ڈالی، اور یہیں سے آنحضرت کے لئے مذہبی اقتدار کے ساتھ وقار سلطانی کی ابتدا ہوئی،

غزوہ قرقرۃ الکدر۔ مدینہ سے تین میل پر قرقرۃ الکدر نامے ایک چشمہ ہے

بنی غطفان و بنی سلیم یہودیوں کے قبیلے یہاں آباد تھے، انھوں نے بنی ثعلبہ کے قصاص میں اہل اسلام پر شب خون مارنے کی تیاریاں کیں۔ آنحضرت کو خبر مل گئی، اصحاب کو تیاری کا حکم دیا، لشکر کا علم حضرت علی کو عطا ہوا. اور چشمہ کدر پر جا پہونچے، ان لوگوں نے دبا کر صلح کر لی، اور غیر جانب داری کا معاہدہ ہو گیا، کثرت سے اونٹ اور بکریاں صلح کے معاوضہ میں لیکر مدینہ واپس آئے ۔

عقد فاطمہ زہرا

ہجرت سے آٹھ برس قبل اور نبوت سے ۴ برس بعد جمعہ کے دن ۲۰ جمادی الآخر سنہ ۵ کو جناب سیدہ فاطمہ زہرا پیدا ہوئی تھیں، جن کا سن مبارک اب دس برس کا ہو چکا تھا، غزوہ کدر سے واپس ہو کر آنحضرت نے انکی شادی کا ارادہ فرمایا اکثر صحابہ نے استدعا کی. حضرت علی کو اسوقت یہ بیسواں سال شروع تھا. آنحضرت کے میلان طبع سے حضرت عمر تاڑ گئے. حضرت علی سے کہا یا علی آپ زوج فاطمہ ہونے کے لئے زیادہ موزوں ہیں، حضرت علی نے فرمایا. مگر میرے پاس مہر و ولیمہ کے لئے مال دنیا سے سوا زرہ کے اور کوئی چیز نہیں ہے! آنحضرت نے یکم ذی الحجہ ۲ھ جمعہ کے دن خاص خاص مہاجر و انصار کو بلوایا، حضرت علی سے پوچھا کہ چاندی کے چار سو مثقال مہر پر تمہارے ساتھ فاطمہ کا عقد کر دوں، تم راضی ہو! آپ نے سر تسلیم خم کر دیا، آنحضرت نے پہلے خطبہ ارشاد فرمایا، پھر نکاح پڑھ دیا. اپنے مقابل

مسجد کے پہلو میں مکان رہنے کو دیا۔ ۳ھ ۱۵ رمضان کو حضرت امام حسنؑ پیدا ہوئے، اسی سال صحن مسجد میں طہارت سے آنے کی قید لگائی گئی، اور تمام صحابہ کی آمد و رفت کے دروازے جو صحن مسجد میں تھے بند کرا دیئے گئے، مگر اپنا اور حضرت علی کا دروازہ کھلا رکھا، اس خصوصیت اور انتشار کا آنحضرت سے لوگوں نے گلہ بھی کیا، آپ نے فرمایا ہم طاہرین ہیں۔

جنگ احد — اسی ۳ھ میں جنگ احد کا مشہور واقعہ پیش آیا، بدر میں شکست کھا کر مشرکین واپس گئے تو کہتے گئے تھے کہ سال آئندہ اس کا بدلہ لینگے، مکہ پہونچ کر خاندان عبد الدار نے ابوسفیان کو عناد میں مضبوط انتقام میں مستحکم، مال دنیا سے مطمئن پایا، سب نے ابوجہل کے بعد ان کو اپنا سردار بنایا، عکرمہ بن ابوجہل کو باپ کا بدلا لینا تھا، قصاص طلبوں کو ابھارا، اپنے ساتھ لیا۔ ابوسفیان کے پاس آئے۔ کہا اگر تم جنگ کے مصارف برداشت کرلو تو انتقام کا بند و بست ہم کر دیں۔ یہ قتل فرزند اور مرگ اقربا سے بھرے بیٹھے تھے۔ دل پر علی کی تلوار کے چرکے تھے قصاص پر آمادہ ہو گئے۔ جنگ کی تیاریاں کر دیں۔ ابوعزہ عرب کے مشہور شاعر کو مشرک قبیلوں کے پاس بلا بھیجا مکہ کے چاروں طرف نقیب دوڑائے۔ مدینہ کے جلا وطن یہودیوں سے مدد مانگی، قاصد بھیجکر بنی تہامہ اور بنی کنانہ سے امداد چاہی، انھیں نے سات سو زرہ پوش قاصد کے ساتھ کر دئے

بزدلی کا لک پوچھ گئی تو اطراف مکہ کے قبیلوں کو سمیٹا، بدر کے ہزیمت خوردہ ستم دیدہ، انتقام اندیشوں کو ساتھ لیا۔ ابو سفیان کی بی بی ہندہ، جو عتبہ کی بیٹی، ولید کی بہن، معاویہ کی ماں تھیں، دل پر جوان بیٹے حنظلہ کا داغ تھا اپنے باپ عتبہ، اپنے بھائی ولید کی سوگوار تھیں اس جنگ میں نئی چال چلیں، سرداروں کی بیبیاں، بوڑھے افسروں کی جوان بیٹیاں، دوشیزہ خوش گلو لڑکیاں ہمراہ لیں، ۱۵ عماریاں بھر کر اپنے ساتھ ردیف لشکر بنائیں، ابو سفیان ۵ ہزار جوشیلے جوانوں سے شان و شوکت کے ساتھ مدینہ کی جانب روانہ ہوئے۔ اور کوہ احد کے دامن میں پہنچ کر محفوظ مقام پر پڑاؤ ڈالا۔

احد

مدینے سے ۳ میل پر شمال و مغرب کی جانب ایک پہاڑ ہے۔ اسکے [illegible] دامن میں نہ کوئی چڑیا نظر آتی ہے نہ کوئی چوپایہ بالکل خشک اور بے گیاہ ہے۔ محض ٹیلے اور پتھریلوں کا ٹالا ہے، خشک ہونے سے پرندے پر نہیں مارتا بے گیاہ ہونے سے چرندے پیر نہیں رکھتے۔ دیکھنے سے دہشت خیال سے وحشت ہوتی ہے۔ کیونکہ نیچے سنسان پتھریلا قبرستان ہے اوپر گرد آلود نیلا آسمان ہے فضا میں ہو کا عالم ہے۔

ابو سفیان کی فوج نے کچھ حد گھوڑ سد کی طرف تک مدینہ کے آس پاس کے باغات اُجاڑے، زراعت پامال کی درخت کاٹے، بستیاں لوٹیں، کھیت و گھریاں مسمار کئے، حضرت عباس آنحضرت کے چچا نے حضور رسالت میں اطلاع کی آپ ایک ہزار اصحاب کے ساتھ مقابلہ کو اٹھ کھڑے ہوئے آنحضرت اور عبداللہ ابن ابی کی رائے تھی کہ مدینہ میں ٹھہر کر اُن کا حملہ رد کیا جائے، مگر جماعت صحابہ نے باہر نکل کر لڑنا پسند کیا مجبوراً آپ کو صحابہ کا ارادہ ماننا پڑا اس اختلاف پر عبداللہ ابن ابی روٹھ کر ۳۰۰ آدمیوں سے میٹھو رہے آپ ۷۰۰ مجاہدین لے کر مدینے سے نکلے مہاجرین کا علم حضرت علی کو عنایت کیا، انصار کے علمدار حباب ابن منذر اور سعد بن عبادہ ہوئے

ماہ شوال سنہ ۳ھ کی ۷ تاریخ کو احد کے جنوبی ڈھال دامن میں فوج اسلام صف آرا ہوئی، کوہ احد میں لشکر کی پشت پر عینین نام کی ایک خطرناک گھاٹی تھی، گو نہایت تنگ راستہ تھا مگر اس کا لگاؤ دشمن کے پڑاؤ تک تھا، ادھر سے حملہ رد کرنے کے لئے آپنے عبداللہ ابن جبیر کو پچاس قدر اندازوں سے اس گھاٹی کے سرے پر متعین فرمایا اور تاکید کر دی کہ خبردار کسی حال میں یہاں سے نہ ہٹنا، مکہ کی فوج نے احد کے جنوب میں میدان پکڑا، میمنہ پر خالد ابن ولید میسرہ پر عکرمہ بن ابوجہل درہ کوہ کی حفاظت پر عمرو ابن عاص تعینات ہوئے فوج کو ہلالی شکل میں جمایا

وہاں پہنچ کر آہستہ اونٹ پر ہبل کا بت رکھا گیا، میمنہ میں ابو سفیان
نے بار نے پیٹ کر فوج کے آگے بڑھے، ترکیبوں سے سپہ سالار فوج کا بڑھا
بچو، نوری باجوں سے نغمہ سرائی کی۔ اقوام عرب کے سرداروں اور علمبرداروں نے
اپنا الف قدر اندازوں کو تیر برسانے کا حکم دیا، نقارہ بجنے لگے جب
بجے، ادھر ہندہ جگر خوارہ کی حسین قریشی بیٹیوں نے خوش ادائی سے دف
بجا بجا کر گایا، پر جوش رجزوں کے راگ چھیڑے، سریلی آوازوں کی
لے تھی "ہم طلوع سحر کے تارے، روشن ستارے ہیں، ہماری زلفوں
میں مشک، گلے میں موتیوں کے ہار، مشک وہ کی(۱)، ہماری آنکھوں کی
جال سے قطرا ہچکوں پر ہوتے کی طرح مسندوں کو پاتوں سے روندتے
ہیں، اگر لڑائی میں آگے بڑھے رہو گے تو ہم تم کو آغوش سے لگائینگے
بچھونے بچھائینگے، انھوں نے مسندیں بچھائینگے، پیٹھ
دکھاؤ گے تو الفت کے حوالے۔"

جانبین سے تیروں کی بوچھار ہونے لگی، اور طلحہ ابن ابی طلحہ کا سر غنہ
طلحہ ابن طلحہ مشرکین کی فوج کا سپہ سالار لشکر کا علمبردار تھا، نخوت میں
اینٹھتا، غرور سے اکڑتا، دلیری پر اتراتا، جوش شجاعت میں جھومتا
آگے بڑھا، اور علی کو مقابلہ کے لئے آواز دی، علی کو حضور رسالت ﷺ
سے اجازت ملنے میں ذرا دیر کی تو لاف زنی کرتا رہا۔ آپ رضا پاکر سامنے
نکلے تو کہنے لگا۔ علی! ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ جو مشرک کے ہاتھ سے

مارا جائے گا وہ بہشت میں جائے گا کیا اچھا ہوتا کہ میں تمہیں مار ڈالتا اور تم سیدھے بہشت میں پہونچ جاتے، دنیا کے مکروہات سے جان چھوٹتی زندگی کے صعوبات سے نجات پاتے، آپ نے فرمایا، اگر خدا کرتا، تو ایسا ہی ہوتا، جواب نے زبان روک دی طلحہ نے تلوار کھینچ لی، وار چلنے لگے، حضرت علی نے طلحہ کا پیر قلم کر دیا، وہ گرا اور برہنہ ہو گیا، ہاتھ جوڑ کر گھگھیانے لگا آپ منہ پھیر کر اپنے لشکر میں چلے آئے، وہ تڑپ تڑپ کر مر گیا،

اب علمداری کا منصب اس کے بڑے بیٹے نضیر ابن طلحہ نے پایا، باپ کے خون کا انتقام لینے کے لئے حضرت علی کو پکارا، آپ نے آتے ہی نضیر کا سر اڑا دیا، تو عثمان ابن طلحہ نے فوج کا علم سنبھالا، وہ بھی حضرت علی سے مقابل ہو کر مارا گیا، پھر ابو سعید نشان لشکر آگے بڑھا اور وہ بھی چل بسا بعد وغدیر ابن عثمان بن طلحہ رایت لشکر لے کر سامنے آیا، تیغ قضا میں پھنسا، اس کے بعد ارطاط ابن طلحہ کی شامت آئی، تیر قضا کا نشانہ بنا، پھر عبد اللہ حمبایہ بعدہ عبدالدار کا مشہور بہادر غلام (ثواب) یہ سب علم کفار لے لیکر بڑھتے گئے، تیغ علی سے کٹتے گئے، تھوڑے عرصہ میں تو علمدار مارے گئے، تمام خاندان عبدالدار جس نے ابو سفیان کو انتقام پر ابھارا تھا، ان کا تیغ علی نے صفایا کر دیا، سرداروں کا خاتمہ ہو گیا، تو رایت لشکر کو تا سردار جان کر کسی نے پھر ہاتھ نہیں لگایا

خاندان عبدالدار کی ایک عورت علقمہ نے وہ لشکر کو اٹھا کر بلند کیا

سواروں کے مارے جانے سے فوج کا نظام درہم برہم ہو چکا تھا،
اور لشکریوں کی کثرت تھی، ابو سفیان نے جنگ مغلوبہ شروع کر دی، حضرت علی
و طلحہ اور ابو دجانہ و زبیر نے سپاہ مخالف میں گھس کر ایسے مردانہ حملے کیے
کہ صفیں الٹ دیں، مشرکین کے پیر اکھڑ گئے، بے تحاشہ بھاگ نکلے
لشکر اسلام کچھ تو بھاگتوں کے تعاقب میں چلا، بعض فتح کی شادمانی
میں خوش فعلیاں کرنے لگے، زیادہ تر لوٹ پر ٹوٹ پڑے،
گھاٹی کے خطا دار سمجھے کہ معرکہ ختم ہو گیا، گھاٹی کو چھوڑ مال
غنیمت لوٹنے لگے، جبیر نے ہر چند چاہا، بہتیرا غل مچایا، مگر غنیمت
کے لالچ میں کون سماعت کرتا ہے، میمنہ پر خالد ابن ولید کی
کمان تھی، ہزیمت خوردہ بھاگے تو تاک رہے تھے۔ ہندہ اور اس کی
ساتھی عورتوں نے گا بجا کر روکا، غیرت کے بس جان دینے پر تیار
ہو گئے، اس طرح خالد بھاگی فوج کو سمیٹ کر عقبین کی گھاٹی سے
گھس آئے، گھاٹی تیر اندازوں سے خالی ہو چکی تھی، جبیر نے چند
ہمراہیوں سے روکا، سب کے سب شہید ہو گئے، خالد کا لشکر مسلمانوں
کی منتشر جماعت پر ٹوٹ پڑا۔ یہ لوٹ کی دھن میں ہتھیار رکھ کر بے ترتیب
ہو چکے تھے، خالد کے اچانک حملے سے بدحواس ہو کر بھاگ نکلے
جس نے جدھر راہ پائی بھاگ کھڑا ہوا۔ بہتیرے باختہ حواس مدینے
شہر کو بھاگے، کچھ گھبرا کر پہاڑ پر چڑھ گئے، اکثر غاروں میں جا چھپے

قاعدہ تھا کہ لڑائی کی ریل پیل میں خاص خاص صحابہ اور بنی ہاشم آنحضرت کو حلقۂ حفاظت میں گھیرے رہتے تھے، وہ بھی یورش کے اور دھم میں ادھر ادھر ہو گئے۔ حضرت علی بھی دشمن کا حملہ روکتے کو آگے بڑھ گئے تھے، آنحضرت ایک پہاڑی خندق کے کنارے کھڑے تھے یلغار کے ریلے میں غار میں جا رہے۔ عتبہ بن ابی وقاص نے بلندی پر چڑھ کر گوپھن سے پتھر برسائے، آپ کا شانہ زخمی ہو گیا کچھ دندان مبارک کام آگئے، مغفر کی کڑیاں ماتھے میں گھس گئیں، عتبہ کو لڑائی کی چال سوجھی تہلکہ مچا دیا کہ آپ شہید ہو گئے، یہ متوحش صدا سن کر حضرت علی نے پلٹ کر دیکھا۔ تو آپ کو جگہ پر نہ پایا، بیتاب ہو کر دوڑے، اور لڑ کر مر جانے کے ارادے تلوار کا نیام توڑ کر پھینک دیا، راستے کے درمیان ذکوان ابن عبقیس اسلامی پیدل مجاہد کو ابو الحکم بن الاخنس ثقفی سوار کے پنجۂ اختیار میں گرفتار دیکھا، بلند آواز سے للکارا اور بڑھ کے ابو الحکم کا سر اڑا دیا، غار پر پہنچ کر آپ کو صحیح سلامت پایا ہاتھ لگا کر غار سے اوپر کھینچ لیا، آپ خون میں نہائے ہوئے تھے، دیکھا تو آپ کا شانہ زخمی ہے، اور دندان مبارک بھی شہید ہیں عتبہ کی فریبی صدا دونوں لشکروں میں گونج گئی، شدہ شدہ یہ غلط افواہ مدینہ تک پہنچی جناب فاطمہ زہرا سراسیمہ ہو کر دوڑی آئیں، آپ کو

زندہ سلامت پایا۔ شکر خدا بجا لائیں۔ زخم دھوئے۔ مرہم پٹی کی۔ مسلمانوں نے
آنحضرت کو موجود پایا، بھاگے جتے پلٹنے لگے۔ تھوڑے عرصہ میں کثرت سے
جمع ہو گیا۔ ہندہ نے وحشی جبیر بن مطعم کے غلام کو انعام کے سہارے
حضرت علی و حمزہ کی گھات میں پیچھے سے لگا رکھا تھا۔ جنگ کی گرم بازاری
میں حضرت حمزہ کو حضرت کے دیا باندھے لڑائی میں الجھا پایا۔ وحشی نے
لیکا وے چھپ کر نیزہ مارا۔ حضرت حمزہ شہید ہو گئے۔ ہندہ نے آ کر
پیٹ چاک کیا۔ کلیجہ نکالا۔ دانتوں سے چبایا۔ ناک کان، عضو کاٹ کر
زیور کی جگہ پہنے۔ اور قیمتی مرصع زیور اتار کر وحشی کو انعام میں دیدیا۔
مشرکین حملے کی غرض سے پہاڑ پر چڑھ آئے۔ حضرت علی اپنے ہمراہیوں
سمیت مقابل ہوئے اور ہٹا دیا۔ تین مرتبہ خالد کے لشکر نے پہاڑ پر چڑھنا
چاہا ہر مرتبہ حضرت علی نے پسپا کر دیا۔ ہر بار زخمی ہوتے رہے۔ مشرکین
کو ان حملوں کی ناکامی سے پھر مقابلہ کی جرأت نہ ہوئی۔ آنحضرت کے زندہ
سلامت ہونے کا بھی دونوں لشکروں میں اعلان ہو گیا۔ بھاگتے ہوئے
لوٹ گئے۔ بھاگے ہوئے پلٹ پڑے۔ مسلمان پھر سے جمع ہونے لگے۔
ابو سفیان خیمہ ڈیرہ اٹھا کر چلتے ہوئے۔ اور آئندہ سال کے لئے پھر جنگ
کا الٹیمٹم دیتے گئے۔ آنحضرت کے ارشاد کے موافق حضرت علی مدینہ کے
راستہ حمراء الاسد کے رستے تک ان کے تعاقب میں جا کر واپس آئے
وہ لوگ سیدھے مکہ چلے گئے۔ راستے سے حضرت علی ابو عزہ شاعر کو

پکڑتے لائے اور مغیرہ بن شعبہ بھی گرفتار کر لئے گئے،

اہل سیر لکھتے ہیں کہ اس معرکہ میں نامور تلوار ذوالفقار آنحضرت نے حضرت علی کو عطا فرمائی، حضرت علی نے اس جنگ میں سولہ زخم کھائے تھے، گرتے تھے، اٹھتے تھے، پھر لڑتے تھے، نادعلی کا نزول بھی اسی دن کی برکت بتاتے ہیں یہ بات تو بہت مشہور ہے کہ

لا فتی الا علی لا سیف الا ذوالفقار

یہی مقولہ آج ہی کے روز سے ورد زبان ہے، ۷۰ مسلمان اس جنگ میں کام آئے، ۲۰ لاوارث مشرکوں کی لاشیں میدان قتال میں پائی گئیں، باقی لاشے مشرکین اٹھالے گئے یا خاک میں چھپا دے

غزوہ بنی نضیر ربیع الاول ۴ھ میں غزوہ بنی نضیر ہوا، بنی نضیر اور بنی عامر یہودیوں کے دو قبیلے آپس میں حلیف تھے بنی عامر آنحضرت سے بھی ہم عہد تھے، بنی نضیر کے ایک سردار عمر ابن امیۃ الضمری نے قبیلہ بنی عامر کے دو شخصوں کو بلاوجہ مار ڈالا، بنی عامر کی خاطر سے آپکو بنی نضیر پر چڑھائی کرنا پڑی، یہودیوں نے شب خون کا ارادہ کیا، حضرت علی سراغ لگانے رات کو نکلے، یہودیوں کا سردار عروہ مع رفقا شب خون کے ارادے سے فوج اسلام کی طرف چلا، عروہ موقع کی تلاش میں تنہا رفقا سے آگے بڑھ آیا، اتفاق سے وہاں پہنچا جہاں حضرت علی تاک میں لگے تھے، آپنے عروہ کو پہچانا، اوقتل المؤذی قبل الایذا کہکر عروہ کو ٹوکا، وہ مقابل ہوگیا، آپنے سر اڑا دیا، سر لے کر پڑاؤ کو چلے، عروہ کے رفقا رہی کی

اِن تک پہونچے تو بے سر و پا، آپ کے تعاقب میں دوڑے، راہ میں گھیر لیا، ابو دجانہ انصاری، اور سہل بن حنیف نے چند بہادران اسلام کو لے کر اُدھر آنکلے، اتفاق کی خوبی ایسے اُن سے پہونچے جب کہ وہ گئے، کفار حضرت علی کو گھیر رہے تھے، پھر تو رات بھر خوب تلوار چلی ہو کے، کفار کچھ مارے گئے کچھ بھاگ نکلے، حضرت علی نے عمرو کا سر آنحضرت کے حضور میں حاضر کیا، اور سارا قصہ عرض کر دیا، صبح کو بنی نضیر نے خود آکر صلح کر لی، مہلت مانگ کر خیبر چلے گئے، اور غنیم جنگ خیبر کے حامی بنے۔

غزوہ مریسیع اسی سال ۳ شعبان سنہ ۴ھ کو حسین ابن علی پیدا ہوئے اسی سال غزوہ مریسیع پیش آیا، مریسیع آب شیریں کا ایک چشمہ ہے یہاں یہودیوں کا قبیلہ بنی مصطلق آباد تھا، انھیں نے بنی خزاعہ سے سازش کرکے اسلام سے مخالفت باندھی، آنحضرت نے بریدہ کو جاسوس بناکر حالات معلوم کرنے بھیجا، جب مخالفت کا یقین ہو گیا تو آپ نے مجاہدین کو تیاری کا حکم دیا، اور پہونچ کر چشمہ مریسیع پر خیمہ زن ہوئے، بنی خزاعہ تو لشکر اسلام کو دیکھتے ہی متفرق ہو گئے، بنی مصطلق نے مقابلہ کیا انکا علمدار تھا وہ مارا گیا، بنی مصطلق میں ایک بڑا دلیر ایک حضرت علی سے مقابل ہوا، اپنی سزا کو پہونچا، اُس کا بیٹا باپ کے قصاص کا دعویدار نکلا وہ بھی اسی کے پاس جا لیٹا، بنی مصطلق نے منہ پھیر لیا،

جاگتوں میں حارث ابن ضرار رئیس قبیلہ کی لڑکی برّہ کو حضرت علی گرفتار کر لائے، جو حرم رسالت میں داخل ہو کر جویریہ کے مقدس نام سے مشہور ہوئیں۔

جنگ خندق

۵ھ غزوۂ احزاب یا جنگ خندق کی یادگار ہے۔ یہود اُحد کے شکست خوردہ انتقام کے جوش میں بیتاب ہو رہے تھے۔ اس مرتبہ ابوسفیان نے مدینے کے جلے اُجڑے جلاوطن یہودیوں کو بھی ملا لیا۔ قبیلہ بنی نضیر و بنی غطفان و بنی سلیم و بنی کنانہ یہودیوں نے خیرجانب داری کا معاہدہ توڑ ڈالا، ابوسفیان کے ساتھ ہو لئے، اُحد کی بھاگی فوج ہوا ہو لی، دس ہزار قصاص طلبوں کا لشکر رکاب میں لے کر مدینہ کا رُخ کیا، عرب کے رستم دستاں عمرو ابن عبد ود کو سپہ سالار بنایا، فوج مخالف کی کثرت سنکر آنحضرت نے پہلے ہی سے حفاظت کا بندوبست کر رکھا تھا، مدینہ میں نہ کوئی قلعہ تھا نہ شہر پناہ، سلمان فارسی کی صلاح سے سلع پہاڑی کے گرد خندق کھود کر جائے پناہ بنائی، محافظت حضرت عمر کے سپرد ہوئی فوج مخالف نے پہاڑی پر جانے کی راہ نہ پائی، خندق کا محاصرہ کر لیا ۳ ہفتہ تک خندق کے اِدھر مسلمان اُدھر مشرکین خاموش پڑے رہے، عمرو ابن عبد ود نے اسلامی فوج کی کمی، مگر رسد کا اطمینان پایا، اپنی طرف فوج کی زیادتی رسد میں کمی دیکھی، اندرونی مخالفت اور

اور مواجب کے طول سے لشکر میں بددلی کے آثار پائے، بیقت تھی جلدی
کی، اور خندق سے گھوڑا چند اگر اندر آ دھمکا، اپنے ہمراہ عکرمہ بن ابی جہل اور
عبداللہ مغیرہ، ضرار ابن خطاب، نوفل بن عبداللہ، ہبیرہ ابن ابی،
جیسوان کو بھی لے آیا، خندق کے اسلامی پہرہ دار عمر ابن عبدود کو دیکھ کر
بھاگے، اور حضور رسالت میں آکر خبر دی، اس وقت مجلس رسالت میں
سرہنگان عرب اور خود اران اسلام کا مجمع تھا، عمر ابن عبدود کا نام سنتے ہی
سب سہم گئے۔ عمر ابن عبدود خیمہ رسالت کے قریب آکر للکارا، دیکھو
بات نہ کی، سرداروں کا نام لے لے کر پکارا، مگر کسی نے دم نہ مارا، حضرت
علی اٹھے، اور سر جھکایا، یا تو جوڑ کے مقابلہ کی اجازت مانگی، آنحضرت
نے فرمایا بیٹھو تم نہیں جانتے کہ یہ عمر ابن عبدود ہے، آپ سر جھکا کر بیٹھ گئے،
عمر ابن عبدود نے پکار کر کہا، خیمے کے بیٹھنے والو کیا عورتوں کی طرح چھپے بیٹھے ہو
باہر نکلو، میدان بڑھو، میرے سامنے آؤ، مگر مجمع صحابہ میں سانس بھی نہ
لیا، شرمناک خاموشی اور خوفناک سناٹا تھا، حضرت علی نے دوبارہ اجازت
چاہی، آپ نے اعتنا نہ کی، بلکہ اوروں سے مخاطب ہو کر ارشاد کیا کہ، ہے
کوئی جو اس دشمن کو دفع کرسکے، صحابہ کے سکوت نے طول کھینچا، تیسری بار
حضرت علی نے اٹھ کر عرض کی، میں حاضر ہوں، آپ نے پھر ٹال دیا، اور
دیگر صحابہ سے فرمایا کہ آج جمیع کفر جمیع اسلام کا مقابلہ ہے، کون مرد میدان ہے

جو مقابل ہو۔ حضرت عرض کی کس کی شامت ہے جو اس دیو پیکر پہلوان
عفریت ملک سے دست بقبضہ ہو۔ قوت و شجاعت میں اس کا شمار ایک ہزار
قزاق کے برابر ہے۔ ابھی تھوڑے دنوں کی بات ہے شام کے سفر میں میرا
اسکا ساتھ تھا یلیل کے مقام پر قافلہ تھا۔ ایک ہزار قزاقوں نے آکر قافلہ
لوٹ لیا۔ مال و متاع قافلے والوں کا سب چھن گیا۔ یہ بہادر سو رہا
تھا۔ میر قافلہ نے جگایا۔ آنکھیں ملتا اٹھا، تلوار اٹھائی۔ ڈھال ڈھونڈی
نہ ملی۔ بچاؤ کے لئے ایک اونٹ کا بچہ ہاتھ میں دبا لیا۔ گھاٹی کے سرے پر
پشت روک کر کھڑا ہو گیا۔ جو قزاق نزدیک آیا مار گرایا۔ دس مشہور غارت گر
مارے گئے۔ تمام لٹیرے عاجز آئے۔ اونٹ کا سب مال دے دیا۔ عاجزی سے
جان کی امان مانگی۔ جیب کے قلاش و پانے خالی ہاتھ چلے گئے۔ یہ واقعہ سنا کر
بھی عرب سے حواس جاتے رہے۔ دل دھڑکنے لگے۔ حضرت علی کو عمرو ابن عبدود
کی یاوہ گوئی سخت ناگوار تھی۔ چوتھی مرتبہ آمادہ ہو کر دست بستہ عرض کی، میں
خوب جانتا ہوں یہ عمرو ابن عبدود ہے۔ مگر مجھے دعا کی رضا عطا ہو۔ آنحضرت
نے نہایت درد اور متانت سے سمجھانے کے لہجہ میں ارشاد فرمایا کہ اے علی یہ عمرو بن
عبدود ہے۔ آپ نے عرض کی میں علی ابن ابی طالب ہوں۔ آنحضرت چشم مبارک
سے آنسو بھر لائے، سوچ میں سر جھکا لیا۔ عمرو ابن عبدود اور اسکے ہمراہیوں
نے پھر حملہ کیا، اور بڑھ کر خیمہ کی قنات میں نیزہ بھونکا۔ آپ نے حضرت علی کو

پاس بٹھایا، اپنا عمامہ اُنکے سر پر رکھا، اپنی زرہ پہنائی، اپنا پٹکہ اُن کی کمر باندھا، نامور ذوالفقار حمائل کی، ہاتھ اُٹھا کر درگاہِ عزت میں عرض کی، بارالٰہا، بدر میں عبیدہ، اُحد میں حمزہ کام آ گئے، اب ایک علی باقی ہے، تو اسلام کا حامی ہے

دعا کے بعد گلے لگایا، فی امان اللہ کہکر رخصت کیا، پھر صحابہ سے مخاطب ہو کر فرمایا، جو واقعہ میں سرفروشان ختم ہو چکے، اب مشرکین کا دارومدار عمرو ابن عبد ود پر ہے، علی اور عمرو ابن عبد ود کا مقابلہ ہے، آج کفر و اسلام کا فیصلہ ہے، مقابل کے آنے میں دیر ہو گئی تھی، عمرو ابن عبد ود کی نخوت اور بڑھ گئی تھی، حضرت علی اجازت پاکر میدان کو نکلے، یہ کمسن اور قصیر القامت اور پیادہ تھے، عمرو ابن عبد ود بالا قامت، چوڑا چکلا، قوی الجثہ، سن رسیدہ جوان اور یلان عرب پر سوار تھا، اپنی تنومندی و زور آوری کے زعم میں حضرت علی کو اپنا مد مقابل نہ سمجھا، بے پروایانہ علی سے کہا، جاؤ، تمہارے گھر کے کسیکو مقابلہ کیلئے بھیجیں، آپ نے فرمایا، میں مقابلہ ہی کو آیا ہوں، عمرو ابن عبد ود ہنسا، بولا تم کون ہو، کیا نام ہے، کسکے لڑکے ہو، کس بھروسے پر لڑنے آئے ہو، اور پھر پیدل بھی ہو، آپ نے جواب دیا کہ میں ہدایت یافتہ خداوندی ہوں، رسول اللہ کا ابن عم ہوں، علی نام ہے، ابی طالب کا فرزند ہوں، اُس خدا کے بھروسہ پر لڑنے آیا ہوں جو ہمت کو دوچند کر دیتا ہے، پیدل اسلیے ہوں کہ

پیادہ سوار سے بھاگ نہیں سکتا، سوار کو پیدل کے سامنے سے بھاگ جانے کا موقع ہے، جواب کی نوک جھونک پر ابن عبدود کو غصہ آ گیا، کہا، بچّے تمہارا باپ میرا دوست تھا، میں تمہیں قتل کرنا نہیں چاہتا، آپ نے فرمایا مگر میں تو تجھے ضرور قتل کرونگا، اگر تو ایمان نہ لائیگا، عمرابن عبدود غضبناک ہو کر گھوڑے سے پھاند پڑا، اور ایک ہی ضرب میں اپنے مرکب کے دونوں اگلے پیر قلم کر دیئے، شجاعت کی حمیت میں پیادہ ہو کر مقابل ہوا اور دوران جدال میں اس زور سے ہاتھ مارا کہ انکی تلوار حضرت علی کی سپر اور آہنی خود کاٹتی ہوئی ایک انچ سر میں در آئی، آپنے بائیں ہاتھ کے دستانے سے تلوار کو دفع کیا، اُسی گرمی میں گھٹنے ٹیک کر ہاتھ مارا کہ عمرابن عبدود کے دونوں پیر قلم ہو گئے، وہ گر گیا، علی کے زخم سے خون کی چادر رُخ پر آئی، آپنے عمامہ سے پہلے اپنے سر کا زخم لپیٹا، پھر سر کاٹنے کو اُسکے سینے پر زانو ٹیکا، اُسنے کھسیانے پن میں روئے مبارک پر تھوک دیا، آپ اُسکے سینے سے اُتر آئے، دیکھنے والوں کو تعجب ہوا۔

تھوڑی دیر ٹھہر کر سر کاٹ لیا، خدمت رسالت میں حاضر ہوئے، آنحضرت نے پوچھا، علی سر کاٹ لینے پر قابو پا چکے تھے تو چھوڑ کر ہٹ کیوں گئے تھے، عرض کی میں نے سر کاٹنا چاہا، اُسنے مجھ پر تھوک دیا، مجھے نفس کی تحریک سے غصہ آ گیا اگر اُس وقت سر کاٹ لیتا تو یہ کام لوجہ اللہ نہ رہتا، اسلیے ہاتھ کھینچ لیا، جب طبیعت کی جھنجھلاہٹ دفع ہو گئی تو بنیاد کفر و غرور کو منقطع کر دیا، سرکشان عرب

یا دستور تھا کہ مقتول کے آلات حرب اور پوشاک اُتار لیا کرتے تھے، مگر حضرت علی نے اس رسم جہالت اور طمع کی حرکت کو روا نہیں رکھا، کہ اپنا مقتول کا ہتھیار، وہ کپڑوں کے لیے برہنہ کیا جاوے، انکی قیمتی زرہ جمیل تلوار کو ہاتھ نہیں لگایا، اس کریمانہ برتاؤ پر عمر ابن عبدود کی بہن نے بین کرنے میں شجیعۃ الحلیہ کنعاتک یاد کیا، عمر ابن عبدود کے ختم ہوتے ہی ساتھ والے بھاگ گئے، کچھ شمشیر اسلام کی نذر ہوئے، بعض خندق میں گرتے پڑتے، ابوسفیان کہ جسکی اس جنگ کا دارومدار عمر ابن عبدود پر تھا، وہ مارا گیا، ساری فوج محاصرہ اٹھا کر چلتی بنی، حضرت علی زخم سر سے مبتلا رہے۔

جنگ بنی قریظہ اسی سال یہودان بنی قریظہ نے غیر جانب داری کا معاہدہ توڑا اور مشرکین قریش سے سازش کرلی، اگر مسلمانوں کو اکیلا دوکیلا پاکر مار ڈالا، آنحضرت نے عقاب نام کا علم حضرت علی کو دیا، اور یہود کی تصدیع کو روانہ فرمایا، دو اصحاب زبیر و علی تشریف لیگئے، وہ لوگ قلعہ بند ہوگئے، محاصرے کے لیکن کعب ابن ابی اسید، انکا سردار چند ہمراہیوں سے باہر نکلا، اور اسلام کو برا بھلا کہا، آنحضرت نے حضرت علی کو بڑھنے کا حکم دیا، ابن اسید نے حضرت علی کو پہچانا کہ قاتل عمر ابن عبدود ہیں، چپکا قلعہ میں واپس گیا، بعض قریش نے سعد ابن معاذ کو درمیان میں حکم بنایا، انکے فیصلے سے بعض بنی قریظہ کے فسادی گرفتار قتل کیے گئے، باقی سے صلح کی تجدید ہوگئی۔

سریہ فدک۔ (جس معرکہ میں آنحضرت تو تشریف نہیں لے گئے، بلکہ کسی سردار کو بھیجا وہ سریہ ہے، جس جنگ میں بذات خاص تکلیف فرمائی اسکو غزوہ کہتے ہیں) مدینے سے چالیس میل پر فدک کے یہودیوں نے بنی بکر سے سازش کی اور بنی کو ساتھ لے کر اسلام سے بیر باندھا، آنحضرت نے حضرت علی کو سو سواروں سے ان کی گوشمالی کو روانہ کیا، آپ لاوران اسلام کو دشمنوں کی نگاہ سے چھپاتے اور بچاتے لیے چلے، دن کو پہاڑوں کی محفوظ گھاٹیوں میں مقام فرمایا، شب کے منزلیں طے کیں، فدک پہونچکر دفعتاً یلغار کی، ان لوگوں نے معافی مانگ لی، باہم صلح نامہ ہوگیا، معاوضہ میں کثرت سے اونٹ بکریاں لے کر مدینہ واپس آئے، آنحضرت نے فدک کے حقوق جناب فاطمہ کو عطا فرمائے۔

صلح حدیبیہ۔ آنحضرت ایک ہزار حجاج سے زیارت کعبہ کو بے ہتیار تشریف لے چلے، راستہ میں ٹھہر کر احتیاطاً مدینے سے ہتیار منگاکر ساتھ لیے، منزلیں طے فرماتے چاہ حدیبیہ پر پہونچے، یہاں سے مکہ ایک منزل رہ جاتا ہے یہاں معلوم ہوا کہ مشرکین قریش آپ کے آنیکے روادار نہیں ہیں، آنحضرت نے حضرت عمر کو سفارتاً مکہ جانے کا حکم دیا، انھوں نے عذر کیا کہ مکہ میں میرا حمایتی کنبہ نہیں کسی اور کو بھیجیے، آپنے حضرت عثمان کو روانہ کیا، کیونکہ بنی امیہ اور خصوصاً ابو سفیان حضرت عثمان کے ہم جد اور ہم خاندان تھے، وہ تشریف لے گئے تو روک لیے گئے، افواہ اُڑ گئی کہ شہید کرڈالے گئے، آنحضرت نے لڑائی کی تیاری

لڑیں، اور حدیبیہ کے پیچھے ہراول سے جنگ ہو جاتی، مگر سفیروں کے
درمیان معاملات صلح میں ہو گئے، آپ کو تبلیغ اسلام کی رسائی کو کامیابی
کے ذریعے تھے، جا بجا شرائط ان کا منظور کر لیے، حضرت علی کے ہاتھوں
معاہدہ لکھوایا گیا، کفار نے بسم اللہ میں "رحمٰن و رحیم" نہیں لکھنے دیا،
رسول اللہ کی لفظ کو بھی کٹوا دیا، آنحضرت نے وقتی مصلحت سے یہ بھی گوارہ فرما لیا
اس وقت اکثر صحابہ کو آپ کی نبوت میں شبہ گزرا، حضرت عمر تو منہ پر
بے ادبانہ اعتراض کیے، آپ نے فرمایا، اے پسر خطاب میں جو کرتا ہوں خدا
کے حکم سے کرتا ہوں، نتیجہ یہ نکلا کہ باہم میل جول سے توحید کا اثر خود بخود مشرکین میں
پھیل چلا، جس سے آنحضرت کو بہت فتح المبین حاصل ہو گئی، اور حضرت عمر کی
عمر بھر اس ارتداد پر توبہ کرتے گزری۔

جنگ خیبر (محرم سنہ ۷ھ اور واقعہ ذی قرد) یہ واقعہ جنگ خیبر کے عظیم ہونے کا
دیباچہ یا عنوان ہے، ذی قرد ایک چراگاہ ہے، یہاں فوج اسلام کے اونٹ
چرا کرتے تھے، بنی غطفان کے سردار عبدالرحمٰن نے حملہ کر کے گلے کے محافظ
حضرت ابوذر غفاری کے صاحبزادے کو قتل کر ڈالا، اور انکی مادہ گرامی کو ۲۰
اونٹنیاں سمیت گرفتار کر لے گئے، سلمہ بن الاکوع لشکر اسلام میں نامی قدر انداز
اور تیر اندازوں کے سردار تھے، خبر پاتے ہی تعاقب میں دوڑ پڑے، اور
تیروں کی بوچھار پر رکھ لیا، وہ لوگ اونٹوں کو چھوڑ پہاڑ کی آڑ میں چھپ گئے۔

سلمہ اپنے اونٹ اور ابوذر کی بی بی کو چھوڑ لائے۔ مدینہ حاضر ہو کر حضور سے حالت میں خیبریوں کی حکایت اور اُم ذر کی حکایت بیان کی۔ آنحضرت ابوذر غفاری کے صاحبزادے کو بہت عزیز رکھتے تھے۔ خیبریوں کی سرکوبی کو آمادہ ہو گئے تمام احبان و اصحاب ساتھ ہوئے۔ مگر حضرت علی کی آنکھوں میں شدت سے آشوب تھا۔ وہ مطلق ساتھ چلنے کے لائق نہ تھے، مدینہ میں چھوڑ دئے گئے یہودی صدیبیہ کی صلح کو دباؤ کھائے ہوئے سمجھے ہوئے تھے۔ قصاص کی جسارتیں بڑھ گئیں تھیں۔ جنگ خندق سے بھاگے ہوئے گروہ، مدینہ سے نکالے ہوئے بنی قینقاع قرقرۃ الکدر کے جلے بھنے جلا وطنوں کو ملا لیا۔ بنی غطفان سے مدد لی خیبر کے باشندوں کو ابھارا۔ خیبریوں نے قلعوں کو مستحکم کیا ۲۰ ہزار فوج قلعہ قموص میں جمع کی۔ قلعہ ناعم میں رسد کا سامان رکھا اور قلعوں پر معمولی سامان جنگ اور کشتی کے سپاہی چھوڑے۔ فوج اسلام منازل طے کرتی ہوئی منزل ضجا پہونچی۔ راہ بتانے کو حسیل نام ایک اجیر کو اجرت پہ ساتھ لیا لشکر رسالت پہاڑ کی دشوار راہیں وادی حرصہ کے بالوٹے کرتا ہوا قلعہ ناعم کے قریب آیا۔ ناعم والوں نے فوج اسلام پر تیر برسائے۔ محمود بن مسلمہ نے بڑی جوانمردی سے بوچھار کو برداشت کیا۔ اور قلعہ کے نیچے پہونچ کر دم بھر تھک کر ذرا دیوار کے سایہ میں بیٹھے تھے کہ کنانہ بن ربیع نے قلعہ کے اوپر سے پتھر گرا دیا۔ وہ کچل کر شہید ہو گئے۔ مگر جنود اسلام نے قلعہ فتح کر لیا۔

رسد کے سامان پر قبضہ پایا۔ اتمام کی رات سے قلعہ جات نطاۃ شق سب
سامان خورد نوش سے خالی ہو گئے۔ یہاں کی توہیں قموص کے گھیرے جا لیں،
قلعہ قموص جس سے قلعہ خیبر مراد ہے۔ یہ قلعہ ایک بلند پہاڑ پر تھا، اس وقت
ارض یہود کی چھاؤنی کا صدر مقام اور نہایت مستحکم اور مضبوط بنا تھا،
چاروں طرف پتھر کی چوڑی چکلی بلند دیوار تھی، دیوار پر کنگورے
کنگوروں کے درمیان تیر اندازی کے لیے جھانکیاں بنی تھیں، قلعہ کی
عمارت تین طرف سطح زمین سے بہت بلند، اور پہاڑی نشیب و فراز
کی وجہ سے نہایت محفوظ اور بے اندیشہ تھی۔ چوتھی جانب پر ادھر لوہے
کا مضبوط اور شاندار پھاٹک نصب تھا جس پر یہودی جھنڈا ہوا سے لہرتا
رہتا تھا، پھاٹک کے آگے گہری خندق پانی سے لبریز تھی سامنے ڈھلوان
پہاڑی دامن تھا، یہی میدان جنگ بن سکتا تھا. قلعہ کی جھانکیاں
سامنے سے آنے والے حریف کے لیے سخت خطرناک تھیں۔ تیروں کی
زد سے دشمن کو بغیر جان دیے، یا واپس جائے چارہ نہ تھا،

آنحضرتؐ نے خیبر سے ۵ میل کے فاصلہ پر رجیع میں مقام فرمایا اور
حضرت عمرؓ کو علم دے کر قلعہ کی جانب روانہ کیا، آپ گئے مگر تیروں کی
زد میں آ گئے۔ نقصان اٹھا کر واپس ہوئے، دوسرے روز حضرت ابوبکر
کا علم جاتا ہوا، وہ بھی تیروں کی بوچھار سے مجبور ہو کر پلٹ آئے

جس روز حضرت عمر کو علم برداری کا شرف ملا، آپ تشریف لیگئے
اُس روز حارث مرحب کا بھائی قلعہ کا پھاٹک کھول، خندق کا پل لگا،
میدان میں نیزہ بازون کی جماعت سے آمادہ ہوا۔ بالاحارث نے آگے
بڑھ کر برچھیون سے مسلمانون کی ضیافت کی، اوپر سے قلعہ والون نے
تیر برسائے فوج اسلام پڑھائی نہ چڑھ سکی منہ موڑ لیا۔ حارث نے دور
سے پیچھا کیا لشکر کو سخت ہزیمت حضرت عمر کو بہت زحمت ہوئی پڑا وُ تک
بھاگون بھاگ واپس آنا پڑا، فوج ان کو یہ فوج کو دوش دیتے رہے۔
آنکھون کی تکلیف ذرا کم ہو چلی تو حضرت علی بھی رجیع جا پہونچے، جس وقت
شام کو آپ پہونچے ہین اُسی وقت اسلام کا ہزیمت خوردہ لشکر واپس
آرہا تھا حضرت علی آنکھون کی تکلیف میں سفر کے بہت تھکے ماندے تھے
آنحضرت سے مل کر اپنے خیمہ مین آرام کیا۔ لشکر واپس آچکا تو سردار فوج نے
حضور رسالت مین لشکریون کی بے دلی کی شکایت فرمائی، لشکریون نے
سردارون پر رو گردانی کا الزام لگایا، ہر نوع آنحضرت کو ان ہزیمتون کا نہایت
صدمہ ہوا، جھنجلا کر ارشاد فرمایا کہ کل مین ایسے شخص کو علم دونگا کہ جو خدا رسول
کو دوست رکھتا ہے اور خدا رسول اُس کو، وہ کرار غیر فرار ہے، اکثر
سردارون کو اِس خطاب کی بےحد ہوس ہوئی، علم کے اشتیاق، علمداری کی
تمنا مین جاگ کر رات کاٹی یحبہ اللہ والرسولہ کا جامہ کرار غیر فرار کا لباس

ہر طرف اپنے اوپر سجا سجا کر آمنے سامنے بیٹھے اور شاد ہوتے رہے
صبح ہوتے ہی امیدوار سردار، سر پر آہنی مغفر، مغفر پر کلغی خود، بر میں
زرہ، بدن پر جوشن، بکتر، چار آئینہ، ان میں بعض دستانے،
شانے پر کمان، پہلو میں ترکش کاندھے پر کمند، پشت پر ڈھال، کمر میں
خنجر، ذب میں تلوار، ہاتھ میں سنان، ہتھیاروں سے اونچی جتنے علم کے
سامنے دربار رسالت پر حاضر ہو گئے، آنحضرت ہاتھ میں علم لئے خیمہ سے
برآمد ہوئے، امیدواروں نے جھک جھک کر کورنش کئے۔ دست بستہ
عرض کی کہ ہم جان نثار حاضر ہیں، آپ نے چاروں طرف نظر دوڑائی
تجسس نگاہوں سے ڈھونڈھا پوچھا علی کہاں ہیں، آپ کے تشریف لانے کی
لشکریوں کو کم خبر تھی، بے خبر بول اٹھے کہ وہ تو مدینہ ہی سے نہیں آئے
ان کی آنکھوں میں آشوب تھا، بعض نے عرض کی کہ شب کو حاضر
ہو گئے ہیں، اپنے خیمہ میں موجود ہیں، سفر کے تھکے ہیں، آنکھوں میں
ذرا سے تکلیف باقی ہے۔ آنحضرت نے سلمی بن الاکوع کو حکم دیا کہ جاؤ،
علی کو لے آؤ۔ سلمی گئے، علی کو لے آئے، آپ کی آنکھیں دکھنے سے بھر رہی
تھیں، آنحضرت نے اپنے پاس بلایا۔ علم عطا فرمایا اپنے دست مبارک سے
ہتھیار حمائل کی، قلعہ خیبر پر حملے کی اجازت دی، امیدواروں نے
کل کے خطاب کو آج کے دن علی پر مرتب پایا، منہ لٹکا کر پیچھے ہٹے

حضرت علی نے علم لیا۔ تسلیم کو سر خم کیا، ادب سے بچھلے پیرون ہٹ کر
آگے بڑھے، فوج کا جائزہ لیا۔ ۵۰۰ سوار ایک ہزار پیدل ساتھ لے
ترتیب درست فرما کر روانہ ہوے، تیرون کی زد پر پہونچ کر پیدلون
کو تا حکم ثانی وہین روک دیا، سوارون کو رکاب مین لیا، ایک ساتھ
باگین اٹھا دین دم کے دم مین تیرون کی زد سے بچ کر قلعہ کی فصیل کے
نیچے خندق کے اوپر جا پہونچے۔ پھاٹک کے مقابل میدان مین لشکر اسلام
کو نصب کیا، علم کا پرچم کھول دیا۔ اُدھر قلعہ کا پھاٹک کھلا، خندق کا پل
لگا یا گیا۔ حارث باہر نکلا آپ نے حارث کو خندق پار آتے دیکھا،
اپنی فوج کو پہلو مین لگا یا، حارث کو میدان دیدیا، حارث خندق پار
آکر مقابل میں صف آرا ہوا۔ وہ گزشتہ فتحیابیون پر اترایا ہوا تھا۔
اسے گھمنڈ تھا کہ اکیلا میں تمام فوج اسلام کو کافی ہون، گھوڑے کو
ایڑ دے کر آگے بڑھا، مقابلہ کو مبارز طلب کیا۔ اسکے نیزے کی سنان بہت
سنگین تھی، خود بھی بھاری بھرکم۔ تن آور۔ چالاک دست تھا،
فوج اسلام سے باری باری تین کار آزما مقابل ہوے اس کے نیزے
سے چھد کر نذر اجل ہوے، حضرت علی نے پھر کسی کو بڑھنے کی اجازت نہ دی
اور خود مقابلہ کو بڑھے۔ اس وقت سواے ذوالفقار کوئی اور ہتھیار
یا سامان جنگ زیب تن نہ تھا، بعض سردارون نے ہرچند روکا، گر آپ نے

بڑھا۔ حارث نیزہ ہلاتا ، انجان بنتا ہوا ، حضرت علی کو آتے دیکھا
جا کر سنبھالا ، انی کا نشانہ علی پر ڈالا ۔ بہت تیز گھوڑا چھوڑا ۔ آپ پہلو
خالی دے کر نیزے کی زد کو بچا گئے ۔ اور پیچھے گھوڑا بڑھا کر تلوار ماری کہ حارث
کا دہنا ہاتھ شانے سے جدا ہو کر مع نیزہ زمین پر گرا ، دوسرا ہاتھ تھا کہ پلٹ کر
ضربت نے خاتمہ کر دیا ، ساتھ کا رسالہ دم بخود کھڑا رہا ، آپ منتظر رہے ، مگر
کوئی مقابلہ کو نہ نکلا ۔ رسالہ کے سواروں نے دوڑ کر مرحب کو قتل حارث کی
اطلاع کی وہ بھائی کی مشتاقی پا کر خون کے جوش میں از خود رفتہ ہو گیا مسلح
ویسے ہی سے تھا مگر حضرت علی کے ہاتھ کی کاٹ سن کر دوہری زرہ پہن لی
پھاٹک کھول باہر آیا مرحب طبیعت کا سخت ناہموار ، خلقت کا جنگجو اور
خون خوار تھا ، اول تربیت بالا قامت ، قوی الجثہ ، جسیم ضخیم تن آور جوان
تھا ، دوہری زرہ سے اور بھی بھلا مانس بنا حضرت علی اپنی صف سے آگے
بڑھے ہوئے منتظر کھڑے تھے ، مرحب نے خندق کے پل ہی سے حضرت علی
پر غیظ کی نظریں ڈالیں تلوار میان سے کھینچ گھوڑے کو سرپٹ چھوڑا ۔
قریب پہنچ کر حضرت علی پر تلوار ماری ۔ آپ نے وار تلوار پر روکا مرحب
کا مرکب رو میں آگے دوڑ گیا ، آپ نے پیچھے گھوڑا دوڑا کر پشت کی جانب
اس قوت سے دوش پر ہاتھ مارا کہ ذوالفقار نے شانہ صدر تک کاٹ کر
قربوس زین پر دم لیا ۔ مرحب دو ہو کر زمین پر گرا ، بعض لکھتے ہیں

کہ سر پر تلوار ماری کہ خود، مغفر، کاسۂ سر کاٹتی دانتوں تک اتر آئی۔

مرحب کے مرتے ہی حارث کی فوج قلعہ کے اندر واپس بھاگی، یا علی میں خندق کا پل نہ ہٹا سکے، پھاٹک بند کر لیا، آپ نے گھوڑا بڑھا کر پل پر قبضہ فرمایا۔ پیچھے رُکے ہوئے پیدل فوج کو آگے بڑھ آنے کا حکم دیا۔

جب پیدل آ گئے آپ بھی گھوڑے سے اُتر پڑے۔ ساتھ کے سواروں کو پل پر روک دیا، پیدلوں کو ساتھ لیا، قلعہ کا پھاٹک توڑا۔ اندر داخل ہوئے۔ قلعہ والے سدراہ ہوئے خوب گھمسان کی جنگ مچی، سوار بھی امداد کو اندر داخل ہو گئے، دیر تک لوہے سے لوہا بجتا رہا، تلوار سے تلوار کھنکتی رہی دوران جنگ میں داؤد ابن قابوس بڑھی اور ضیغم حضرت علی سے مقابل ہوئے اور مارے گئے۔ ان کے مرنے پر ربیع بن ابی الحقیق قلعہ خیبر کا امیر سامنے آیا۔ وہ بھی راہی عدم ہوا قلعہ والوں نے اس کے بھائی کنانہ بن ابی الحقیق کو امیر بنایا۔ عنتر اس کا بہادر رفیق۔ جنگ آزما طاقتور گراں ڈیل جوان۔ یہودیوں کا سردار تھا، اپنے بورائے مالک شاہنشاہ کا اشارہ پاکر جاں نثاری کے جوش میں بڑھا، تخت امارت کو بوسہ دیا، شاہانہ بڑھک شجاعت کے بل پر علی سے مقابل ہوا، عنتر کو حضرت علی کے سامنے دست بقبضہ دیکھ کر طرفین کے سپاہی لڑتے لڑتے تھم گئے، چاروں طرف سے احاطہ گھیر کر بیچ میں میدان دیدیا، عنتر غرور سے اینٹھتا

نہ شجاعت میں صوبتا، زور میں برابر تھا، آگے بڑھا، آپ نے فرمایا عنتر خدا کو مانتا ہے تو محمد کی ہدایت سے اشرک بھی مان لے، بیکار کا ہے کو روز بد دیکھنا پڑے۔ عنتر کو قوت کا گھمنڈ، سپہ گری کا زعم تھا، جواب میں تلوار ماری آپ نے وار خالی دیا اور کچھ ایسا ہاتھ مارا کہ ذوالفقار حلق کی پسلیاں، ریڑھ کی ہڈیاں کاٹتی دوسری طرف نکل آئی، دوست دشمن نے بے ساختہ واہ واہ کی جوش میں آکر مروا بن مروان دوسرا بڑھا، اور قتل ہو کر عنتر کے پہلو میں لٹ گیا۔ پھر یاسر خیبری مقابل ہوا۔ وہ بھی سزا کو پہونچا اس جنگ میں حضرت علی کے ہاتھ سے حارث، مرحب، داؤد، ضجیج، ربیع، عنتر اور مروہ۔ پھر یاسر جن کا دست و بازو کی قوت پر قلعہ خیبر تھما ہوا تھا، مارے گئے۔ باقی لشکر نے لڑائی سے ہار کر ہتھیار ڈال دیے۔ ۲۰ دن تک خیبر کا محاصرہ رہا۔ ۹۳ یہود ۰ دا مسلمان کام آئے۔ مسلمانوں کو مال غنیمت بے شمار ہاتھ لگا۔ ام المومنین جناب صفیہ اسی جنگ میں گرفتار آئیں۔ حضور رسالت سے آزاد ہو کر داخل ازواج ہوئیں۔ حضرت علی علم ظفر پیکر کے سایہ میں رجیع کو مراجعت فرما ہوئے۔ آنحضرت نے خیمہ سے نکل کر استقبال کیا۔ مسرت سے بغل گیر ہوئے پیشانی پر بوسہ دیا۔ شادان و فرحان۔ مظفر و منصور مدینہ منورہ واپس تشریف لائے مشرکین قریش کے جنگی منصوبے معرکہ خندق سے ڈھیلے پڑ چکے تھے۔ خیبر کی ناکامی سے اسلام دشمن پست ہو گئے۔

سنہ ۸ھ میں آنحضرت نے مکہ پر یلغار فرمائی۔ مگر بجز بعض صحابہ کسی پر ارادے کو ظاہر نہیں کیا۔ حاطب بن ابی بلتعہ صحابی نے اپنی لونڈی سارہ کے ہاتھوں اس ارادہ کی اطلاع ابوسفیان کو خفیہ بھیجی۔ حضرت علی کو پتہ چل گیا، راستہ سے لونڈی کو پکڑ لائے، اسکی چوٹی کے بال سے حاطب کا خط برآمد کیا۔ مشرکین کو اطلاع ہونے نہ پائی کہ آنحضرت بیس ہزار فوج کے جلال و شوکت سے اچانک جا پہونچے۔ مشرکین یہ جبروت دیکھکر ہکا بکا رہ گئے اتنا دم کہاں تھا کہ روکتے یا لڑتے۔ مجبوراً ابوسفیان، خالد ابن ولید وغیرہ سردار مکہ کو سطوت اسلام کے سامنے سر جھکانا پڑا۔ اور فوراً حرم اسلام لائے۔ آنحضرت نے بے کھٹکے خانہ کعبہ کے بتوں کو توڑا۔ جنگ کے دیوتا ہبل کا بڑا بت ذرا بلندی پر تھا۔ آپنے علی کو اپنے دوش مبارک پر چڑھا کر ان کے ہاتھوں گروا دیا۔ مٹی بت آہنی مورتیں خانہ کعبہ سے نکال باہر کیں۔ مکہ کی اس خدا داد فتح سے اسلام کی تعداد بہت بڑھ گئی مگر منافقین کے شمار میں بھی اضافہ ہو گیا۔ اب تک علی کے جد بالا سلام کارناموں کو بعض لوگ رشک سے دیکھتے تھے۔ اب حسد سے دیکھنے والے بیحد ہو گئے۔ مکہ میں اسلام گھر گھر پھیل چلا مصلحتاً اطراف مکہ میں تبلیغ کو تازہ مسلمان تعینات ہوئے ازان جملہ خالد ابن ولید بھی بنی خزیمہ کی جانب بھیجے گئے۔ یہاں کے لوگوں سے ان کو باپ دادے کا بیر تھا۔

خالد نے پہلے اُن سے ہتھیار رکھوا لئے۔ پھر شانوں پر ہاتھ بندھوائے۔ وہ چند
چلاتے رہے کہ ہم مسلمان ہیں۔ نماز پڑھتے ہیں، روزے رکھتے ہیں۔ جمعہ
جماعت کے پابند ہیں۔ زکوٰۃ دیتے ہیں۔ صدقات ادا کرتے ہیں۔ ماننے والے
بات کان دھرتے ہیں۔ خالد کو اپنے شمرے باپ مقتول چچا کا بدلا لینا تھا
ایک حماقت نہ کی۔ پوری جماعت کو تہ تیغ کیا۔ آنحضرت کو اطلاع ہوئی
سخت صدمہ کیا۔ حضرت علی کے ہاتھوں اُن سب کا خون بہا ادا کیا
اور خالد کے اس فعل سے بیزاری اور کراہت کا اظہار فرمایا۔ آنحضرت
ابھی مکہ میں تشریف فرما تھے کہ بنی ثقیف اور ہوازن کے لوگ اپنے دیوتاؤں
کی بربادی اور خانہ کعبہ سے سیکڑوں خداؤں کی جلاوطنی۔ خدائے واحد کا
حملہ دیکھ کر فساد پر آمادہ ہو گئے۔ بنی نصر اور بنی ہلال کو ملا لیا۔ ۲۰ ہزار
کے مجمع نے مکہ پر چڑھائی کی۔ مالک بن عوف۔ دولت۔ شجاعت۔
قوت۔ فنون جنگ کی واقفیت سے سب کا سردار بنا۔ ادھر آنحضرت
بھی بارہ ہزار فوج کی جمعیت سے اُن کی مدافعت کو بڑھے۔ مالک کو
جاسوسوں سے سراغ مل گیا کہ آپ حنین کے راستے ہوازن کو آتے ہیں
حنین — عرفات کے پیچھے مکہ سے دس میل پر ایک پہاڑی وادی ہے
جو شام کے قافلوں کو گزرگاہ ہے۔ وادی کے دونوں جانب سلسلہ اونچے
نیچے پہاڑیاں ہیں۔ یہ وادی ان سب پہاڑوں کا مشترکہ دامن ہے۔ اور

مشہور غزوہ حنین کا رزمگاہ ہے۔ انھوں نے پہلے ہی حنین پہونچ کر ہوازن کے
ناوک اندازوں کو اطمینان سے دونو جانب کی پہاڑیوں پر چڑھا دیا۔ وہ
چوٹیوں میں چھپ بیٹھے۔ پیدل سپاہی جا بجا درّۂ کوہ میں دبک گئے
سواروں نے پہاڑی جھاڑیوں کی آڑ پکڑی۔ لشکر اسلام رات رہے اجالا
ہونے کے تڑکے حنین کی وادی میں پہونچا۔ رفع ضروریات اور اداے فرائض
کو ذرا ٹھہرا۔ ہتھیار کھولے یا اتارے دم لینا تو درکنار، راہ کی گرد بھی
نہ جھاڑی تھی کہ دونو جانب کی پہاڑیوں سے سفر کے تھکے ماندے لشکریوں پر
تیروں کا مینھ برسنے لگا۔ تیروں کی بوچھار نے جماعت اسلام میں ہلچل
ڈالدی۔ سب کے سب اس ناگہانی آفت یا پیغام قضا کو اپنے سروں پر پاکر
سراسیمہ ہو گئے۔ قدم ٹکانے کا کہیں ٹھکانا نہ ملا۔ استقلال ہاتھ سے جاتا رہا
اُسکے حواس گم ہو گئے۔ مشاہیر اسلام اور محافظان رسالت جو آنحضرت کو
ایک دم کے لئے تنہا نہ چھوڑتے تھے، بے تحاشہ بھاگتے نظر آئے۔
قوی الایمان اضطراب میں ادھر ادھر جائے مفر ڈھونڈھتے پھرتے تھے۔
ضعیف الایمان تو سر پر پاؤں رکھ کر بھاگے۔ اور مکہ کی سیدھ باندھی
سارے لشکر میں بھگدڑ پڑ گئی۔ آنحضرت ایک پہاڑی کے نیچے جو
اپنی بلندی کی وجہ سے تیروں کی زد سے بچی ہوئی تھی۔ ابن مسعود اور
چند بنی ہاشم سے گھرے ہوئے۔ حضرت عباس آپ کے چچا نہایت

زی الشوکت تھے۔ بلند آواز اور دراز ہاتھوں کے اشارے اپنی طرف
بلاتے رہے۔ مگر گھبراہٹ میں دل نکلے ہوئے تو کچھ سمجھ میں آوے۔ جو کس
بجا ہوں تو کچھ سنائی دے۔ باختہ حواسوں نے ایک ساعت نہ کی اور بھاگتے
چلے گئے۔ مکہ کے تازہ مسلمانوں کے خیالات بدل گئے۔ دو غازی
سے ادھر اُدھر کی بے تکیاں ہانکتے ہوئے بھاگے۔ جب تمام لشکر منتشر
ہوگیا۔ تو شجاعان عرب کا سرمایہ ناز اور مشہور نبرد آزما ابو جرول گھوڑے سوار
بکر ایک پہاڑ کی آڑ سے نکلا۔ اور آنحضرت کو محاصرہ میں گھیر لینا چاہا۔
حضرت علی نے بڑھ کر ابو جرول کو روکا۔ تلوار چلنے لگی۔ دیر تک رد و بدل ہوتی
آخر حضرت علی نے اُس کے شانے پر تلوار ماری کہ داہنے پہلو سے نکل گئی
بیچ کاٹ، مشتاق ہاتھ کی دست دشمن نے قضا کی۔ سردار کے قتل
سے لشکروں نے حملہ کر دیا۔ اس حملہ میں منتشر مسلمان بھی جو پلٹ آئے تھے
باہر جنگ میں شریک ہوئے۔ تلوار سے تلوار کھٹا کی۔ دو مشرک ... مسلمان کھیت رہے
باقی مشرک ایسے بھاگے کہ بھاگتے دکھائی بھی نہ دیے۔ آنحضرت نے
تعاقب میں طائف پہنچ کر قلعہ کو گھیر لیا۔ محاصرہ میں طول دیکھا۔ تو
حضرت علی کو اطراف ثقیف کے بت خانوں کے انہدام اور مشرکین میں تبلیغ اسلام
کو روانہ کیا۔ قبیلہ بنی خثعم سد راہ ہوا۔ اُن کا نامور سردار شہاب حضرت علی کے ہاتھ
سے مارا گیا۔ آپ نے تمام بت خانے منہدم کر دیے۔ اور دعوت اسلام میں کامیاب ہوئے

واپس آنے پر حضرت علی سے آنحضرت نے بہت دیر تک راز کی باتیں کیں۔ اللہ کے مزاج جاننے والوں کو بہت کھلا۔ مگر نہ کھلا کہ راز کیا تھا۔ حاسدوں نے آپس میں کھچڑیاں پکائیں۔ طرح طرح کے منصوبے گانٹھے۔ چین نہ پڑا تو دو بدو اعتراض کیا۔ آنحضرت نے فرمایا خدا کا حکم یہی تھا۔ مرضی مولا از ہمہ اولا۔ القصہ محاصرے سے قوم ہوازن اور ثقیف پر پورا قابو ہو گیا چھ ہزار آدمی گرفتار ہوئے۔ مال غنیمت جو ہاتھ لگا وہ فوج پر تقسیم کر دیا گیا مہاجر و انصار نے اتنا ہی پایا جتنا پاتے تھے۔ مگر تازہ مسلمانوں پر تالیف قلوب کے لئے زیادہ مہربانی کیگئی۔ یہ بات اکثر صحابہ کو ناگوار ہوئی۔ عباس بن مرداس اسلمی نے شکایت میں کچھ اشعار نظم کئے۔ ساتھ والوں کو سنائے۔ آپ کے گوش مبارک تک پہونچے تو حضرت علی کو حکم دیا کہ عباس کی زبان کاٹ دو۔ حضرت علی نے عباس کا بازو تھاما۔ اور پکڑے چلے۔ وہ ڈرا کہ اب زبان قطع ہوگی ذخیرہ غنیمت میں پہونچ کر سو اونٹ نکال کر عباس کو دئے کہ جائے جا۔ تو بے تیرا شمار کچے مسلمانوں میں ہے۔ اس نے وجہ پوچھی تو فرمایا کہ قوی الایمان کو وہی دیا گیا ہے جو ان کا حق ہے۔ تالیف قلوب کے لئے زیادہ انہیں کو ملا ہے جن کا ایمان ابھی ڈھیلا ڈھالا ہے۔ عباس نے وہ سو اونٹ واپس دئے اور اپنے حصہ کے چار اونٹ لیکر چلا آیا اور زبان شکایت کو منقطع کر دیا۔

غزوہ تبوک آنحضرت نے شام کے عیسائی بادشاہ ہرقل کو دعوت اسلام کا خط لکھا اور زید کے ہاتھوں روانہ کیا۔ مخبر پہنچ گیا کہ ہرقل نے ایلچی کو قتل کر ڈالا اور اسلام سے جنگ کی تیاریاں کی ہیں۔ آنحضرت بھی لشکر مرتب فرما کر مقابلہ کے لئے تبوک روانہ ہوئے۔ مدینہ میں حضرت علی کو اپنا قائم مقام بنا کر چھوڑتے گئے۔ لوگوں نے چرچے کئے کہ آنحضرت آج کل علی سے کچھ آزردہ خاطر ہیں جو ساتھ نہیں لے گئے۔ حضرت علی نے سنا تو آنحضرت کی خدمت میں جرف کے مقام پہ پہنچے اور ان بیہودہ سرائیوں کی شکایت کی آنحضرت نے فرمایا ایسی لغو باتوں کا اثر نہ لو۔ عرض کیا۔ آ تو گیا ہوں اجازت ہو تو ہمراہ چلوں۔ آپ نے فرمایا اے علی تم میرے لئے ایسے ہو جیسے موسیٰ کے لئے ہارون تھے۔ ہاں میرے بعد نبوت نہیں ہے۔ تم میرے قائم مقام ہو۔ واپس جاؤ کہ مدینہ منتظم سے خالی ہے۔ حضرت علی پلٹ آئے۔ شام کی افواہ اس وقت غلط تھی۔ آنحضرت بھی تبوک تک پہنچ کر واپس ہوئے۔

فتح مکہ کے بعد پہلے سال آنحضرت نے مشرکین کو حج کی ممانعت نہیں کی۔ مگر حضرت ابوبکر کو حکم دیا کہ جاؤ حاجیوں کو احکام حج (سورہ برات) سے مطلع کر دو اعلان کر دینا کہ آئندہ سال سے کوئی شخص بغیر اسلام لائے حج نہ کرنے پائے گا۔ حضرت ابوبکر کی روانگی سے تین دن بعد حضرت علی کو حکم دیا کہ میرے ناقہ عضباء پر دوسری منزل جاؤ اور احکام کو ابوبکر سے واپس لیکر تم خود تبلیغ کرنا

[illegible]

حضرت علی نے راستہ ہی میں آیات تبلیغ حضرت ابوبکر سے واپس لے لیں۔ اور
مجمع حجاج میں پہونچ کر احکام کی بزور تبلیغ فرمائی۔ حضرت ابوبکر محزون خاطر
ہو کر واپس آئے۔ آنحضرت سے اپنی معزولی کی شکایت کی۔ اور حضرت علی کی
ماموری کی حکایت پوچھی آپ نے فرمایا۔ بحکم خداوندی تبلیغ احکام وحی بجز
میرے اور میرے عترت کے دوسرے کا کام نہیں ہے۔ علی مجھ سے ہے اور میں علی سے ہوں
ہے۔ وادی رمل میں قبیلہ بنی رملہ کی مختصر جماعت ڈیرے کیے ہوئے پہاڑ کے
دامن میں چھاؤنی چھائے پڑی تھی۔ لوٹ مار کا اندیشہ تھا مدینے کے باشندے
ان کی دست برد سے نالاں تھے۔ آنحضرت نے حضرت ابوبکر کو ان کی گرفتاری
کے لیے بھیجا حضرت ابوبکر تشریف لے گئے۔ بنی رملہ ہٹ کر گھاٹیوں میں چھپ گئے
آپ سمجھے کہ وہ لوگ مقام چھوڑ کر چلے گئے مطمئن ہو کر کمریں کھول دیں۔ رات
کے پہرہ داروں پر غفلت نے اپنی تیرہ و تار چادر لا کر ڈالدی۔ بنی رملہ کو
شب خون کا موقع مل گیا۔ حضرت ابوبکر زحمت اٹھا کر مراجعت فرما ہوئے۔

دوسری مرتبہ حضرت عمر تشریف لے گئے۔ وہ بھی ادھر ادھر ڈھونڈھ ڈھانڈ کر واپس
آئے۔ تیسری بار عمر عاص گئے شب خون میں لہو لہان ہوئے۔ آخر کار
حضرت علی کو حکم دیا۔ آپ نے مدینہ کے سامنے کا راستہ چھوڑ دیا۔ پشت کی جانب
پہاڑ پر چڑھنا چاہا۔ ساتھ کے منافقوں نے ہر چند مخالفت کی آپ نے ایک کی سماعت نہ کی
پہاڑ پر بڑھے۔ کھنڈوں میں اترے۔ متواتر چڑھاؤ کی سختیاں جھیلیں۔

؎ عن حبشی بن جنادہ قال رسول اللہ صلعم لا یودی عنی الا انا و علی نسائی، ترمذی

جاڑوں کے جاڑ جھڑ ٹوٹے۔ پہاڑی راہوں کے اونچ نیچ کھل گئے ایمان کا پھوڑ
بیلاء کو گھیر لیا۔ قزاقوں کو گرفتار کر لائے وہ سیکڑوں خداؤں کے بندے تھے
ترک کر کے خدائے واحد پر ایمان لائے اسی سال حضرت علی سخت علیل ہو گئے
تمام صحابہ عیادت کو آئے حضرت عمر نے فرمایا ان کا جانبر ہونا محال ہے۔
حضرت نے فرمایا یہ ہرگز نہیں مر سکتے تاوقتیکہ غیظ و غضب سے پُر نہ ہو جائیں۔
ذکر مباہلہ سنہ ۱۰ھ اسی سال ۲۴ ذی الحجہ کو بنی نجران سے مباہلہ
ہوتے ہوتے رہ گیا۔ مباہلہ عربوں کا اعتقادی حلف یا بد دعا ہے جس سے
جھوٹے کو نقصان پہونچا کرتا ہے۔ اشراف بنی نجران کی طرف سے چودہ
اہل علم کا وفد آیا جیسے۔ ابو عامر۔ اسید۔ ابو الحارث۔ کرز۔ چار عیسائی عالم تھے
آنحضرت سے معلومات پر مناظرہ ہوا انھوں نے حضرت عیسیٰ کی بابت سوال کیا
آپ نے جواب دیا جس طرح آدم کی خلقت پر خدا قادر تھا اسی طرح عیسیٰ
کی ولادت پر۔ جب وہ لوگ سر بر نہ ہوئے تو مباہلہ کی ٹھہری۔ آنحضرت ایک ہی
چادر میں حضرت علی، فاطمہ، حسنین کو لے کر مباہلہ کو تیار ہوئے۔ فرمایا یہی
میرے اہلبیت ہیں۔ انھیں پر مباہلہ کا انحصار ہے۔ وہ لوگ بد دعا سے
ڈرے۔ مباہلہ سے عذر کیا۔ اور یوں صلح کر لی کہ مذہب نہ بدلیں گے۔
جزیہ میں سالانہ ہزار حلے فی حلہ ۴۰ درہم نقد ادا کیا کریں گے۔
اور جنگی مصارف کے لئے ضرورت کے وقت ۳۰ گھوڑے ۳۰ اونٹ

۳۰ نیزے ۳۰ ذرہیں مستعار دینگے۔ جس کے معاوضہ میں مسلمان انکی جان و مال کی حفاظت دشمنوں سے کرتے رہینگے۔

سریہ بنی زبید مدینہ سے پچھم جانب تھوڑے فاصلہ پر بنی زبید آباد تھے عمر معدی کرب ان کے رئیس تھے واقعہ مباہلہ کے بعد حضور رسالت میں حاضر ہوکر اسلام لائے تھے ایک روز ان کو راہ میں ابنا اشعث خثعمی ملا جس کے باپ نے ان کے باپ کو مار ڈالا تھا۔ عمر معدی کرب بڑے سرہنگ تھے اپنے باپ کے خون کا قصاص قاتل کے بیٹے سے لینا چاہا وہ لڑتے جھگڑتے آنحضرت کے حضور میں حاضر ہوے۔ آپ نے فرمایا اسلام لانے کے بعد ایام جاہلیت کے خون کا قصاص نہیں ہو سکتا۔ عمر معدی کرب کو آنحضرت کا فیصلہ ناگوار گذرا بدظن ہوکر مرتد ہو گئے اور جاکر تمام قبیلہ حارث ابن کعب کو بے گناہ قتل کرڈالا۔ آنحضرت کو خلاف گذرا حضرت علی کو بنی زبید کی گوشمالی کا حکم دیا۔ حضرت علی تشریف لے گئے۔ عمر معدی کرب بڑے تنومند مشہور قوت دار و شجاع تھے۔ فوج اسلام سے مقابلہ کو تیار ہو گئے مگر حضرت علی کو مقابل پاکر کھسک گئے۔ انکا قبیلہ بھی بھاگ کھڑا ہوا حضرت علی کچھ آدمیوں کو گرفتار کرکے واپس تشریف لائے۔

اسلام یمن فتح مکہ کے بعد اہل یمن کی تلقین کو خالد ابن ولید تشریف لے گئے۔ بے نیل مقصود واپس آئے۔ اسوقت یمن کی تمام بستیوں . . .

زیادہ تر قبیلہ ہمدان کے یہودی آباد تھے۔ جا بجا تھوڑے بہت عیسائیوں کی بھی آبادی مخلوط تھی۔ مگر دونو فرقوں میں فضلا اور کملا کا مجمع تھا۔ حصول معلومات کے لیے بے چین تھے۔ آنحضرتؐ نے حضرت علی کو ۳۰۰ قابل اور لائق مہاجر و انصار کے ساتھ رمضان سنہ ۱۰ھ میں یمن روانہ فرمایا۔ اور ہدایت فرمائی کہ تیغ و تلوار کا محل نہیں ہے زبان سے کام نکالنا۔ حضرت علی جب قبیلہ ہمدان کے تعلیم یافتہ مجمع والوں سے ملے۔ آپ کے گرد طالبان تحقیق اور اہل فہم کا مجمع ہوا۔ عیسائیوں کے سر برآوردہ اور محقق عالم کعب الاحبار بھی شریک صحبت تھے۔ آپ نے اس جماعت کو نہایت فصیح و بلیغ خطبے اسلام کی دعوت دی۔ کعب نہایت ادیب اور نکتہ رس تھے آپ کی فصاحت اور معانی خیز بیانات پر لٹو ہو گئے۔ پہلے ہی جلسہ میں آپ نے حسن بیان کی تاثیر سے قبیلہ ہمدان کو مسخر کر لیا۔ کعب بھی خدا کی وحدانیت اور آنحضرت کی رسالت کے مقر ہو گئے۔ اسلام کا چلن چل نکلا۔ پھر تو حضرت علی کے ساتھیوں نے اطراف یمن میں پھیل کر تھوڑے ہی عرصہ میں تمام اہل یمن کو اپنے مواعظ سے مسلمان کر لیا۔ حضرت علی نے اس کامیابی کی تہنیت حضور رسالت میں لکھ بھیجی۔ آنحضرت نے جواب میں قبیلہ ہمدان اور کعب الاحبار پر سلام بھیجا۔ اور حضرت علی کو لکھا کہ میں ایک لاکھ چالیس ہزار حجاج سے حج کو جا رہا ہوں تم بھی آ کر میرے ساتھ حج میں شریک ہو۔ حضرت علی

اُس وقت مکہ پہونچے جب کہ آپ حکم جاری فرما رہے تھے کہ جو ہدی ساتھ نہ لایا ہو۔ احرام سے نکل جائے۔ مگر جو ذرہ قریب رہے ہدی میں شریک ہو سکتا ہے بشرطیکہ اُس کی نیت بھی واحد ہو۔ حضرت علی ہدی ساتھ نہ رکھتے تھے آنحضرت نے پوچھا کہ علی تم نے کیا نیت کی ہے۔ عرض کی آپ کی نیت کے تابع۔ آنحضرت نے اپنے ہدی میں علی کو شریک فرما لیا۔ حج سے فارغ ہو کر ڈیڑھ لاکھ حجاج کے مجمع سے مدینہ کی جانب مراجعت فرمائی

۱۸ ذی الحجہ سنہ ۱۰ھ کو کہ سنہ عیسوی اُس وقت ۶۳۲ تھا اور شمسی کا نیا روز یعنی مارچ مہینے کی ۱۶ تاریخ تھی دو گھڑی دن چڑھ چکا تھا آنحضرت مع قافلۂ حجاج حوالی جحفہ میں غدیر خم کے مقام پر پہونچے۔ دفعۃً ٹھہر گئے۔ نقیبوں کو حکم دیا کہ مجمع جو آگے بڑھ گیا ہے اُسے روک کر پلٹا دو۔ جو لوگ آ رہے ہیں وہ جلدی آگے بڑھ آئیں۔ پڑاؤ صاف کیا گیا۔ خیمے برپا ہوئے۔ تمام مجمع سمٹ آیا دوپہر کے قریب خاص تحویل آفتاب کے وقت آپ نے ایک بلند مقام پر کھڑے ہو کر ارشاد فرمایا کہ بارگاہ عزت کا فرمان ہے کہ پہونچا دو اُس حکم کو جو کچھ کہ تم پر تمہارے رب کی طرف سے ہے۔ ورنہ کوئی کام رسالت کا کیا ہی نہیں۔ ایہا الناس کیا میں تمہارا مولی ہوں؟ سب نے عرض کیا

ھ۵۱ قربانی کا جانور۔

بے شک آپ ہمارے مولا ہیں۔ آنحضرت نے حضرت علی کو بازو تھام کر فرمایا
جس کا میں مولا ہوں اُس کا مولا علی بھی ہے۔ خدایا دوست رکھنا اس کو
جو دوست رکھے علی کو اور دشمن رکھ اُس کو جو دشمن ہو علی کا پھر دیگر محامد و
محاسن علی کو صراحت سے بیان فرمایا۔ تمام صحابہ نے اظہار مسرت میں علی
سے معانقہ کیا۔ آپس میں ایک دوسرے سے گلے ملے۔ حضرت عمر نے بھی
تہنیت ادا کی کہ مبارک ہو تم کو اے فرزند ابوطالب۔ آج سے تم ہر مومن اور
مومنہ کے مولا ہوئے۔ آنحضرت کے حکم سے مخدرات عصمت نے حضرت علی کو
خیموں میں بلا کر مبارک باد دی۔ بنی ہاشم اور اکثر صحابہ نے تو
خاص طور سے خوشی منائی جس کا رواج دسترخوان کے نام سے اب تک
میں تحریر آتا۔ [illegible] کے وقت ان کے طرفداروں میں چلا آتا ہے۔ اسی دن
بھی ارشاد فرمایا کہ حق سبحانہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ آج کے دن دین اسلام
کامل ہوگیا۔ اب نزول وحی نہ ہوگا۔ نعمتیں اتمام کو۔ ایام حیات اختتام کو
پہنچ گئے۔ میں تمہارے درمیان دو گرانقدر یادگاریں چھوڑے جاتا ہوں
یعنی کتاب اللہ سبحانہ کو اپنی عترت۔ ان سے تمسک رکھو گے تو
میرے بعد گمراہ نہ ہوگے لوگ سمجھ گئے کہ دین کی تکمیل ہوچکی۔ ولیعہد کا
تعین بھی ہوگیا۔ اب حیات رسالت کا آخری دور ہے چلتے چلاتے یہ وصیت
ہے جب مدینہ پہنچے تو معلوم ہوا کہ آپ کے ایلچی زید بن حارثہ کو سلطان روم نے

بے وجہ قتل کر ڈالا ہے۔ سالِ ۱۱ھ ماہ صفر کے شروع میں آپ نے اپنے دستِ مبارک سے ایک علم تیار کیا۔ اور زید کے نوجوان صاحبزادے اُسامہ کو عطا فرمایا کہ روم جاؤ۔ اپنے باپ کا قصاص لو۔ تمام اعیان و اصحاب کو بجز ولیعہد اُسامہ کی ماتحتی میں جانے کا حکم دیا۔ مگر طبع مبارک ناساز ہو چکی تھی۔ سُن گن لیے ہوئے اتمام نعمت کا نوٹس سُن چکے تھے۔ اختتام حیات کا یقین ہو چکا تھا۔ گھڑی گھڑی کی خیر خبر لیتی رہتی تھی۔ کیونکہ صحابہ کبار کی بیٹیاں گھر میں خبر گیران تھیں۔ حضرت ابو بکر کی جگر گوشہ جناب عائشہ۔ حضرت عمر کی لوڈیہ حضرت حفصہ حضرت عثمان کی جانب سے ابو سفیان کی صاحبزادی اُم حبیبہ خیریت رسان تھیں۔ بمقتضائے مصلحت اس موقع پر ہٹنا مناسب نہ جانا۔ اور آخری نتائج کو دوسروں کے لئے چھوڑ دینا گوارہ نہیں کیا۔ آنحضرت کو اطلاع ہوئی اُسی تکلیف کے عالم میں سر میں پٹی باندھے حضرات علی و عباس کے سہارے باہر تشریف لائے۔ منبر پر تشریف لے گئے۔ فرمایا۔ جو جیش اُسامہ میں جانے سے تساہل اور تخالف کرے گا۔ وہ خدا کے نزدیک ملعون ہو گا۔ ناز ماؤں نے سمجھ رکھا تھا کہ فرمانروائے دارالامارت بہت جلد خالی ہوا چاہتی ہے۔ تخت گاہ سے ولیعہد کے سوا سب ہٹائے جا رہے ہیں۔ علالت طول پکڑ چکی ہے۔ آزردہ خاطری کا اثر اب دو چار روز سے زیادہ نہیں رہ سکتا تھوڑی دیر کی سب بقا نفلگی ہے برداشت کر لی نہ جانے تھے نہ گئے۔

علالت وفات، رحلت کے چار روز باقی تھے آپ نے فرمایا بلاؤ حبیب کو
جناب عائشہ نے حضرت ابوبکر کو بلایا آنحضرت نے سر اٹھا کر دیکھا اور پھر سر نیچے
کر لیا جناب حفصہ نے حضرت عمر کو بلا بھیجا ان کو بھی دیکھ کر آنکھ بند کر لی
جناب عائشہ نے فرمایا میں سمجھ گئی سوا علی کے کسی کو نہیں چاہتے۔ وہ کسی
کام سے گئے ہوئے تھے۔ آنحضرت نے موجودہ مجمع سے تکمیل ہدایت کو سامان
کتابت مانگا حضرت عمر نے منع کیا کہ بخار کی شدت میں ہذیان کی باتیں ہے
لاؤ قلم دوات لانے کی ضرورت نہیں ہے ہمارے لئے کتاب اللہ
کافی ہے کوئی لانا چاہتا تھا، کوئی روکتا تھا اسی اختلاف میں
شور و غل بچا آنحضرت نے جھنجھلا کر سب کو اپنے پاس سے اٹھا دیا۔
جب حضرت علی آئے تو ان کو پاس بلا کر اپنی چادر میں لے لیا۔ اور کچھ
باتیں کہیں، جس کی خبر آج تک کانوں کان کسی کو نہیں ہے پھر سب کے ظاہر
ہونے اپنے غسل و کفن و دفن اور ترغیب جیش اسامہ کے قرض ادا کرنے کی وصیت
فرمائی۔ یہ بھی ارشاد فرمایا کہ میرے بعد کی سختیوں پر صبر کرنا۔ جب دیکھنا کہ
لوگوں نے دنیا اختیار کر لی ہے۔ تم عاقبت اختیار کر لینا۔
رحلت کے وقت حضرت علی کے سینے سے سر لگا کر ۲۸ صفر سنہ ۱۱ھ کو
یا بارھویں ربیع الاول تک کسی تاریخ میں ﷺ اس دار ہستی سے کوچ فرمایا۔
گھر والوں نے صدائے گریہ بلند کی۔ حضرت عمر باہر تشریف فرما تھے

اہل اسلام کی علت کو عظیم سانحہ ... تاریخ میں اتنا اختلاف عجب اور کردہ عجب

تلوار کھینچ لی اور رونے والون کو دھمکایا کہ جو مرنے کی فال بد منھ سے نکالے گا اُسکو قتل کرڈالون گا۔ حضرت ابوبکر اپنے مکان سخ چلے گئے تھے وفات رسول کی اطلاع ہوئی وہ بھی فوراً آموجود ہوئے۔ دونو صاحب اسی وقت اپنی جماعت متفقہ سے سقیفہ بنی ساعدہ تشریف لے گئے۔ حضرت علی مع بنی ہاشم و بعض صحابہ صاحبین تجہیز و تکفین مین مشغول ہوئے اکثر مہاجرین و انصار اور مکہ کے نو مسلم سقیفہ مین جمع تھے۔ ہوا خواہان اسلام نے مشورہ دیا کہ علی کو یا جس کو مناسب سمجھا جائے حکومت کا قائم مقام بنایا جائے۔ حضرت علی کی جانب کوئی دھیان ان میں لانے والا نہ تھا انصار نے کہا کہ ہم نے آنحضرت کی جان و مال سے نصرت کی ہے۔ امارت کے ہم مستحق ہین اور سعد بن عبادہ اسکے لائق ہین۔ مہاجرین نے اس سے بڑھکر استحقاق جتایا۔ کہ ہم آنحضرت کے ہم عشیرت ہین گھربار چھوڑ ساتھ آئے ہین۔ ہمارا حق تم سے فائق ہے۔ اور حضرت ابوبکر کو پیشوا تجویز کیا۔ حضرت ابوبکر نے حضرت عمر کو نامزد کیا۔ حضرت عمر نے حضرت ابوبکر کو ترجیح دی انھین نے اپنی کمزوری کا عذر کیا۔ حضرت عمر نے ڈھارس دی کہ تم اپنی قوت کے ساتھ میری طاقت کو بھی شامل سمجھو۔ اور فوراً ہاتھ گھسیٹ بیعت کرلی۔ مسند نبوی پر بٹھا کر خلیفہ نام رکھا امیرالمومنین خطاب دیا۔ متفقہ جماعت بیعت پر ٹوٹ پڑی پھر جو سنتا گیا وہ آتا گیا اور بیعت کرتا گیا حصول خلافت کے تردادت مین حضرات ابوبکر و عمر و عثمان و طلحہ و ابو عبیدہ جراح و عبدالرحمن

وت وغیرہ کو اتنی فرصت نہ مل سکی کہ آنحضرت کے جنازے کی مشایعت فرماتے
یا نماز میں شریک ہو سکتے۔

وصیت کے موافق حضرت علی نے بنی ہاشم کے ساتھ مل کر غسل دیا۔ تجہیز و تکفین کی،
نماز پڑھائی، دفن کر دیا، تین روز تک بنی ہاشم عزا نشین رہے۔

ادائے بیعت کو بعض صحابہ نے تکلیف فرمائی۔ اور مسئلہ خلافت کے
ذکرے بھی چھیڑے مگر ہاشمیوں کے غمزدہ مجمع نے کچھ اثر نہیں لیا،
تیسرے روز حضرت علی عزا خانہ فاطمہ میں سوگوار بیٹھے تھے، آپ کے گرد بنی ہاشم
کا مجمع تھا جناب زبیر تشریف لائے دینی جوش میں ارشاد کیا کہ ہاشمیوں کے
ہوتے بنی تیم کا کیا حق ہے کہ بن قحافہ خلیفہ بن بیٹھے علی حق دار قرابت اور
سعادات و شجاعت میں افضل الناس ہیں تلوار کھینچ کر فرمایا کہ یہ تلوار اس وقت
تک نیام میں نہ جائے گی، جب تک خلافت علی کو نہ دلائے گی۔ حضرت عمر
کو یہ گراں گزرا، زبیر کو بلا بھیجا دربار خلافت میں پہنچتے ہی ہمت پلٹ گئی
ہاتھ بڑھا بیعت کر لی ایام عزا کے تین دن گزر چکے اصحاب میں سے بعض
اور بنی ہاشم میں سے کوئی بیعت کو حاضر نہ ہوا خلیفہ اور حضرت عمر کو
اندیشہ ہوا سوچے کہ یہ ساری کارروائی علی کے خلاف ہاشمیوں کی
عدم موجودگی میں ہوئی ہے ایسا نہ ہو کہ بنی ہاشم سر اٹھائیں حضرت
ابوبکر سے کہا کہ ان کے سردار علی کو گرفتار کر لو حضرت ابوبکر بات

کے نرم تھے۔ گرفتاری کا حکم تو نہیں دیا۔ مگر بلا بھیجا آپ کو جانے میں تامل ہوا حضرت عمر اپنے منصوبوں میں غلو ارادوں میں قسادل جچہ چیدہ جماعت ساتھ لی خود حضرت علی کے لینے کو تشریف لے گئے درشتی سے دق الباب کیا سختی سے دروازہ کھٹکھٹایا! حضرت علی قرآن مرتب فرماتے تھے باہر آنے میں ذرا دیر لگی۔ دروازہ بند تھا، کھولنے کو جلانے کی لکڑیاں بھی منگا لیں اس دارو گیر میں جناب فاطمہ کو سخت صدمہ ہو چکا حضرت علی کو باہر نکل آنا پڑا دربار خلافت میں حاضر کئے گئے یہاں اراکین سیاست، اور اہل شوریٰ کا مجمع تھا حضرت ابو بکر علی کی عظمت اور مراتب و قرابت سے واقف تھے بہت تعظیم سے ممتاز مقام پر بٹھایا، حضرت علی سے کہا ابو الحسن! تم کو اس نے تکلیف دی ہے کہ تمام مہاجر و انصار نے متفق ہو کر بار خلافت مجھ پر ڈالا ہے اور میری بیعت منظور کر لی ہے۔ تم بھی اگر ان سے اتفاق کر لیتے تو بہتر ہوتا

آپ نے فرمایا تم میری عدم موجودگی میں لباس خلافت کو دعوائے قرابت سے اپنے جسم ناموزوں پر کھینچ لیا، میرا حق غصب کر لیا ہے تمہیں انصاف سے کہو کہ قریب تر رسول ہیں یا تم! ہاشمی جس میں کہ آنحضرت تھے میں ہوں کہ تم! میں حقیقی چچا زاد بھائی، دینی برادر اکلوتی بیٹی شرعی وارثہ فاطمہ زہرا کا شوہر سابق الایمان صدیق اول ہوں جس نے آغوش رسالت میں تعلیم پائی۔

آغاز نبوت ہی میں آنحضرت نے جماعت قریش سے مجھے اپنا وزیر بنایا ہجرت
کی شب کو میں جان کی قربانی سے بری ہوئے تمام مخالفوں کی جماعت کے روبرو میں
چادر تطہیر میں محفوظ کیا گیا تبلیغ آیات دین کیلئے تنہائی مقابلے میں میں
مخصوص ہوا جہد بالاسلام میں بھی میرے رفعت کو کوئی نہیں پایا جسقدر
فتوحات نبوی کا سہرا میرے سر رہا تمام غزوات میں فوج کا علمدار ہر معرکہ
میں آنحضرت کا سینہ سپر ہمیشہ سب کا افسر رہا کبھی کسی کا ماتحت نہیں
بنایا گیا بدر کے مشرکین میرے ہاتھوں سزا کو پہونچے اُحد کے علمدار سب
میری تلوار سے کٹے "لافتیٰ الا علی لاسیف الا ذوالفقار" کی
خصوصیت پائی آنحضرت کی زرہ آپ کا عمامہ آپکی کمر کا پٹکا تلوار ذوالفقار
مجھے مرحمت ہوئی خندق میں عمرو ابن عبد ود کو مار کے فتح اسلام کا فیصلہ
میرے ہاتھ رہا خیبر میں یحب اللہ ورسولہ کا خلعت فاخرہ کرار غیر فرار
کا خطاب مجھے عنایت ہوا وادی حنین میں میرے ثبات نے اسلام کی
آبرو رکھی دین کو یہ دن اسلام کو یہ نام میرے ہاتھوں نصیب ہوا
بت الٹانے کا منصب اور آنحضرت کا بازو رہا غزوہ تبوک کے وقت
ہارون بمنزلہ موسیٰ بنکر آنحضرت کا جانشین رہا حجۃ الوداع میں غدیر خم
کے مقام پر سب کا مولیٰ بنایا گیا میری ولیعہدی کی تکمیل پروردگار کی نعمتوں کا
خاتمہ ہوا نبی کی نیابت خلق اللہ کی امامت ہے جو خدا کی جانب سے ہو

مودۃ فی القربیٰ کا حکم خدا سے پاچکے ہو۔ عترت سے تمسک رکھنے کی ہدایت رسول سے مل چکی ہے اپنے اختیار سے امام بنے یا بنائے گئے تو کہاں سے بن آئے آنحضرتؐ نے مجھے تمام امانتوں کا امین کیا۔ اپنے غسل وکفن کا کفیل بنایا نماز کی وصیت کی دفن کی اجازت دی ولیعہدی کی تمنا دی قائم مقامی کی بنا نیابت کے اطمینان بر جیش اسامہ کا قرضہ ادا کرنے کی ہدایت فرمائی قرض کا ولی فرض کا وصی کیا تمہارا کون ساحق ہے جس سے تم خلیفہ بن بیٹھے تم میں جو خوبیاں ہیں وہ سب بفضلہ مجھ میں موجود ہیں میرے جو اوصاف ہیں وہ تم میں سے کسی کو نصیب نہیں خلافت میرا حق ہوا کہ تمہارا!

دربارِ خلافت میں حضرت عمر زیادہ پیش پیش تھے فرمایا بیعت نہ کروگے تو خدا کی قسم ہم تم کو قتل کردینگے۔ آپ نے فرمایا کیا تم بندۂ خدا کو بے خطا اور اخوِ رسول کو بے قصور قتل کروگے حضرت عمر نے کہا کہ بندۂ خدا تو ہم تم کو جانتے ہیں مگر اخو رسول نہیں مانتے اس جواب پر حضرت علی کا چہرہ متغیر ہوگیا۔ فرمایا خدا بخدا ایسے متکبروں سے جو روزِ جزا کا یقین نہیں رکھتے ابو عبیدہ جراح نے کہا ابوالحسن! بے شک تمہیں مستحقِ خلافت ہو مگر اب تو تمام صحابہ متفق ہو کر ابوبکر کی بیعت کرچکے ہیں تم بھی بیعت کرلیتے تو بہتر ہوتا آپ نے فرمایا ابو عبیدہ تم تو امت کے امین بنے ہو خدارا حق بات کہو حضرت عمر نے

۱؎ قل لا اسئلکم علیہ اجراً الا المودۃ فی القربیٰ (القرآن)

۲؎ انی تارک فیکم الثقلین کتاب اللہ وعترتی ... صحیح مسلم

جو حضرت ہمارے گھر آیا اسے چھین کر اپنے گھر میں نہ لیجا! جبرئیل ہمارے گھر
آئے وحی ہمارے گھر آئی قرآن ہمارے گھر آیا باب مدینۃ العلم نبوی عالم
علوم فقہ و دین و حکمت ہم ہیں دین کے اسرار خلق خدا کے لئے معلوم ہم بہتر
جانتے ہیں۔ بشیر بن سعد بے ساختہ بول اٹھے اے علی بخدا اگر آپ پہلے یہ
باتیں کرتے تو کسی کو کچھ عذر نہ ہوتا مگر نماز کے وقت تو تم گھر میں بیٹھے
رہے جب خلافت نامزد ہو چکی تو استحقاق جتانے نکلے۔ حضرت علی نے فرمایا
تیرا کیا میں بھی تم لوگوں کی طرح جسد رسول کو بے غسل و کفن چھوڑ دیتا!
اور طلب خلافت کو مقدم جانتا! اور پھر کیا جانتا تھا کہ تم لوگ اتنا جلد
احکام الٰہی اور فرمان رسول کو بھلا دو گے اور جان بوجھ کر میرے حقوق سے
انکار کرو گے۔ حضرت عمر نے جھنجلا کر حضرت ابوبکر سے کہا کہ تم کیوں نہیں حکم دیتے
حضرت ابوبکر نے بات کو ٹال کر نہایت نرمی و ملائمت سے کہا، ابوالحسن! اگر میں
جانتا کہ تم میری خلافت سے مخالفت کرو گے تو میں ہرگز اسے منظور ہی نہ کرتا
لیکن اب سب بیعت کر چکے۔ تم بھی مان لیتے تو میری خطا صواب ہو جاتی۔ بہت
اگر کچھ تامل ہو تو کیا مضائقہ۔ حضرت علی نے بیعت نہیں کی اٹھ کر اپنے گھر
چلے گئے اور خاموشی سے خانہ نشین ہو گئے۔

پھر کئی مرتبہ حضرت عمر نے گرفتاری کے لئے حضرت ابوبکر کو ابھارا،
مگر وہ راضی نہ ہوئے۔ اور کہا کہ فاطمہ کے ہوتے ہیں علی کو مجبور نہ کرونگا۔

فدک کا مقدمہ   اینک اخراجات کے کفیل آنحضرتؐ تھے حضرت ابوبکرؓ کے زمانے میں حضرت عمرؓ کے ہاتھ اختیار ہوا تو فدک کی آمدنی بند کردی معاش کا بار بھی پڑ گیا یہودیوں کے باغیچوں میں پانی دے کر آذوقہ فراہم کرتے رہے فدک ضبط ہوا تو جناب سیدہؑ نے حضرت ابوبکرؓ کو مدعا علیہ بنا کر دربار صدیقی میں استغاثہ دائر کیا دو گواہ تھے حضرت علیؑ اور ام ایمن قرابت کی وجہ سے عدالت نے شہادت کی وقعت نہیں مانی پھر پوری دو شہادتیں بھی نہیں ڈیڑھ شہادت قرار دی بحث میں جناب صدیقہ عائشہ کی زبانی حدیث پیش ہوئی کہ ہم انبیاء کا کوئی وارث نہیں ہے۔ جو ہم چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہے جناب فاطمہ نے فرمایا خدا کے حکم اور قرآن کی رو سے تم سب کی اولادیں تمہاری وارث ہیں مگر جناب عائشہ صدیقہ کی زبانی اختراع سے فاطمہ اپنے باپ کا ورثہ نہیں پا سکتی۔ قرآن کے خلاف حدیث عبرت! اور صد ہزار عبرت!! مدعا علیہ نے اپنے اختیار حکومت سے اپنے حق میں ڈگری لے لی اور مدعیہ کا دعویٰ ڈسمس کر دیا۔

دوسرا دعویٰ ورثہ کا

اب اور بھی قلت معاش کی پریشانیاں بڑھ گئیں حضرت ابوبکرؓ بنت رسولؐ کے حقوق سے باخبر تھے پھر کچھ سوچ سمجھ کر اپنے سیدھے سادھے پن میں جناب فاطمہ کو فدک کا وثیقہ لکھ دیا اتفاق سے حضرت عمرؓ اس موقع پر پہنچ گئے پوچھا کیسا کاغذ ہے۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا فاطمہ کو فدک کا میثاق نامہ

بن سکتا ہی حقیقت یہ ہے کہ وہ لیت حضرت محمد جناب فاطمہ سے چھین کر
جا دو گے تو فرمایا مسلمانوں کو فتنہ کہاں سے دو گے اب نہ کچھ جانے -

کچھ عرصہ بعد جناب فاطمہ نے فاروقی صدمہ سے رحلت فرمائی تو حضرت
علی بہت محزون و مضمحل ہو گئے لوگوں نے بہت چاہا کہ فتنہ و فساد کے اتہام
لگا کر آپ کو حکومت کا ملزم قرار دیں مگر آپ کے بے وقت امن پر دھبہ
نہ لگ سکا لوگوں نے بار بار ابھارنا چاہا ابو سفیان نے آ کر کہا ابو الحسن بنی ہاشم
کے ہوتے ہی تیم خلافت لے جائیں تم کہو تو ابھی مدینہ کو سواروں اور پیادوں
سے بھر دوں آپ نے فرمایا تم سے یہی امید ہے اسلام میں تم ہمیشہ کے فتنہ انگیز
ہو قوم کی بھی بھائی اتحاد کی قوت کو توڑنا چاہتے ہو ہم دین کے
محافظ ہیں ہمارے صبر و تحمل سکوت کا موقع ہے کیونکہ اسلام میں نئی حوادث
چل رہی ہے فتنہ و فساد کے طوفان اٹھ رہے ہیں ہر نااہل اپنے کو
اہل امارت سمجھ رہا ہے مسیلمہ دعائے نبوت پر آمادہ ہے جابجا طوائف الملوکی
ہے سر بعض پر بغاوت پھیل رہی ہے فرقہ میں تفرقہ مناسب نہیں ہے۔
مجھے آنحضرت کی وصیت ہے کہ جب دیکھنا لوگوں نے دنیا اختیار کر لی ہے
تو تم عاقبت اختیار کر لینا حضرت علی نے باہمی اختلاف میں تو بیش جماعت
میں تفرقہ گوارا نہیں کیا، احکام میں مداخلت، حکومت میں رخنہ، حکم میں
رخنہ اندازی کبھی نہیں چاہی جب تک حضرت ابو بکر مسند نشین رہے آپ

خاموش خانہ نشین رہے حضرت دینی مسائل حل کر دیا کرتے کیونکہ آپ کے
خلفائے دوست دشمن کو تسلیم تھے حضرت ابوبکر نے سوا دو برس
برائے نام خلافت کی انکی خلافت حکومت فاروقیہ کا ایک ضمیمہ تھی
نظم ونسق سب حضرت عمر کے ہاتھ رہا انھوں نے ہاشمیوں کے برخلاف
بدر کے زخم رسیدہ بنی امیہ کو ممالک کا عہدہ دار احد کے عزیز مردہ آل
عبدالدار کو افواج کا سردار بنایا مکہ کے نو مسلم قصاص اندیشوں کو دربار
اسلام کی امیر الامرائی پر سرفراز فرمایا۔ خلافت اولیٰ میں اوائل اوائل
حضرت علی کے قتل کی بھی سازشیں رہیں مگر ان کی سیدھی روش آڑے
آئی کامیابی نہ ہوئی جب ان کی مقدس ہستی ہر طرح بے ضرر ثابت ہوئی
تو حضرت عمر بھی ڈھیلے، تھے بڑے مردم شناس جب خود سریر خلافت پر پہنچے
تو حضرت علی کو دانا دشمن جان کر اپنی مجالس شوریٰ میں بلا بلا کر بٹھانے لگے.

معاملات اور دینیات میں رائے بھی لیے رہے جانتے تھے کہ دینیات میں
آنحضرت کے سکھائے پڑھائے ہیں جنگی مہمات کے خود مشکل کشا ہیں ان کی
قیمتی رائے کو باریک نظر سے دیکھتے اچھی طرح ٹھوک بجا کر پرکھتے عزت
سے مانتے خوش نتیجہ پا کر صلاح پر چلتے جب اس عالی ظرف کے غنی اور
توکل کے پاکیزہ دامن پر دنیاوی ہوس کا دھبہ نہ دیکھا تو اموال غنیمت سے
اصحاب بدر کے برابر حق بھی دینا شروع کر دیا حضرت علی حق مدار

یا مزید پیچے مگر غلط جانے گیا کیونکہ بلند اہل شان قرار دیئے پر مسلمان ارشاد
خوب فیصلہ: رائے نیک نیتی سے دیا کرتے چنانچہ جناب عراق عجم آپ ہی
کی مشورے سے ہوئی اور آپ ہی کے انتخاب سے نعمان بن مقرن اور حذیفہ
بن الیمان جہاد پر بھیجے گئے مال غنیمت بھی اتنا تھا کہ مسلمان مالامال ہو گئے
صرف ایک آتش کدہ سے اتنا جواہر ہاتھ لگا کہ جس کا خمس چار کروڑ کو فروخت ہوا
تھا حضرت شہربانو اسی جہاد میں داخل اسلام ہوئیں۔ نیز ہرمز مجوسی قاتل حضرت
عمر بھی اسی جنگ میں گرفتار ہو آیا تھا فتوحات فارس میں اسی فتح کا نام
فتح الفتوح ہے۔ فتح بھی ایسی فتح کہ پھر عجم کو عرب سے مقابلہ کی جرأت نہ ہوئی
اسی طرح جب حضرت عمر بیت المقدس کی فتح و کشائی کو تشریف لے چلے تو
مدینہ میں اپنی حکومت کا چارج حضرت علی کو دیتے گئے مگر احتیاطاً یہ فرمائی کہ
حکومت حضرت علی کے سپرد کی۔ اور حضرت علی کو اپنے پیچھے اپنی جگہ آگے کی
نگرانی میں دیا فرماتے گئے کہ حکومت حضرت علی کے سپرد ہے حضرت عثمان
تمہارے حوالے ہیں اور میں خدا کو سونپتا ہوں دور فاروقیہ میں عدم الفرصت
ہونے کے لئے فتاوی کا دشوار کام اور اچھے رہنے کو قضا کا کثیر الشغل منصب بھی
حضرت علی کے سپرد تھا۔

یوں تو بنی امیہ اور آل عبد الدار شہنشاہیت سے بنی ہاشم کے مقابل اور
خلاف تھے مگر بدر و احد کی شکستوں سے زور ٹوٹ گیا تھا البتہ دلوں پر

ذوالفقار علی کے جرگے موجود تھے قتل اعزا کے زخم آئے تھے غم و غصہ سے جلے بھنے قصاص کی آگ انتقام کی چنگاریاں سینوں میں دبائے خون کے پیاسے تھے دبے رہتے تو آئندہ خونریزیاں اس حد تک نہ پہنچتیں حضرت عمر نے حکومت پر قابو پاتے ہی پہلے ہاشمیوں کا زور توڑ دیا نظام حکومت سے آل ہاشم کے تعلقات اٹھا دئے دربار میں اُن کے بہی خواہوں کو دھنسنے نہیں دیا دفاتر اور مالی و ملکی محکمے بنی ہاشم سے محفوظ رکھے افواج کی جانب تو پرچھائیں بھی نہ پڑنے پائی برخلاف اس کے بنی امیہ کی دبی دبائی قوت کو اُبھارا۔ زیاد بن ابوسفیان کو اپنا میر منشی بنایا یزید و معاویہ پسران ابوسفیان کو شام کا گورنر کیا۔ اُن کے حلیف اور بنی ہاشم کے قدیم معاند آل عبدالدار کو افواج کی سرداریاں ملک کی امارتیں تفویض فرمائیں جلتے چلاتے بنی امیہ کے میر خاندان حضرت عثمان کو ترکیبوں سے خلیفہ بنا گئے۔

حقیقت میں خلافت کے بانی اور خلیفہ گر حضرت عمر تھے سقیفہ میں خلافت انھیں نے اپنے دست مبارک سے قائم فرمائی ابوبکر کو خلیفہ بنایا آپ نے حضرت عثمان کو بنا گئے آخری وقت وصیت فرمائی کہ خلافت ان چھ آدمیوں میں منحصر رکھنا۔ علی، زبیر، طلحہ، سعد وقاص عبدالرحمن عوف، عثمان، علی کے مزاج میں مزاح ہے اور خلافت کے بیحد حریص ہیں اپنی جان کی قسم تم اُن کو خلیفہ نہ بناؤ گے اگر

رہو گے تو یقیناً چاہے تم خوش ہو یا ناخوش وہ تم کو امر حق پر چلائے
پر رہیں گے۔ جس شخص کو خلافت کی اتنی ہوس ہو اُس کو یہ منصب
دینا ہی مناسب نہیں ہے۔ زبیر کج اخلاق ہیں۔ طلحہ متکبر اور رکیک الطبع
ہیں۔ سعد اچھے سپاہی ہیں مگر اس کام کے لائق نہیں ہیں۔ عبدالرحمن
نیک ہیں مگر کمزور ہیں۔ ہاں عثمان اس لائق ہیں مگر ڈر ہے کہ آل ابی معیط
کو لوگوں پر مسلط نہ کر دیں۔ وصیت میں خلافت کے لائق ہونے کے لئے حضرت
علی کا نام بھی برائے نام گنا دیا۔ مگر ان کا رد بھی سمجھا دیا۔ اور حضرت عثمان کے
خالہ زاد بھائی عبدالرحمن عوف کو خلیفہ بنانے کا دوہرا اختیار دے گئے۔ اور
اپنے بھانجے صہیب کو وصیت فرمائی کہ جو شخص اس انتخاب سے اختلاف کرے
اس کو قتل کر دینا۔

۲۶ ذی الحجہ سنہ ۲۳ھ کو جب خنجر فیروزی سے حضرت عمر کا خاتمہ ہو گیا تو
عبدالرحمن عوف نے حضرت عمر کی بنائی ہوئی اسکیم سے شوریٰ کی مجلس مرتب کی
امیدواران خلافت انتخاب کے واسطے جمع ہوئے۔ جناب صہیب حسب وصیت
تلوار لے کر کھڑے ہو گئے۔ سب نے عبدالرحمن عوف کو چیئرمین بنایا۔
انہوں نے پہلے حضرت علی سے پوچھا کہ تم کو خلفائے گزشتہ کے روش پر چلنا
منظور ہے؟ حضرت علی نے صاف انکار کر دیا۔ فرمایا کہ خدا کے احکام
اور رسول کی متابعت کروں گا

حضرت عثمان سے پوچھا انھوں نے حضرات ابوبکر و عمر کی پیروی کا اقرار کرلیا۔ عبدالرحمٰن نے ہاتھ بڑھا کر بیعت کی۔ منکر ہاتھ بیعت کو بڑھنے لگے حضرت علی نے بیعت کا طرز عمل دیکھ کر فرمایا۔ یہ آج پہلا دن نہیں ہے جو تم لوگوں نے مل کر اہلبیت رسول پر غلبہ کیا ہے۔ خیر! صبر بہتر ہے۔ اے عبدالرحمٰن خدا کی قسم تم نے عثمان کی بیعت اس لئے کی ہے کہ امر خلافت بنی امیہ کی جانب پھر جائے، یہ کہتے ہوئے باہر نکل آئے، مقداد نے کہا اے ایکا کرنے والو! تم نے جس سے دین کی دولت دنیا کی ثروت دونوں پائیں امر خلافت کو اسکی عترت سے پھیر کر کدھر لئے جا رہے ہو، جس طرح تم اسکے اہل سے چھین کر غیر اہل کو دے رہے ہو یقین رکھو کہ خدا تم سے لے کر تمھارے غیر کو دیدے گا۔ اے عبدالرحمٰن تم نے علی کو ترک کیا حالانکہ اُن سے بڑھ کر نہ کوئی اعلم ہے نہ اقضیٰ بالعدل نہ اُن سے زیادہ کوئی ذی تقا عبدالرحمٰن نے کہا آپ لوگ اِس کا کچھ خیال نہ فرمائیں۔

خلافۃ حضرت عثمان کے خلیفہ ہوتے ہی بنی امیہ کی بن آئی، ہر طرف کے قرابت داروں نے آکر اُن کو چاروں طرف سے گھیر لیا، تھے یہ بھی بہت سیر چشم بیت المال کے توڑوں کا منہ کھول دیا اور بنی امیہ کے گھر بھر دیے، اپنے چچازاد بھائی حکم بن عاص مردود بارگاہ رسالت کو بلا کر اپنے ظل حمایت میں پناہ دی، بیت المال سے سو ہزار دینار عنایت کئے، اُنکے

فرزند مروان بن حکم راندۂ درگاہ نبوی کو اپنے قرب و قرابت سے سرفراز فرمایا دامادی کا خلعت عطا کیا پایۂ تخت کا مشیر الکلام کا میر منشی دربار کا وزیر بنایا جواہرات کسریٰ اسلام کے بیت المال سے نکلوا کر ان کی بیوی (اپنی بیٹی) کو پہنادئے (حق فاطمہ) فدک کا خالصہ جاگیر میں دیا امیر الامرائی کے منصب جلیل پر ممتاز ہوئے مزید براں خمس غنائم افریقہ ۵ لاکھ دینار نقد عنایت ہوئے خلافت کی مُہر حکومت کا قلمدان سپرد ہوا اندر باہر سیاہ سفید کے مالک ہو گئے

حضرت عثمان کی کمزوری سے مروان کی قوت روز بروز زور پکڑتی گئی ان کے بھائی حارث بن حکم کو (حق العباد) راندۂ و مہجور کی معافی لی ۱۰ لاکھ درہم مدینہ سے دہکی دلوائی دربار نبوت کے جہنمی لقب ولید بن عقبہ اپنے مادری بھائی ولاکر انکو عمار یاسر کی جگہ کوفہ کا حاکم کیا۔

واجب القتل عبداللہ ابن ابی سرح اپنے رضاعی بھائی کو افریقہ کا گورنر بنایا عبداللہ ابن عامر اپنے خالہ زاد بھائی کو بصرے کی حکومت دی عبداللہ ابن اسید اپنے بھتیجے کو تین لاکھ درہم عنایت کئے عبداللہ بن خالد اپنے چچا زاد بھائی کو ایک لاکھ دینار عطا فرمائے صوبوں کی امارت پر بنی امیہ دربار میں بنی امیہ گرد و پیش بنی امیہ جدھر دیکھو اُدھر بنی امیہ سر دربار بنی امیہ کے سردار ابوسفیان نے پکار کر کہا ہاں! اے بنی امیہ!! لینا ہاتھوں ہاتھ اس بادشاہی کو

نسم ہے نہ حساب ہے نہ عذاب نہ حشر ہے نہ قیامت نہ بہشت ہے نہ دوزخ نہ وحی آئی نہ فرشتہ محض بنی ہاشم کا بنایا ہوا گورکھ دھندا ہے ملک گیری کی چال دین کی آڑ میں دنیا حاصل کرنے کا ذریعہ ہے اس نثر خوانی کا صلہ دربار خلافت سے ۲۲ ہزار نقد ملا۔ ان کے فرزند عالی مقام کو ملک شام کا نیا فرمان عطا ہوا۔

حضرت علی سے نئی مخالفتوں کی پہلی بسم اللہ

شجاع مسجد میں حضرت عمر کو خنجر مار کر نمازیوں کی صفوں کو چیرتا پھاڑتا بھاگا جس نے روکا اُس کو خنجر مارا ۱۲ آدمی گھائل ہوئے ۶ کو جان سے مارا ایک شخص نے چالاکی سے اپنا کمل شجاع پر ڈال دیا شجاع نے خود کو کمل میں الجھا پایا اپنا کام آپ تمام کر دیا خلیفہ اول کے صاحبزادے عبدالرحمن نے شجاع کا خنجر اٹھا لیا عبیداللہ بن عمر کو دکھا کر کہا یہ خنجر کل میں نے ہرمزان کے ہاتھ میں دیکھا تھا جب کہ وہ جفینہ کے گھر جا رہا تھا عبیداللہ انتقام خون پدر میں مدہوش تھے سرہنگی کا بھی جوش تھا غصہ میں آپے سے باہر ہو گئے آؤ دیکھا نہ تاؤ ہرمزان اور جفینہ کو ان کے گھروں میں گھس کر مار ڈالا حضرت عثمان جب سریر خلافت پر جلوہ فرما ہوئے تو ہرمزان اور جفینہ کے ورثا نے استغاثہ دائر کیا۔ حضرت عمر کا اصل قاتل ابو لولو شجاع نرسی تھا۔

وہ آپ خودکشی کر چکا تھا ۔ ہرمزان اور جفینہ پر شبہ ہی شبہ تھا جس پر نجابت آزمائی ہو گئی ۔ دعویٰ دائر ہونے سے حضرت عثمان سخت متردد ہوئے ۔ ادھر خلیفہ زادوں کا غم دیان ادھر جفینہ اور ہرمزان کا خون ناحق ۔ حامیوں سے طرفداروں کا اژدہام صحابہ سے رائے لی وہ بھی جانب داری سے خالی نہ تھے ۔ خلیفہ زادے کا اس قدر بے گناہوں کے خون کا قصاص واجبی ۔ کریں تو کیا کریں حضرت علی سے فتویٰ لیا ۔ آپ نے ہرمزان کا خون عبید اللہ پر عائد کیا ۔ اس بے لاگ فیصلہ پر جماعت فاروقیہ برہم ہو گئی ۔ حضرت عثمان کو بھی بہت یاد ہوا کہ اپنے پاس سے خون بہا دیا ۔ اور محسن زادے کی جان چھڑائی ۔ عبید اللہ بن عمر حضرت علی سے کشیدہ ہو کر معاویہ سے جا ملے ۔ اور صفین میں باغیوں کے ساتھ لڑنے لگے ۔ ان کے بڑے بھائی عبد اللہ بن عمر تمام عمر حضرت علی کی بیعت سے دست کش رہے ۔ آخر وقت یزید قاتل حسین کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر انجام بخیر کیا

دوسری حالت ۔ آنحضرت کے جلیل القدر صحابی ابو ذر غفاری جو نہایت متقی اور صادق القول تھے ۔ پہلے تو ادھر سے ادھر شہر بدر ہوا کئے ۔ پھر سیاست کے لئے معاویہ کے پاس شام بھیجے گئے ۔ ان کو دربار معاویہ کی پابندی معاویہ کو ان کی زبان کی آزادی بہت کھلی ۔ یہ خاندان رسالت کے طرفدار تھے ۔ شامیوں میں بیٹھ کر علی کے حقوق و فضائل کا تذکرہ کیا کرتے ۔ معاویہ کو یہ گزرا حضرت عثمان کو شکایت لکھ بھیجی کہ ابو ذر کی وجہ سے شام میں انتظام حکومت کو

ضرر پہونچ رہا ہے آپ نے حکم دیا کہ بنا قیام در مقام حضور میں بھیجدو معاویہ نے اُنکے لئے اونٹ
گھٹیرے یالان . بدخو ساربان کی حراست میں مدینہ روانہ کیا ضعیفی کا عالم دن
رات کی جاگ اونٹ کی کوڈھبی چال پالان کی زحمت سے رانوں کی
چربی نکل آئی ساربان کی ترش روئی سے دل میں زخم پڑ گئے حاضر دربار ہو
تو سخت کلامی سے ناک بھوں کا گیا ابوذر نے کہا سچ فرمایا ہے آنحضرت نے
کہ جب اولاد ابوالعاص بن امیہ گنتی میں دنوں کے برابر ہوجائیں گے
دینِ خدا میں خیانت کرینگے بندگانِ خدا کو چاکر بنائینگے اُن کے مال
سے اپنے گھر بھر لیں گے خدا کی پناہ اُن سے حضرت عثمان نے حضارِ
مجلس سے پوچھا کہ تم لوگوں نے یہ حدیث آنحضرت سے سُنی ہے سب نے ابوذر کو
جھٹلا دیا دربار کی ہوا گھوم گئی جو جانتے تھے وہ بھی مکر گئے حضرت علی
تشریف لائے اُن سے بھی دریافت کیا گیا آپ نے فرمایا میں نے آنحضرت
کی زبان مبارک سے خود تو نہیں سُنا مگر ابوذر کہتے ہیں تو ضرور سچ ہے
کیونکہ آنحضرت سے یہ ضرور سُنا ہے کہ ابوذر زمانے بھر کا سچا ہے حضرت
عثمان نے کہا یہ پیر کذاب فساد کے لئے فتنے برپا کرتا ہے اس کو شہر
سے نکال دینا چاہئیے حضرت علی نے فرمایا کہ بوڑھے ابوذر کو نہ ستاؤ
اگر غلط کہتا ہے اس کا وبال اُسکے سر اگر سچ کہتا ہے تو بات
سامنے آئے گی اور ہو کر رہے گی حضرت عثمان کو غصہ آگیا فرمایا تمہارے

ہوئی خاک حضرت علی نے ارشاد کیا کہ بے انصاف تم معاویہ کی حمایت
رسول خدا کے دوست کو برا بھلا کہتے ہو کھانے پر گرتے ہو تمھارے منہ
میں تو خاک عثمان نے علی کو تو کچھ جواب نہ دیا مگر ابا ذر سے فرمایا میرے
شہر سے نکل جاؤ حضور خلافت سے ابوذر کو جلا وطنی اور صحرائے ربذہ میں
مستدام کا حکم ملا اُن کے وداع کرنے کی عام ممانعت ہوئی ابوذر جو دن کے
وقت میں مدینے سے نکالے جانے لگے تو حضرت علی مع بنی ہاشم ملنے کو
تشریف لے گئے مروان نے بے ادبی سے روکا آپ نے جھڑک دیا کہ دور ہو
ہی اور اسکے اونٹ کو ایک چابک رسید کیا مروان حضور خلافت میں آکر
ہتک حرمت کے فریادی ہوے شام کو حضرت علی ملنے آئے تو
حضرت عثمان نے چھوٹتے ہی لجے لہجہ میں شکایت کی کہ تم نے میرا حکم روکا مروان
کے اونٹ کو مارا اس کو جھنجی بنایا۔ آپ نے فرمایا میں نے تمھارا
حکم نہیں روکا، بلکہ مروان نے مجھے روکا، میں نے اُسے ہٹا دیا،
پھر تمھارا حکم اگر امر حق کے خلاف ہو تو کیا میں اُس کا بھی اتباع کروں، میں نے
اُن کے اونٹ کو تازیانہ مارا ہے، زیادہ بریں نیست میرا اونٹ باہر موجود ہے
وہ بھی میرے اونٹ کو ایک چابک مار دے، ہاں جابجا منہ سے نکالے گا تو
ویسے جواب دونگا اور اُس سے بڑھ کر تم کو کہونگا جو جھوٹ بھی نہ ہوگا۔
حضرت عثمان غصہ سے لال ہو کر گھر میں چلے گئے، دوسرے روز دربار میں شکایت فرمائی۔

علی میرے عیب گیروں کے مددگار ہیں۔

مزید مخالفت حضرت عثمان کے مادری بھائی ولید بن عقبہ بن ابی معیط کوفے میں گورنر تھے شراب پی کر نشہ میں نماز پڑھائی بزرگان کوفہ نے دربار خلافت میں شکایت کی سب کے سب طلب ہوئے گواہ گزرے ثبوت پہونچا۔ جرم ثابت ہوگیا حضرت علی سے فتوی لیا گیا۔ آپ نے بلا رورعایت سزا کا فتوی دیا ولید اور اُنکا قبیلہ آل معیط آزردہ ہوگیا حضرت عثمان کو بھی گران گزرا

حضرت عثمان نے اپنے ذوی القربی کا بہت خیال کیا۔ بیت المال سے اُن کو مالامال کردیا لوگوں نے اعتراض کیا تو فرمایا کہ یہ تو مال دنیا ہے اگر بہشت کی کُنجیاں میرے ہاتھ اختیار ہوتیں تو میں بنی امیہ کو دیدیتا اُن کی ناک خدا خاک پر رگڑے جن کو ناگوار ہو۔ اس عطا کو خطا بتانے پر آنحضرت کے جلیل القدر صحابی عمار یاسر کی بُری گت بنائی گرا کر اُن کے انثیین اپنے پیروں سے روند ڈالے۔ بنی امیہ کے خلاف حدیث بیان کرنے پر جنتی ابو ذر غفاری کو جلا وطن کیا۔ کھری بات پر مالک اشتر کو پہلے ادھر اُدھر شہر بدر کیا۔ پھر رگ گردن نرم کرنیکے لئے معاویہ کی حراست میں دے دیا حفاظت قرآن پر علم قرآن کے رکن اعظم عبداللہ ابن مسعود کی پسلیاں توڑیں معز کعب بن جبیب کو کوڑوں سے پٹوایا بنی امیہ کی بے عنوانیوں سے اکثر

حوب بیدل نے مجالس عثمانیہ میں جانا ایک قلم چھوڑ دیا۔ عمار بن شوری نے
رات علی کے صلاح و مشورت سے ہاتھ کھینچ لیا۔ مسجد نبوی کی صحبت و دربار
نبوت کی شرکت ترک کر دی۔

زید بن ثابت کے مشورے سے قرآن مرتب فرما چکے تو اِدھر اُدھر کے
لکھے ہوئے قرآن جلا ڈالے۔ اس پر بعض صحابہ برہم ہو گئے۔ شکایت سنتے سنتے
خلیفہ گر عبدالرحمن بن عوف بھی اکتا گئے۔ ملنا جلنا قطعاً چھوڑ دیا۔ سعد
ابی وقاص بھی بگڑ گئے۔ سعید عامل کوفہ نے حکومت کے زعم میں ان کے بھتیجے
ہاشم بن عتبہ کا گھر جلا ڈالا۔ سعد نے حضرت عثمان سے شکایت کی۔ سعید کی
پاسداری سے حضرت عثمان نے بات کو ٹالنا چاہا۔ سعد نے جھنجلا کر سعید کا
گھر مدینہ میں جلا دیا۔ اور غصے سے الگ ہو کر گھر میں بیٹھ رہے۔ عمال کی
بداعمالیوں سے رعایا طلملا اٹھی۔ ہر طرف سے چیخ پکار۔ ہر دیار و جانب سے فریادیں
آنے لگیں۔ سعید بن العاص کے غرور و نخوت۔ عبداللہ عامر کے ناگوار طرز عمل
عبداللہ ابن ابی سرح کے ظلم و جور سے عاجز آ کر مصر۔ بصرے۔ کوفے کے
باشندوں نے پایۂ تخت خلافت کو آ گھیرا۔ مصر کی معزولی سے جھلا کر عمر عاص
نے حضرت عثمان کی بہن ام کلثوم کو طلاق دیدی۔ اور مصریوں سے ساز کیا۔
اسی زمانے میں شام کے گورنر معاویہ حضرت عثمان سے ملنے آئے۔ دارالخلافت
کو آشوب خلیفۂ عصر کو نرغے میں گھرا پایا۔ ٹال کر شام کو چلتے پڑے

باغیوں کے جتھے کئی دن تک شہر میں گھومتے رہے جمعہ کے روز سب مسجد
میں گھس آئے اور عمر عاص کو سرغنہ بنا کر عمال کے دست جور کے فریادی ہوئے
حضرت عثمان نے معذرت کرلی اصلاح کا وعدہ کیا اُن کی شورش کم ہوگئی،
مسلمانوں کا ناراض گروہ حضرت عثمان کی عذرخواہی پر کسی قدر پسیجا انکے
منتخب لوگ مکان پر ملنے آئے مروان ہر وقت کے درمیان تھے بار بار نوبت
بدکلامی اور ترش روئی سے پیش آئے وہ لوگ الٹے زیادہ ناراض ہو کر الٹے پاؤں
پلٹے اور پہلے سے زیادہ اودہم اٹھایا حضرت عائشہ کا وظیفہ کچھ کم کردیا تھا
اسلئے وہ بہت ناراض تھیں اُن کے والد کے مرتبہ قرآن صدیقی کو دیگر
قرآنوں کے ساتھ جلوادیا، اسپر اور برافروختہ ہوگئیں غصہ میں حکم لگا کر
(کہ قتل کرو اس کافر نعثل کو) حج کو تشریف لے گئیں حضرت زبیر نے کوفہ والوں
کو اشارہ کردیا عمر عاص نے مصریوں کو اُبھار دیا، طلحہ حضرت کے بلوائیوں
کے ساتھ ہوئے. سب نے متفق ہو کر دار الخلافت کو گھیر لیا جب یورش زیادہ
ہوئی تو حضرت عثمان نے معاویہ کو امداد کے واسطے لکھا انھوں نے سماعت کی
حضرت علی کو بلا کر اعانت چاہی آپنے حضرت عثمان سے مروان اور عبداللہ
ابی سرح کی معزولی اور بد اعمال عمال کی موقوفی کا اقرار لیا باہر آکر باغیوں کو
سمجھایا شورش دھیمی پڑی بلوہ فرو ہوا حضرت علی کے مشورے سے مروان
اور عبداللہ بن ابی سرح معزول ہوئے اور محمد بن ابا بکر کو مصر کی گورنری کا

مان لیا۔ اس انتظام سے مصر والے بہت خوش ہو گئے کوفے اور بصرے والوں کی امید بڑھی مدینہ والے بھی مطمئن ہوئے شہر میں امن و امان ہو گیا۔ گویا ان کے روزنے کھل گئے کاروبار جاری ہوئے عمرو عاص امارت مصر سے مایوس ہو کر فلسطین چلے گئے۔

محمد بن ابا بکر فرمان لے کر فلسطین بجائے مصر روانہ ہوئے۔ غضب یہ ہوا کہ حضرت عثمان نے حضرت علی سے اقرار کے بعد مروان کی معزولی مسترد کر دی بدستور قلمدان حکم الکلام مروان کے ہاتھ اختیار رہا جس سے بلائے عظیم کا سامنا ہوا مروان نے عبداللہ ابن ابی سرح والی مصر کو حضرت عثمان کی طرف سے خط لکھا کہ مصر کے باغیوں نے پایۂ تخت خلافت میں آ کر بلوا مچایا تھا۔ ہم نے ان کو ٹالنے کے لئے تمہاری معزولی اور محمد بن ابا بکر کو ماموری کا فرمان لکھ دیا ہے۔ جس وقت محمد بن ابا بکر معزولی کا فرمان تم کو دیں قبول نہ کرنا ان کو مع ان کے ساتھیوں کو بانواع عقوبت قتل کرا ڈالنا اور بدستور منصب پر برقرار رہنا۔

مروان کو حضرت عثمان کی مہر سے مزین کیا ان کے غلام ثرہ کو انھیں کے مخصوص سواری کا اونٹ دے کر ذبل جال (دوہری منزل) کی تاکید سے مصر روانہ کیا۔ اتفاق سے تیسری منزل میں مصر والوں نے غلام کو راہ گزرتے جاتے دیکھا پکڑ بلایا غلام کو جانتے تھے اونٹ کو پہچانتے تھے غلام سے

پوچھا کہاں جارہا ہے؛ کیا کام ہے؟ غلام نے کہا مصر جارہا ہوں کام بتانے کا حکم نہیں ہے محمد بن ابا بکر کا اونٹ تھا غلام کی تلاشی لی پانی کی چھاگل میں سر بند شیشی کے اندر فرمان تھا نکال کر پڑھا گیا تو سنگر سناٹے آ گئے، سب کے سب غصہ میں آگ بگولا ہو کر پلٹے غلام کو بھی پکڑتے لائے راہ میں کوفے والے بھی جانے مل گئے مصریوں کے ساتھ ہو لئے مدینہ پہونچ کر صحابہ کو مطلع کیا شہر میں تہلکہ مچ گیا سب مجمع ہو کر حضور خلافت میں آئے فرمان پیش کیا واقعہ دوہرایا حضرت عثمان نے کہا بے شک غلام میرا اونٹ میرا مُہر میری مگر لکھا مروان کا ہے۔ اور بخدا میرے حکم سے نہیں لکھا ہے اُن لوگوں نے مروان کو مانگا حضرت عثمان نے دینا منظور نہیں کیا نہ اُن سے باز پرس فرمائی اس کے بعد مروان کی معزولی مسترد کر دینے پر حضرت علی سے بھی سخت کلامی ہو گئی وہ مجلس عثمان سے آزردہ خاطر ہو کر اُٹھ آئے اور عہد کیا کہ اب کسی معاملہ میں دخل نہ دینگے بلوائیوں نے گھر گھیر لیا آمد و رفت روک دی پانی بند ہو گیا حضرت علی نے سنا تو حسنین کے ہمراہ مشکیں بھجوا دیں طلحہ نے بلوائیوں کو بڑھا بنی تیم کو ساتھ لے کر عثمان کے کوٹھے پر چڑھ آئے حضرت عثمان نے حضرت علی کو لکھا کہ میرا قتل ہی منظور ہے تو تم خود کر ڈالو کہ بھلا ہو یہ موقع نہ دو کہ پسر حضرمیہ (طلحہ) میرا خون بہائے حضرت علی اُٹھ کھڑے ہوئے۔ بنی ہاشم ساتھ ہوئے۔ بنی تیم نے سنا کہ علی آرہے ہیں۔ سب کے سب طلحہ کو چھوڑ

کی ہوئے تھی کہ بلوائی روانہ ہوگئے تو لوٹتے ہی آ گئے آخر حضرت عثمان نے حضرت علی
بات رفع دفع ہوگئی حضرت علی اس شرارت سے بگڑے تب سے روز ہنگامہ مچا
حضرت علی نے حسنین کو حضرت عثمان کی امداد و حفاظت کو بھیجا حضرت
عثمان نے صاحبزادوں کو سمجھا کر واپس کردیا۔

بلوائی جب فریادی آئے تھے تو اپنے اپنے عاملوں کے شاکی تھے فرمان
سے برہم ہوکر مروان کے قتل کے خواہاں ہوئے مروان کو حضرت عثمان نے بچایا اور
لیا۔ تو حضرت عثمان کی جان کے خواہاں ہوگئے مصر سے کچھ ادھر ہی آن
پہنچے کہ تب تک امداد آ گئی ایک لشکر میں ایک ہزار سوارے کر آ دھمکے
۔ ذی الحجہ کو سات آدمی دیوار پھاند کر قصر عثمانی میں گھس آئے
پہلے ایک شخص نے مروان ہی کو تاکا وہ بھاگ کر عورتوں میں چھپ گیا۔
پھر حضرت عثمان کی جانب بڑھے ان کو تنہا پایا بمقتضائے شجاعت و
شرافت ہاتھ نہ اٹھایا حیا سے آنکھ نیچی کرلی منہ پھیر کر ہٹ آئے

محمد بن ابوبکر نے حضرت عثمان تک پہنچ کر بے ادبانہ ریش مبارک
پکڑ ڈالا۔ کچھ دو بدو گستاخانہ گفتگو کی پھر سنان کی نوک سے کان پر
ٹھوکا دیا کہ آپ کے گوش مبارک سے خون نکل آیا۔

کنانہ بن بشر نے تلوار اٹھائی ۔ غافقی مصری عبدالرحمن قیصرہ اور
انہیں لوگوں میں سے کسی نے خاتمہ کردیا ہنگامے میں واللہ اعلم کس کی تلوار

کام کر گئی اور حضرت عثمان کی بی بی نے بچانے کے لئے ہاتھ اٹھایا اُنکی بھی
دو انگلیاں شہید ہو گئیں، مروان۔ سعید۔ ولید اور اکثر غلام گھر میں موجود تھے
کوئی آڑے نہ آیا بلوائی کیواڑ جلا کر گھر میں گھس آئے لاش نکال کر باہر ڈالدی
لوٹیروں نے گھر کا مال لوٹا اُٹھائی گیروں نے اسباب جٹا طلحہ نے بیت المال
کا صفایا کیا غداروں نے تین روز تک لاش اُٹھنے نہ دی کتوں نے میت
کی دُرگت بنائی حضرت علی نے سُنا تو اس مخالفت کو روکا۔
چوتھے روز جانوروں کی نوچی کھسوٹی لاش تین دن کی بگڑی میت بُری گت
سے اُٹھائی گئی مسلمانوں نے اپنی قبرستان میں دفن نہ ہونے دی مجبوراً
حش کوکب کی خاک میں بے غسل و نماز چھپا دئے گئے پانچ روز تک اسلام
بے خلافت اور مسجد نبوی بے امامت رہی حضرت عثمان کے قتل ہوتے ہی
لوگوں نے حضرت علی سے بیعت پر اصرار کیا۔ آپنے دین میں دنیا کا لگاؤ دیکھا
انکار فرمایا بصرے والوں نے طلحہ کو تجویز کیا کوفے کے عوام زبیر بن عوام پر
ریجھے مدینے کے باشندے سعد بن وقاص کی جانب مائل ہوئے۔ مگر انصار
و مہاجر مصر کا گروہ کوفے کے اکابر حضرت علی کی بیعت پر اڑے رہے۔
ایسی یورش کی کہ کشمکش میں آپ کی ردا پھٹ گئی، نعلین ٹوٹ گئیں ہجوم
میں حضرات حسنین کچل گئے، حتی کہ خلافت کے لئے جو نتیجے عثمان کے ہوئے
وہی سامان انکار خلافت میں علی کے واسطے نظر آنے لگے بعض جوش جہالت

میں کہہ اٹھے کہ خلافت کا ظلوم آپ کے تعین کے واسطے ہو رہا ہے۔ آپ نے سرکشوں کی سخت گیری سے مجبور ہو کر فرمایا اگر تم مجکو اپنے اوپر حکمران بنانا چاہتے ہو تو میں تمہارا محکوم بن کر رہوں گا۔ اور بغیر طلحہ اور زبیر کی بیعت کے خلافت کی آفت کو اپنے سر نہ لونگا ان لوگوں نے طلحہ اور زبیر کو بلایا یہ دونوں خود خلافت کے رئیس تھے۔ مگر ملک کی بدنظمیاں حکومت میں طوائف الملوکی مضرتوں کے ازدحام دربے خدسے خائف ہو کر تائب ہو بیٹھے تھے۔

۱۰ ذی الحجہ ۳۵ھ[1] جمعہ کے روز مسجد میں سب کا مجمع ہوا حضرت علی کو بھی لے گھیر لائے بیعت کی التجا کی آپ نے فرمایا معاف رکھو مجھے خلافت کی حاجت نہیں ہے طلحہ اور زبیر تم میں موجود ہیں ان کی بیعت کرلو میں بھی راضی ہوں طلحہ نے مخاطب ہو کر فرمایا کہ خلافت کے لئے تم زیادہ موزوں ہو۔ طلحہ نے کہا ابوالحسن! تمہارے ہوتے معاذ اللہ مجھے کیا حق ہے۔ اور آگے بڑھ کر ہاتھ تھام لیا زبیر نے بھی ہاتھ بڑھایا مگر آپ خلافت کی قباحت کو خوب سمجھے ہوئے تھے راضی نہ ہوئے طلحہ اور زبیر نے بہت اصرار کیا، الغرض بعد ردوبدل ان دونوں نے شدید قسمیں کھائیں اور بیعت میں سبقت کی مصروانے ہر طرف سے ٹوٹ پڑے، تمام مہاجر و انصار و اصحاب نے بیعت کی۔ مگر

---

[1] حسن اتفاق سے ۱۰ ذی الحجہ ۳۵ھ وہی تاریخ وہی دن ہے جب کہ آنحضرت نے غدیر خم کے مقام پر ۱۰ ہجری میں حضرت علی کو ولیعہد بنایا تھا۔

سعد وقاص نے کہا میں اُس وقت بیعت کرونگا جب غیر حاضر بھی بیعت کر چکیں گے
اور ضمانت دے کر مخالفت سے مطمئن کر دیا،

عبداللہ بن عمر بھی دست کش رہے لوگوں نے اُن کو گھیرا اور ضمانت
چاہی حضرت علی نے فرمایا جانے دو انکا میں خود ضامن ہوں یہ سوتے
جاگتے یکساں ہیں،

گروہ معتزلہ جو دورِ عثمانیہ میں وصول صدقات پر متصرف تھا روپوش رہا،
بعض اصحاب نے بھی علیٰحدگی اختیار کی مروان سعید ولید منہ چرائے بھاگتے پھرے
غرضکہ خاندان فاروقیہ اور گروہ عثمانیہ اور آل عبدالدار نے بیعت نہیں کی،
بنی امیہ کی سیدنی مدینہ سے شام کو اسی دن سے چلنا شروع ہو گئی مروان سعید
ولید ہنوز موجود تھے حضرت علی نے طلب فرمایا بیعت سے مخالفت کی وجہ
پوچھی ولید نے کہا ابوالحسن! کس دل سے تمھیں دوست رکھیں کس امید پر
تمھاری بیعت کریں بدر میں ہمارے بزرگوں کو مارا احد میں ہمارے سرگردہوں
کا قلا تما کیا۔ دلوں میں گھاؤ کلیجوں پر داغ ہیں۔ مجھے سزا دلائی، مروان کی
موقوف سعید کو معزول کرایا، تمام بنی امیہ کے حق میں جو کچھ کیا اچھا نہ کیا،
عثمان کو نرغۂ اعدا میں گھرا چھوڑا، گھر میں کشیدہ بیٹھے رہے۔ مدینہ کی بیہودہ
سینے کینے سے لبریز ہیں، کیونکر دل صاف کریں، مگر آپ کو جیسی بھیس بایا
سہم کر بیعت کر لی حضرت علی نے انکی مخالفانہ اقوال کے چرچے سنے۔ دلوں کیا

معافی بیانی، بلاکر فرمایا۔ تمہارے دل اگر خوش نہیں ہیں تو جہاں خوشی ہو
جاؤ میں مانع نہیں ہوں

خلافت ہوتے ہی پیچیدہ معاملات پیش آنے لگے۔ مدینہ کی ایک جماعت نے بلوہ والوں سے خون عثمان کا قصاص لینا چاہا۔ آپ نے فساد برپا ہونے کا خطرہ سمجھا کر سمجھا دیا۔ فرمایا تم لوگ اپنے اپنے ٹھکانوں بیٹھو۔ وارثان عثمان کو بھی بلاؤ۔ اُن سے کہنا مان لیا۔ استغاثہ دائر ہوا۔ نائلہ اور مروان گواہ دیا۔ نائلہ نے دو شخص قاتل بتائے۔ نام و نشان نہ بتا سکیں۔ مروان بیت سے منہ چرا کے بھاگے ہوا کئے۔ شہادت میں پیش نہیں ہوئے آپ نے قانون کی گرفتاری کو تحقیقات کی تکمیل پر موقوف رکھا۔ اور منتظمین کو ہدایت فرمائی کہ سب پسران عثمان میری بیعت کریں۔ سب مجھے بنا میرا بیٹا سمجھ مجھ سے انصاف کے طالب ہوں۔ اس کے بعد بیت المال کا جائزہ پر توجہ فرمائی۔ بیت المال میں حضرت عثمان کی سیر چشمی اور مروان کی دست درازیوں نے تھوڑا ہی کیا تھا۔ رہا سہا غدر کی لوٹ میں ظلمہ نے کھو دیا بد دست بردوں سے بچا کھچا خازن نے لا کر سامنے رکھ دیا۔ آپ نے مسلمانوں کو جمع کیا۔ فرمایا۔ مہاجرین و انصار کا دعوے ہے کہ رسول اور دین کی راہ میں ہم سب سے افضل اور اشرف ہیں بے شک صحیح خیال ہے۔ مگر جو اسلام کا تھوڑا حصہ مال غنیمت سے ملتا ہے اور بہت کچھ دربار عزت سے

فرداے قیامت کو ملے گا۔ خصوصاً پرہیزگاروں کے لئے تو بہتر اجر ہے
دنیاے ناپائدار اس کا محل جزا نہیں ہے، یہاں جس نے دعوت اسلام قبول کی
اور کلمۂ شہادتین پڑھ کر مسلمان ہوا۔ وہ اسلام کے جملہ حقوق اور حدود کا مستحق
ٹھہرا بیت المال کا مال تمام مسلمانوں کا حق ہے۔ سب پر یکسان تقسیم ہوگا۔
کسی کو کسی پر ترجیح نہیں ہے، محتاج ہو یا غنی۔ عربی ہو یا عجمی۔ غلام ہو یا
آزاد۔ پہلے کبھی ملا ہو یا نہ ملا ہو۔ اس تقسیم سے محروم نہ رہنے کا تم
مین سے جو لوگ دولت کے حریص، دنیا کے خواہان۔ ہوس مین آلودہ
نمائش میں غرق آسائش میں مدہوش آرام کے طالب قصرہاے نفیس اور
پر تکلف، پردہاے رنگین، زرق برق پوشاک نہرہاے مصفا سرسبز
شاداب درختوں میں دل خوش ہیں۔ اور مرکبہاے تند و تیز پر سوار ہوتے
ہیں۔ خدمت کو خوبصورت باندیاں زریں کمر غلام ریشانہ ٹھاٹھ اور
کروفر سامان عیش و راحت ادعاے حکومت ذرائع شان و شوکت رکھتے
ہیں کل جب وہ ممنوعات سے روکے جائیں اور حقوق واجب کے لئے بلائے
جائیں تو علی کو نام نہ رکھیں کہ ہمارے مراتب و فضائل سابقہ کا لحاظ نہیں کیا
یہ فرما کر ضروریات ملکی کے لئے کچھ حصہ نکال لیا باقی مال سب پر تقسیم کر دیا۔
ہر ایک اپنی قسمت کے تین تین درم لیکر انصاف کا مشکور ہوا۔ مگر سعید ابن
مردان جو سالہا سال سے آئین رسول و مساوات بین الاسلام کو بھول گئے تھے

رفیع المدارج کے عادی ہو گئے تھے یکسان تقسیم میں اپنا خسارہ سمجھے۔ مدینہ بھر میں انہی کی چہ میگوئیاں پھیلاتے پھرے۔ آپ کو اطلاع ملی، خاطر اقدس کو ملال ہوا، مگر تحمل فرمایا۔

۱۰ محرم ۸ھ جمعہ کی جماعت میں ممالک کے امراء، صوبوں کے عامل، منصب دار، قرابت داران رسول، مجمع عام تھا مخاطب فرمایا کہ ایمان والو! تم اما لوں آئی پر فرماں روا بنائے جاؤ گے خدا کو کسی حال نہ بھولنا۔ توحید کا پرچار، شرک کا انسداد، فرمان الٰہی کی تعمیل، ارشاد رسالت کی تکمیل کرنا رسم زمانہ کو مراسم جاہلیت سے روکنا۔ آئین اسلام پر خود چلنا دوسروں کو چلانا، اصول شریعت کو مقدم احکام الٰہی کو رہنما، عقل کو پیش رو، سچائی کو ہمدم نیکی کو دستور العمل بنانا قول و عمل میں مطابقت رکھنا، اپنے مراتب پر مغرور نہ ہونا کمزوروں کی خدمت گزاری پر مامور رہو۔ اپنی کارگزاریوں پر نازاں نہ ہونا تدبیر تقدیر (اتفاقات) کی ماتحت ہے، ملک سے باخبر مفسدوں سے ہوشیار رہنا سرداران قبیلہ کی عزت کرنا، ذی کمال اور اہل الرائے سے اپنی مجالس کو زینت دینا غیروں سے اخلاق، مہمانوں کی تکریم۔ نکوکار و خیر اندیشوں سے الفت ذی فہم اور اہل عقل سے صحبت صاحبان اثر سے ربط ضبط بیرونی جرگوں سے میل ملاپ رکھنا ملکی کاروبار کو مشورے سے کرنا نظام حکومت رعایا کی رضی، ماتحتوں کو خوش بدظنی سے قلمرو کو محفوظ رکھنا۔

جہلائے میل جول بے وقوفوں سے خلا ملا نہ کرنا کمینوں کو منہ نہ لگانا، نااہلوں کو سر نہ چڑھانا بازار یا بازاریوں میں نہ بیٹھنا ذاتی اغراض نفسانی خواہشوں کو روکے تھامے رہنا اوقات کو ضائع وقت کو رائگاں نہ کرنا عیش و عشرت میں مدہوش لہو لعب میں مستغرق بدعملیوں میں غلطاں پیچاں ہو جانا امراء عامل۔ صاحبان خراج۔ مالکان عشور۔ صاحبان احداث۔ قضات افسران افواج کو لازم ہے کہ عمال کے طرز عمل پر نگہیں، ماتحتوں کے بھروسے کام کو بالکل نہ چھوڑ دیں۔ موقع محل سے دیکھتے بھالتے رہیں، لغزشوں میں سنبھالیں۔ مگر ذرا ذرا سے کام میں خوردہ گیری، بات بات میں نکتہ چینی، کام کرنے والوں کو سخت گیری سے عاجز کارگزاروں کو اعتراضوں سے بددل۔ عملے کو بہتان بنان سے پریشان، خوش کرداروں کو تند مزاجی سے ناخوش نہ کریں۔ معمولی قصور پر چشم نمائی۔ سہو و خطا سے درگزر بھول چوک سے چشم پوشی کریں۔ خطائے عمد پر حیثیت کے اندازے سے سزا دیں سزا دیتے وقت مجرم کی جسمانی قوت اور مالی حیثیت کا اندازہ کریں غصہ میں اعتدال، خوشنودی میں میانہ روی اختیار کریں۔ رعایائے مراعات مزارعین کی نقادی سے امداد۔ آبپاشی کی فراوانی۔ زراعت کی توسیع۔ باغات کی سرسبزی۔ رعایا کی خوشحالی، باشندوں کے آرام کا بندوبست، تعین خراج کی تشخیص جزیہ کا تعین بازاروں کی دیکھ بھال،

ہے بنی سے لگائیں بقدرِ فواصل سے اور یں بے موقع سختی یا زیادہ ستانی ہرگز نہ کریں،

جن عہدہ داروں کو فیصلے، تقرر، معزولی، بحالی، ارسفی، بانٹنے، معافی دینے، بخشش کرنے کے اختیارات دیے جائیں۔ ان کو صفاتِ خشیت اور غیر جانب داری کی بہت ضرورت ہے۔ انصاف کے وقت اپنا، بیگانہ، امیر، غریب، شریف، رذیل، سب کو برابر جانیں، مستغیثوں کی دعوت بے روک ٹوک لیں، ستم رسیدوں کی فریاد توجہ سے سنیں، حق دار کا حق المسلم کی داد انصاف سے دیں، اثر سے دلائیں، ظالم کی خبر لیں، مظلوم کی حمایت کریں اہل حاجت کو نہ جھڑکیں، یتیموں کی خبر گیری، بیواؤں کی دست گیری، محتاج پر رحم، مصیبت زدہ کی دلداری، بیمار کی عیادت، ناامیدوں کی دلجوئی کریں یاس کو تسلی دلاسا دیں، بیکسوں کے پرسان حال رہیں، ضرورت مندوں سے سلوک ہوں مگر اسراف بیجا کا خیال رکھیں، عطائے بے محل سے بیت المال کو بچائیں، قوم کو کاہل، کاہلوں کو طماع، مفت خوروں کو مجہول، تندرستوں کو گداگری کا عادی نہ بنائیں، مجبور لاچار اپاہجوں پر خیرات کریں، خدمت کا معاوضہ دیں، حسن خدمت پر انعام بخشش روا رکھیں، نیک کاموں میں شرکت، دینی باتوں میں اعانت کریں، رفاہ عام میں مدد دیں، تعلیم کی امداد کریں، دانشوں کے معین، علماء کے کفیل حال رہیں، امکان ہو تو

سائل کا سوال رد نہ کریں۔ مگر ضرورت کی حقیقت سوال کا اندازہ مدنظر رکھیں
دیندار امیروں! سلطنتوں کے پیام ایلچیوں کے مقاصد سفیروں
کی رائے ماتحتوں کی عرضداشت واقعہ نگاروں کی اطلاع پرچہ نویسوں کی
خبر کان دھر سننا عمل کرنا توجہ بوجھ لینا یقین لانا تو تحقیق کر لینا واقعات
سے خود باخبر مجھ کو خبر دیتے رہنا صاحبان امر کو لازم ہے کہ قلمرو میں برابر دورہ
کریں ماتحتوں کی نگرانی ظلم و تشدد زیادتی کا انسداد رکھیں سفر میں سبکبار
جائیں بیگار میں مزدور اونٹ، گھوڑے، خچر، بار برداری کے مرکب اُجرت پر
رضامندی سے لیں کسی چشمہ یا چاہ سے پانی لیں تو مالک پر سختی نہ کریں
رسد لیں تو قیمت دے کر لیں ملک کو رونق معلومات کو ترقی، نوآبادیات
اور درسگاہوں کو بڑھاتے رہیں محتاجوں کے لئے لنگر خانے مسافروں کے
لئے مہمان سرائیں قافلوں کی گذرگاہوں پر چوکیاں کوچہ و بازار
پلوں گھاٹوں اور پُر خطر راہوں پر پہرے رکھیں سوداگروں اور مسافروں
کی حفاظت کے لئے آبادیوں کے عائد پر واردات کی ذمہ داری کا بار
ڈالیں، چور، چکار، اچکے، اٹھائی گیروں کے لئے طلایہ کا بندوبست رہے
لاوارث مال اگر کم ہے تو کسی معتبر کی سپردگی میں، زیادہ ہو تو بیت المال
میں امانت کریں بیت المال کا حساب صاف کاغذات مرتب، محافظوں
کی نگرانی رکھیں مفتوحہ قوم نے ملک گیری کے وقت اگر تم سے مجادلہ

کیا ہو تو ملک داری کے وقت اُس کا بدلہ لینا دونوں کا وقت تھا اب اخلاق کا موقع، حسن سلوک کا محل ہے رعایا کی آبادی میں کشادگی افواج کی بجا دہیوں میں حفظانِ صحت کا بہت لحاظ رہے اُنکی مزدوریوں سے غافل ہوجانا فوجی گھوڑوں کی نگرانی باربرداری کے بے زبانوں کی دیکھ بھال خود کرنا، لاپروائی نہ کرنا، خدا سے ڈرنا امید رکھتا ہوں کہ احکام کی تعمیل عمل کی پابندی عادتوں کی خوش نمائی خصائل کی خوبیوں سے تم عامہ خلائق کو خوش مجھے مسرور رکھو گے تم میں قدر استقلال، توجہ، محنت، انصاف رحم، حلم، صداقت، صفائی قلب، تقویٰ، تواضع، اخلاق، انکسار رکھو گے خیر و برکت کے حدود میں بہ آسانی پہنچو گے، میری ہدایت تم کو نصیحت اور حکومت کے لئے قانون ہے، عند اللہ میں جواب دہ ہو، تم ذمہ دار ہو۔

حضرت علی ملکی انتظام فرمانے لگے تو طلحہ اور زبیر نے بصرے اور کوفے کی امارت کیلئے استدعا کی آپ نے کچھ جواب نہیں دیا جعدہ ابن ہبیرہ کو خراسان کی امارت کا فرمان دیا اور ناحیہ کی امارت عبدالرحمن بن ابزی کو عنایت کی فارس میں زیاد بن سمیہ کو بحال رکھا، کیونکہ وہاں کی رعایا انکو سیاست میں نوشیروانِ عادل مانتی تھی، بصرے کی گورنری سے عبد اللہ بن عامر معزول ہوئے ان کی جگہ عثمان بن حنیف بھیجے گئے۔ رعایا نے ان کا

قبول کرلی، کچھ لوگ طلحہ کے انتظار میں مذبذب رہے مگر رخنہ انداز نہیں
ہوئے بحرین کی حکومت عبید ابن عباس کو دی تہامہ کا تاج امارت
تمامہ بن عباس کو بخشا عون بن عباس کو اہل یمامہ کا مقتدا کیا حرم محترم
کا منصب سقایہ اور چاہ زمزم کی حفاظت قثم بن عباس کو عطا فرمائی
یمن پر یعلی بن منیہ کا عزل اور عبداللہ ابن عباس کا تعین فرمایا یعلی
نے اپنی معزولی کی خبر پائی چارسو اونٹوں پر بیت المال کا خزانہ لاد کر
پہلے ہی سے نکل بھاگے عبداللہ بن عباس پہونچے تو باشندگان یمن نے
گرم جوشی سے انکا خیر مقدم کیا مصر سے عبداللہ ابن ابی سرح کو معزول کیا
اور قیس بن سعد بن عبادہ کو تعینات فرمایا مصریوں نے ان کی امارت تسلیم
کرلی فرقہ عثمانیہ البتہ متامل رہا قیس نے مصلحتاً ان کو انکی حالت پر چھوڑا
کچھ مزاحم نہیں ہوئے کوفے میں ابوموسیٰ اشعری کی امارت تھی عمارہ ابن
شہاب بھیجے گئے راستے سے مخالفت کی خبر پاکر لوٹ آئے اور اطلاع
دی کہ شام فساد کا گھر ہے اور کوفہ انکا بھائی ہے بھائی باپ پر باغیوں کا
بھروسہ ہے۔ شام میں معاویہ ابن ابی سفیان کا دور دورہ تھا سہیل ابن حنیف
انصاری بھیجے گئے راہ میں معلوم ہوا کہ شام والے معاویہ کے سوا اور کو
نہیں چاہتے، کامیابی نہ دیکھی منزل تبوک سے واپس آئے، مغیرہ نے
عرض کی کہ شام کا فرمان معاویہ کو بھیجدیا جائے، شاید اس سلوک سے

بمعیت پر آجائے۔ فرمایا۔ ہاں صلاح نیک دی' مگر فرمان "تستر' ولکنت متخذ المضلین عضدا" معاویہ پر مراعات کو مانع ہے' عاملوں کی واپسی سے کوفے اور شام کی مخالفت کا اندازہ ہو گیا ہنوز کوئی نظام ان سرکش صوبوں کا تجویز ہوا تھا کہ طلحہ اور زبیر نے اپنی استدعا کو بوجھڑا' آپ نے فرمایا جب آپ ایسے لوگوں کو ادھر ادھر بھیجدوں تو انتظام مملکت میں مشورے کس سے لوں گا۔ اس جواب سے دونوں کا دل ٹوٹا، حکومتوں سے مایوسی ہوئی زیارت کعبہ کے بہانے مکہ جانے کی اجازت چاہی آپنے فرمایا' حج کا موقع گزر گیا' اب تمہارا مقصود زیارت نہیں ہو سکتا معلوم ہو گیا بیعت توڑنا چاہتے ہو اپنے فعل کے مختار ہو طلحہ اور زبیر ہم صلاح ہو کر حضرت عائشہ کی جانب مکہ روانہ ہوے، ادھر حضرت عائشہ حج سے فارغ ہو کر مدینہ واپس ہو رہی تھیں کہ راستہ میں محمد بن سلمہ جانے ملے ان سے مدینے کے حالات پوچھے انھیں نے کہا عثمان مارے گئے' حضرت عائشہ کی باچھیں کھل گئیں' فرمایا الحمد للہ الذی قتلہ پھر پوچھا خلافت کا کیا حشر ہوا ابن سلمہ نے کہا علی خلیفہ ہوے' سنتے ہی رخ بدل گئے' فرمایا کاش آسمان پھٹ پڑا ہوتا کہ میں ایسی دلسوز خبر سنتی' اور یہ برے دن دیکھنے میں نہ آتے واللہ ایک دن عثمان کا علی کی تمام عمر سے بہتر تھا پھیرا پھیرو' [illegible] و پھیرو میں مدینہ ہرگز

نہ جاؤ گی علی کی خلافت کے لیے عثمان کو قتل کیا گیا ہے تم حضرت اس خونِ ناحق کا قصاص لو گی اُلٹے پیروں مکہ واپس گئیں دو چار دن بعد طلحہ اور زبیر مکہ پہونچے تو حضرت عائشہ کو علی سے عناد میں آمادہ پایا سب سے زیادہ اپنے صاحبزادے عبداللہ ابن زبیر کو سرگرم انتقام دیکھا بات بن جائے بڑی اتفاق دیکھیے یعلی بن منیہ بھی یمن کے خزانے سے لدے پھندے مکہ پہونچ گئے طلحہ اور زبیر نے ان کو جا گھیرا جنگی مصارف کے لئے مالی امداد مانگی یہ یمن کی معزولی سے جلے بھنے دل میں دشمنی کی گرہ گرہ میں مفت کا مال تھا بے دردی سے اُٹھانے لٹانے کو تیار ہو گئے تین لاکھ نقد، ایک ہزار اونٹ اور ایک خاصے کی سواری کا ناقہ عسکر نام حضرت عائشہ کو نذر دیا۔ تاریخ اسلام میں (جنگ جمل اسی اونٹ سے نامزد ہے)۔

عثمانی گورنر عبداللہ عامر بھی بصرے سے کچھ لے دے کر نکلے تھے وہ بھی حضرت عائشہ سے آملے اور بصرے چلنے پر سب کو آمادہ کر لیا۔ حضرت زبیر جنگی معاملات میں بہت تجربہ کار تھے سامان حرب اور ترتیب افواج میں مشغول ہوئے۔ طلحہ مکہ والوں کو بہکانے نکلے حضرت عائشہ نے بھی حاجیوں کو مشتعل کیا۔ عبداللہ بن عمر ام المومنین حفصہ اور جناب ام سلمہ یہ سب حج کو آئے تھے اور اس وقت تک مکہ میں موجود تھے، طلحہ اور زبیر نے عبداللہ بن عمر کو قصاص کے بہانے اُبھارنا چاہا انھوں نے جواب دیا اے خواجگان نے

ایسے دو عیار فریبی نے خرگوش کو پھسلا کر ماند سے نکالا، اور شیر کے
منہ میں دے دیا۔ میں تمہارے بہکانے سے کاہے شیر کے منہ میں ہرگز نہ جاؤں گا
حضرت عائشہ نے حضرت حفصہ کو بہلا پھسلا کر راضی کر لیا لیکن عبداللہ بن
عمر جب گھر میں آئے حضرت عائشہ کی تشریف آوری بصرے ساتھ چلنے
کے ارادہ پر بہن پر بہت خفا ہوئے اور اُن کو اس ارادے سے
باز رکھا۔ جناب عائشہ حضرت ام سلمہ سے بھی ملنے آئیں۔ ام سلمہ مطلب
سمجھ گئیں فرمایا اے بنت ابوبکر آج کیا جانی دنیا دیکھی جو تکلیف فرمائی
حضرت عائشہ نے تالیف قلب کے لہجے میں فرمایا آپ آنحضرت کی وہ عظمت
والی بی بی ہیں جنکو بمقابلہ اوروں کے ہجرت کا بھی شرف ہے علی کی خلافت
میں امیرالمومنین عثمان کا ناحق خون کیا گیا ہے میرا ارادہ اُسکے قصاص
لینے کا ہے چاہتی ہوں کہ آپ بھی میرا ساتھ دیں حضرت ام سلمہ نے فرمایا
عائشہ ابھی کل کی بات ہے کہ مدینہ میں تم عثمان کو کافر اور نعثل بتاتی تھیں
اور ان کے قتل کو فتوے لگا کر حج کو آئی تھیں آج کیا مہربانی ہے کہ تم
ان کو امیرالمومنین اور مظلوم کہہ رہی ہو اور قصاص کی بھی طلبگار ہو تمہارا
ان کا کیا تعلق تم بنی تیم وہ بنی کلاب مگر یہ کہ علی کی خلافت سے عداوت
تمہارے دل میں چڑائی کھولتی ہے خدا کی قسم تم خوب جانتی ہو کہ علی کو
حضرت بصیرت، قرابت میں آنحضرت سے یگانگت ہے اے عائشہ

ناحق علی سے لڑائی نہ ٹھانو میرا کہنا مانو مسلمانوں میں باہم کُشت و خون نہ کراؤ اپنے چچازاد بھائی طلحہ اپنے بہنوئی زبیر اپنے بھانجے عبد اللہ ابن زبیر کے ورغلانے میں نہ آؤ ان کے فریب سے بچو یقین مانو وہ تم کو اس قتل کے وبال سے نہ بچا سکیں گے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے ہاتھوں تمہاری خرابی کے دن ہیں کیا تمہیں یاد نہیں آنحضرت کا ارشاد کہ اے حمیرا ایسا نہ ہو کہ علی کی عداوت میں باغیوں کی شریک ہو اور حواب کے کتے تجھ پر بھونکیں، کیا بھلا دیا یہ فرمان کہ گھر میں بیٹھی رہو، باہر نہ نکلو، لوگوں پر ظاہر نہ ہو۔ حضرت عائشہ نے نادم ہوکر تسلیم کیا، حضرت ام سلمہ نے فرمایا، کیا بھول گئیں حجۃ الوداع میں غدیر خم کے مقام پر آپ کا فرمانا کہ جس کا میں مولا ہوں اُس کا مولا علی بھی ہے۔ خدایا دوست رکھ اُس کو جو دوست رکھے علی کو اور دشمن ہو اُس کا جو دشمن ہو علی کا مجھے تو یہاں تک ارشاد یاد ہے کہ علی میری زندگی میں اور میرے بعد میرا خلیفہ ہے۔ ابن زبیر دروازے سے لگے کھڑے سُن رہے تھے چلا کر بولے ہم نے تو نہیں سنا، حضرت ام سلمہ نے فرمایا، تو نے نہیں سُنا تو نہ سُن، تیری خالہ نے تو سُنا ہے، پوچھ لے، حضرت عائشہ نے کہا ہاں سچ ہے۔ اس گفتگو سے حضرت عائشہ بہت پشیمان ہوئیں، اور عزیمت کو فسخ کر دیا۔ اپنے مقام پر واپس آئیں تو عبد اللہ ابن زبیر بہت روئے پیٹے، کہا خالہ اگر تم ساتھ نہ چلو گی تو میں سر و پا برہنہ جنگل کو نکل جاؤں گا اور اپنی جان دے دوں گا، گو

حضرت عائشہ نے روانا سامان جنگ ہو چکا تھا ۔ زبیر لشکر تیار تھے ۔ حضرت
عائشہ کو جانے کی دیر تھی ۔ حضرت عائشہ راضی ہو گئیں تو ابن زبیر نے سلسلہ بنایا ۔ اور ہو کر
لوگ اونٹ پر سوار ہو گئے ساتھ ہو گئے ۔ اب کمرنے اپنا مچایا کہ ابن زبیر ہمیں
پاپیادہ بے زاد راہ بصرے چلے گئے ۔ طلحہ اور زبیر نے آکر حضرت عائشہ کو
کہا کہ عبداللہ زبیر کو روکا نہ جائے گا ورنہ میں خدا پاک کا ہے حضرت
عائشہ لا ولد تھیں ۔ عبداللہ زبیر حقیقی بھانجے اور منہ بولے فرزند تھے ۔ دم بھر میں
جاتی تھیں الفت میں وارفتہ ہو کر چل کھڑی ہوئیں ۔ دوسری ہی منزل
میں ابن زبیر سامنے آموجود ہوئے ۔ کچھ دور چل کر حضرت عائشہ نے
زید بن صوحان کو بصرے خط لکھا کہ اے فرزند صوحان تمہارے باپ قوم
میں سردار تھے تم بھی اپنے باپ کے قدم بقدم ہو اور خدا کے فضل
سے قوم پر سردار ہو یقیناً تم نے امیر المومنین عثمان کا واقعہ جانکاہ سنا
ہوگا ۔ ہم خون عثمان کا قصاص لینے آرہے ہیں ۔ تم بھی تیار رہو ۔
اوروں کو علی کی شرکت سے روکے تھامے رہنا ۔ ہمارا انتظار کرنا ۔
زید نے جواب میں لکھا کہ اے عائشہ خدا نے ایک بات کا تم کو حکم دیا
ہے اور ایک بات کا ہم کو ۔ تمہیں حکم ہے کہ گھر میں بیٹھی رہو ۔ ہمیں حکم
ہے کہ مخالفین سے اس وقت تک قتال کریں کہ فتنہ فرو ہو جائے
عجب ہے کہ جس بات کا تم کو حکم ہے اس کو تم نے ترک کیا اور جس امر کا

ہم کو حکم ہے اُس سے ہم کو روکنا چاہتی ہو۔ راہ میں مروان، مغیرہ، سعید، ولید بھی لشکرِ عائشہ سے آملے۔ یوں تو طلحہ اور مروان میں سخت عداوت تھی مگر حضرت علی کی مخالفت میں موافقت ہو گئی، حضرت ام سلمہ نے ساری سرگزشت حضرت علی کو لکھ بھیجی۔ عائشہ سے اپنی ملاقات باہم گفتگو، انکا ارادہ، عثمان کے خون کا علی سے قصاص، طلحہ اور زبیر کے جنگی منصوبے، عائشہ کی جانب عام رجوعات، فوج کی کثرت، یعلی بن منیہ کی درمے، قدمے شرکت، ابن زبیر کی ہٹ اور فطرتی چال، عبداللہ عامر کے ساتھ بصرے کو مع لشکر روانگی سب مشرح لکھی، یہ بھی لکھا کہ میں اس سفر میں ضرور تمھارے ساتھ چلتی، مگر حکم سے معذور ہوں اپنے بعوض اپنے لختِ جگر عمر کو خدمت کے لئے بھیجتی ہوں، خدا تمھارا مددگار رہے۔

ام الفضل زوجہ عباس نے بھی مکہ کے تمام واقعات اور جناب عائشہ کے مفصل حالات سے حضرت علی کو اطلاع دی اور اپنے فرزندوں کو رکاب میں حاضر رہنے کی تاکید فرمائی۔ حضرت عائشہ کا لشکر چلتے چلتے چشمۂ حواب پر پہونچا۔ سواروں کی آہٹ پاکر بنی عامر کی آبادی کے کتے بھونکنے لگے، میدان کی خاموشی، رات کا سناٹا، کتوں کی آواز صاف حضرت عائشہ کے کانوں تک آنے لگی۔ جب کتے بھونکتے ہوئے

اونٹ کے ساتھ ساتھ ہوئے۔ تو حضرت عائشہ نے پوچھا یہ کون مقام ہے
دلیل ساتھ تھا۔ بولا حواب، حضرت عائشہ کو حدیث یاد آگئی، مضطرب ہو کر
فرمایا "بٹھا دو، بٹھا دو" میں ہرگز آگے نہ بڑھوں گی۔ یہ چشمہ حواب ہے یہاں
کے کتے مجھ پر بھونک رہے ہیں، اپنے اونٹ کو مار کر بٹھا دیا۔ وہ جو
ایک طلحہ و زبیر بھیجے ابن زبیر ساتھ تھے، کہا خدا کی قسم یہ حواب نہیں
ہے دلیل جھوٹا ہے۔ دلیل سے تکرار ہونے لگی۔ ہشت مشت تک نوبت پہونچی
ساتھ کے مکاروں نے قسمیں کھائیں، بات کہتے کہتے پچاس جھوٹی گواہیاں
پیش ہو گئیں، اتنے جھوٹوں کے آگے سچا دلیل ذلیل ہو گیا۔ مورخین
لکھتے ہیں کہ اسلام میں سب سے پہلے جھوٹی شہادت یہی ہوئی ہے۔
گواہوں سے حضرت عائشہ کی دلجمعی ہو گئی، آخر ربیع الثانی ۳۶ھ تک
بصرے پہونچ کر باب المضر پر لشکر خیمہ زن ہوا۔ عبداللہ بن عامر اور
طلحہ نے تھوڑی فوج سے شہر پر حملہ کر دیا۔ عثمان بن حنیف انصاری مدافعت
کو مقابل ہوئے۔ مگر لڑائی کی نوبت نہیں آئی، چال سے گرفتار کر لیے گئے
ان کی داڑھی مونچھوں کے بال اکھاڑ لیے سر مونڈ شہر سے نکال دیا،
دارالامارت اور بیت المال پر قبضہ کر لیا پھر حضرت علی کے طرفدار
قبیلہ بنی عبد القیس کے ستر آدمیوں کو ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر تہ تیغ کیا

جنگ جمل

افواہا سنا جاتا تھا۔ مگر جناب ام سلمہ اور ام الفضل کے

خطوط سے تصدیق ہو گئی کہ حضرت عائشہ اور طلحہ و زبیر نے خروج کیا ہے۔
حضرت علی نے صحابہ کو جمع کیا۔ خطوں کے مضمون سُنائے۔ اصحاب کی
مزاج لیکر فوج کو تیاری کا حکم دیا۔ مدینہ کا چارج فضل بن عباس کو دیا
گورنران ممالک کو اپنی روانگی کی اطلاعیں دیں۔ چار ہزار اہل مدینہ
ہمراہ ہوئے۔ عبداللہ عباس بھی اپنے نائب کو یمن کا چارج دے کر
آن پہونچے رایت لشکر اپنے صاحبزادے محمد حنفیہ کو عنایت کیا۔ میمنہ میسرہ
پر حسین، سواروں پر عمار یاسر پیادوں پر محمد بن ابو بکر کو سردار بنایا۔
قلب میں خود تشریف فرما ہوئے۔ مقدمۃ الجیش عبداللہ عباس بنائے گئے
شروع ربیع الثانی ۳۶ھ میں مدینہ سے ہمیشہ کے لئے وداع ہوئے
ایسی ساعت گھر چھوڑا کہ پھر کر آنا نصیب نہوا۔ کوکب ہمایوں کوچ
مقام کرتا ہوا ذیقار پہونچ کر خیمہ زن ہوا۔ یہاں سید التابعین اویس قرنی
نہایت ضعیف و نحیف زاد راہ پیٹھ پر باندھے۔ پانی کی چھاگل گلے میں
لٹکائے پا پیادہ حاضر ہوئے۔ اور بیعت کا شرف حاصل کیا۔ بصرے
زید بن صوحان اور کوفے کے بعض اہل عقیدت حضرت علی کی خدمت میں یہاں
حاضر ہو گئے۔ باقی لوگ ابو موسیٰ کی وجہ سے رُکے سہمے رہے قعقاع بن عمر
بصرے میں بہت صاحب اثر تھے۔ فیما بین اصلاح کی غرض سے پہلے حضرت عائشہ
کے پاس گئے۔ پوچھا آپ مدینہ چھوڑ کر کیوں تشریف لائی ہیں فرمایا

ان عثمان کا قصاص اور مسلمانوں کی اصلاح مقصود ہے، یہ جواب سنکر
طلحہ اور زبیر سے ملے، یہاں بھی وہی جواب پایا، قعقاع نے کہا دونوں
باہم ایک دوسرے کی ضد ہیں، جب قصاص لیا جائیگا تو ایک کے دس
دس کے سو طرفدار کھڑے ہو جائیں گے، خونریزی ہوگی یہ اصلاح و امن ہے
حضرت علی کی خدمت میں حاضر ہوئے عرض کی آپ نے کیوں تکلیف فرمائی ہے
فرمایا چاہتا ہوں کہ مسلمانوں میں باہم خونریزی نہو، قعقاع نے یہ سنکر
چھ ہزار سواروں کے حضرت علی سے بیعت کرلی، حضرت علی نے
عبداللہ عباس اور زید بن صوحان کو حضرت عائشہ اور طلحہ و زبیر کے پاس
سمجھانے کو بھیجا اور تینوں کو خط میں لکھا کہ اے عائشہ تمہارا گمان ہے کہ مسلمانوں
میں اصلاح کرنے نکلی ہو، جو کر رہی ہو یہ اصلاح نہیں ہے فساد اور افساد ہے
بتلا ہتاؤ تم کو لشکر کشی سے کیا واسطہ، جنگ و جدال تمہارا کام نہیں ہے
طلحہ اور زبیر کے بہکانے میں نہ آؤ، خدا سے ڈرو، اس کا حکم مانو، واپس جاؤ
گھر میں بیٹھو تم کو خانہ نشینی کی تاکید باہر نکلنے کی ممانعت لوگوں پر ظاہر
ہو نا ممنوع ہے اے طلحہ و زبیر میں خلافت کا حاجتمند نہ تھا مصر والے
درپئے سر ہوئے، میں نے منظور نہیں کیا، تم نے ان کے ساتھ مجھے
خلافت کے لئے مجبور کیا اپنی رغبت سے بیعت میں سبقت
کی تمام عہد و استقلال بیعت پر شدید قسمیں کھائیں، خدا کو

دہ بیان دیا۔ اب بلاوجہ شکستِ بیعت کر رہے ہو۔ اور ناواقفوں کے سامنے
عثمان کے قتل کا بہتان مجھ پر لگاتے پھرتے ہو۔ حالانکہ اے طلحہ بصریوں
کے ہمراہ تم نے یورش کی۔ بنی تیم کے ساتھ قتل عثمان کے ارادے سے تم ان کے
کوٹھے پر چڑھ آئے۔ اس غدر میں تم نے بیت المال میں تصرف کیا۔ اے
زبیر! تم نے کوفے والوں کو شہ دی۔ مدینہ والوں کو ابھارا۔ اے عائشہ
تم نے قتل عثمان کا فتویٰ لگایا۔ یہ سب تمہارا کیا دھرا ہے۔ اپنا عیب
مجھے لگاتے ہو۔ ناحق مسلمانوں کا خون آپس میں گرانا چاہتے ہو۔ زمانہ بھر
کو مجھ سے لڑنے کی ترغیب دے رہے ہو۔ ہزارہا مسلمانوں کو شبہ اور مغالطہ
میں ڈال رکھا ہے۔ خدا سے ڈرو۔ ہمارے تمہارے قرآن درمیان ہے ہم اس کے
احکام پر عمل کریں۔ مسلمانوں کو باہم خونریزی سے روکیں۔ ہزارہا بچوں کو
یتیم صدہا عورتوں کو بیوہ ہونے سے بچائیں۔ حضرت عائشہ نے عبداللہ
بن عباس کے سمجھانے کو خطرے میں لائیں۔ علی کی تحریر کا کسی نے جواب نہ
عبداللہ عباس اور زید بن صوحان بے نیل مرام واپس آئے۔ اب
حضرت علی (مقام زاویہ) بصرے کی سرحد پر پہنچے۔ تو سامان حرب و
ضرب اور تیس ہزار کا جم غفیر حضرت عائشہ کے ساتھ دیکھا جنگ کا یقین
ہو گیا۔ اپنے ساتھیوں کی تعداد بہت کم پائی۔ ابوموسیٰ اشعری کو کوفے کی
امدادی فوج کے واسطے نامہ لکھا۔ ابوموسیٰ پہلے ہی سے حضرت عائشہ کے لیے

بھیجا تھا، مگر لوگوں کو جمع کر کے حضرت علی کا پیام بھی سنا دیا اور کہا کہ

یہ دونوں خدا اور ملت آہن ۔ علی اور طلحہ جس کسی کو دنیا مطلوب ہو وہ

وہ جائے لیکن جو عافیت چاہتا ہو وہ عافیت سے گھر میں بیٹھا رہے البتہ حضرت عثمان

مظلوم تھے وہ بے شک امداد کے مستحق تھے۔ زندگی میں ان کی نصرت

لازمی، اب ان کے خون کا قصاص واجب ہے، چنانچہ حضرت عائشہ

اسی مقصد سے بصرے تک تکلیف فرمائی ہے یہ سن کر کسی نے حضرت علی

کے بارے میں جانب اعتنا کی ۔ نہ ابوموسیٰ نے اس کا جواب دیا۔ آپ نے عبداللہ

بن عباس کو بھیجا، وہ بھی ناکام پھرے۔ آخرکار اپنے فرزند امام حسن کو

یاسر کے ہمراہ روانہ فرمایا۔ عمار یاسر زمانہ فاروقی میں یہاں گورنر

رہ چکے تھے صحابیان اثر سے باخبر تھے۔ کوفے پہنچ کر خاص خاص لوگوں

سے ملے۔ مسجد میں عام مجمع ہوا امام حسن نے نہایت باثر الفاظ اور فصیح

لہجے میں اپنی جانب دعوت دی۔ نو ہزار جنگی جوانوں نے اطاعت قبول

کی۔ مالک اشتر بھی امام حسن کے ساتھ گئے تھے مجمع کو امام حسن کا مطیع دیکھا

تو مسجد سے اٹھ کر تھوڑے ہمراہیوں سے دارالامارت میں چلے آئے، ابوموسیٰ

کے آدمیوں کو باہر نکال دیا۔ ان کا ذاتی اسباب بھی اٹھوا دیا۔ ابوموسیٰ

سنا تو سناٹے آگئے، چپ چاپ دوسرے روز شام کی سرحد میں

پہنچ گئے۔ کوفے والے علی کی نصرت کو بصرے روانہ ہوئے۔ جنکے پاس

راحلہ تھا وہ خشکی کی راہ گئے، جن کے پاس سواری نہ تھی وہ دریا اتر کر بصرے جا پہونچے کوفہ کی امداد سے سب انیس ہزار کا مجمع ہوگیا، آپ نے زاویہ سے کوچ فرمایا، اور ریگستانی راستہ سے باشان جبروتی بصرے میں داخلہ ہوا راہ میں دورویہ تماشائی خلقت کا اژدہام تھا منذر بن جارود تمیمی کا بیان ہے کہ مقدمۃ الجیش عبداللہ عباس تھے، یہ نہایت خوبصورت تھے، سواری کا گھوڑا بھی بہت شاندار تھا، سفید لباس، سیاہ عمامہ، ہاتھ میں نشان جلو میں اکثر اصحاب رسول، پیچھے سواران یمن کے پرے، پھر قطار در قطار اونٹوں پر خیمے بار تھے ان کے بعد ایک ہزار سواروں کا رسالہ نکلا جنکی ٹوپیاں سفید اور زرد تھیں سر کر پا تک سلاح آہن میں غرق آگے آگے ایک مرد بزرگ سبز گھوڑے پر سوار، سفید ٹوپی، گلے میں شمشیر حائل، ہاتھ میں نیزہ میں نے پوچھا یہ کون صاحب ہیں لوگوں نے بتایا ابو ایوب انصاری ہیں اور ساتھ والے سب انصار رسول ہیں انکے پیچھے ایک اور بزرگ تشریف لائے زرد عمامہ سفید لباس کمر میں تلوار پہلو میں ترکش ہاتھ میں نیزہ کاندھے پر کمان کمیت گھوڑا زیر ران پیچھے ایک ہزار سوار لوگوں نے کہا یہ خزیمہ ابن ثابت انصاری ملقب بہ ذوالشہادتین ہیں جنکی گواہی اسلام میں دو شہادتوں کے برابر ہے پھر ایک بت بوڑھے

سیاہ فام بالاقامت۔ لاغر اندام نورانی داڑھی، سفید کپڑے کالا عمامہ
دوش پر کمان ہاتھ میں سفید پھریرے کا نشان گلے میں تلوار حمائل
کلام شریف نہایت خوش الحانی سے پڑھتے سفید گھوڑے پر تھے پیچھے
کئی ہزار جن کی پیشانیوں پر سجدوں کے گھٹے تھے، لوگوں نے بتایا یہ
عمار یاسر ہیں اور ساتھ والے بدر والے کے بڑے سپاہی اور صحابی ہیں
ان کے بعد ابو قتادہ بن ربعی سیاہ گھوڑے پر نکلے، متین صورت زرد عمامہ
سفید قبا، تلوار گلے میں ڈالے کمان کاندھے پر رکھے رکاب میں ایک ہزار
کالشکر پھر قیس ابن سعد بن عبادہ انصاری آئے، لنبا قد چہرہ،
فرزانہ رو، بلند پیشانی دو رکابی گھوڑے پر سوار سفید لباس،
زرد عمامہ، ہاتھ میں برچھا، پیچھے صدہا بہادر جوش شجاعت میں
بڑھے جاتے نکل گئے پھر ایک رسالہ آیا، جس کا علمبردار ایک خوش رو جوان
تھا لوگوں نے بتایا یہ عبداللہ ابن عباس ہیں پھر ایک اور حسین
جوان کے ساتھ رسالہ نکلا جو قثم بن عباس تھے۔ صبح سے دن چڑھے تک
ہزارہا فوجی سپاہی اور سامان جنگ نکلتا رہا۔ پھر ایک اوسط عمر بڑے
قد و قامت کے شخص نکلے جن کا رنگ دھوپ سے سونولا ہو گیا تھا مگر
بشرے سے فرزانگی، چہرے سے شجاعت مترشح تھی، تیغ بہ تیغ سپاہیانہ
انداز میں بانکپن تیوروں پر بل ایک آنکھ زخم رسیدہ، ان کے پیچھے

اکثر نوخیز جوان اُچھلتے کودتے گھوڑوں پر سوار کچھ جنگ آزما پیدل ساتھ معلوم ہوا کہ یہ الگ الگ سردار اور ان کا قبیلہ ہے۔ سب کے آخر میں عربی گھوڑوں پر ایک جوان نکلا موزوں قد پاکیزہ رو، اوسط اندام جسم پر زرہ، بکتر چار آئنہ مرصع کمر بند میں تلوار لٹکتی، نہایت ادب سے سر جھکائے ہاتھ میں علم، علم کا پرچم ہوا سے لہراتا۔ پھر سب کے پیچھے کوئی پچاس ساٹھ برس کی عمر کے ایک بزرگ گردن خم نظر نیچی روئے مبارک پر تقدس صورت پر انتہا کا رعب چہرہ دلکش پیشانی بلند غلافی آنکھ رنگ گندمی چوڑا چکلا سینہ، نہایت قوی اور زبردست بازو، آہستہ خرام مرکب پر سوار ڈاب میں صرف تلوار پہلو میں دو حسین اور خوش قامت جوان بڑی نکھر گھوڑوں پر سوار ہاتھوں میں نیزے تلواریں زیب کمر پیچھے جوانان خورشید رو سر سے پاؤں تک دہلے آہن میں غرق، ترکی و تازی گھوڑوں پر سوار نکلے۔ سب نے کہا یہی بزرگوار علی بن ابی طالب ہیں آگے کا علمدار ان کا صاحبزادہ محمد حنفیہ ہے پہلوؤں کے دونوں جوان فاطمہ بنت رسول کے نورعین حسنین ہیں، پیچھے جانے والے سب جوانان ہاشمی و مطلبی تھا ان کے بعد صدہا اونٹوں پر خیمے، اور رسد کا سامان خچروں پر اسباب اور منجنیقیں کوتل گھوڑے دیگر فوجی ضروریات کا دن بھر تانتا بندھا رہا۔ اس لشکر نے حضرت عائشہ کی فوج کے مقابل پہونچ کر پڑاؤ ڈالا حضرت علیؓ

یہ خطاب فرمایا کہ لڑائی میں کثرت، دولت، شجاعت، نصرت، ان
چاروں سے مقابلہ دشوار ہوا کرتا ہے، اس ہنگامے میں اتفاق سے چاروں
چیزیں میرے سامنے ہیں۔ عائشہ کی جانب کثرت، یعلیٰ بن منیہ کی دولت
زبیر کی شجاعت، طلحہ کی نصرت، مگر ان سب کا مجھے ذرا بھی ڈر نہیں، کہ
یہ دو مسلمانوں کی جماعت سے مقابلہ کو صدمہ ہے، ایمان والو! مقابل
ہو تو تعلیم کو پیش نظر رکھنا، سبقت ہرگز ہرگز نہ کرنا۔

۱۰ جمادی الثانی ۳۶ھ صبح کے وقت دونوں فوجیں تیار ہو کر مقابل ہوئیں
حضرت علی بے ہتھیار خیمہ سے برآمد ہوئے، سر پر سیاہ عمامہ، رسول کی
چادر زیب تن، ردائے رسالت دوش مبارک پر ڈالے آنحضرت کے مرکب
دلدل پر سوار ہوئے، حضرت عائشہ کے لشکر کی جانب تشریف لے چلے،
بنی ہاشم اور اکثر رفقا نے ہمراہ چلنا چاہا، آپ نے روک دیا، ان لوگوں
نے عرض کی کہ بے ہتھیار تشریف لے جانا مناسب نہیں، آپ نے فرمایا
کچھ اندیشہ نہیں ہے۔ لشکر عائشہ کے قریب پہنچ کر زبیر کو آواز دی۔ حضرت
عائشہ نے سنا کہ علی زبیر کو بلا رہے ہیں، چلا کر رونے لگیں، غضب ہوا
اسما بیوہ ہوئی، لوگوں نے کہا گھبرائیے نہیں، علی ہتھیار باندھ کر
نہیں آئے ہیں، زبیر سامنے آئے، فرمایا: زبیر! یاد کرو تم اور میں بنی عمرو
بن عوف کے مکان سے آرہے تھے، میں مدینہ کی بازار میں بیٹھا تھا،

آنحضرت نے اچانک مجھ پر سلام کیا اور ہنسے، میں نے مسکرا کر سلام کا جواب دیا، تم نے کہا، علی سلام میں سبقت کیوں نہ کی، کچھ غرور ہو گیا ہے، آنحضرت نے فرمایا خاموش، علی متکبر نہیں ہے اے زبیر خدا سے ڈرو، اُس دن کو جب تم علی پر لشکر کشی کرو گے، اور ظالم ہو گے۔ زبیر نے سر نیچا کر لیا، آپ نے فرمایا زبیر کو خدا کی قسم سچ بتانا، تم سے آنحضرت نے پوچھا تھا کہ زبیر تم علی کو دوست رکھتے ہو، تم نے کہا کیوں نہیں وہ دست کیا وہ تو میرا ماموں زاد بھائی ہے، آنحضرت نے فرمایا اے زبیر ایک دن ہوگا کہ تم علی پر چڑھائی کرو گے اور اُس روز ظالم ہو گے، زبیر نے کہا بے شک صحیح ہے۔ یاد ہوتا تو ہرگز ایسا نہ کرتا، بخدا یاد آگیا اب باز آتا ہوں، زبیر آبدیدہ ہو کر واپس گئے، حضرت علی نے طلحہ کو بلا کر فرمایا طلحہ میں اور تم ایک خدا کا بندہ ایک رسول کا پیرو، ایک سا تو میں نے تم نے آنحضرت کے پیچھے رسول خدا وحدہ لاشریک کو سجدہ کیا ہے میرا خون تم پر تمہارا خون مجھ پر حرام ہے بھلا بتاؤ میں نے کس کا خون کیا ہے جو میرا خون حلال مان کر مجھ پر لشکر کشی کی ہے طلحہ نے کہا آپ گھر میں بیٹھے رہے عثمان کو قتل ہو جانے دیا، حضرت علی نے فرمایا طلحہ آؤ ہم تم دونوں ہاتھ اُٹھا کر دعا کریں کہ بار الٰہا جو قتل عثمان سے شاد ہوا ہو اور جس نے قتل عثمان میں کچھ بھی شرکت کی ہو اُس پر لعنت نازل کر طلحہ خاموش ہو گئے آپ نے فرمایا

ب ہے کہ تم نے بنی تیم کو ساتھ لیکر عثمان پر یورش کی۔ قتل کے ارادے
ے عثمان کی چھت پر چڑھ آئے بیت المال میں ہاتھ گھسیڑا سب سے اول
بری بیعت میں بعت کی اور سب سے پہلے توڑ بھی ڈالی اپنی بیبیوں کو
پردوں میں بٹھا آئے، ناموس محمد کو اونٹ پر چڑھا کر ہزاروں کے مجمع میں لا کھڑا
ے والے ہو، قبیلہ بنی قیس کے ،، بچتا ہوں کہ قتل کر ڈالا۔ نہ رسول
کی حرمت رکھی نہ خدا سے شرم کی، نہ اسلام کا پاس کیا۔ طلحہ نے سر جھکا لیا،
سامنے سے ہٹ گئے۔ حضرت علی نے حضرت عائشہ کی فوج سے مخاطب ہوکر
فرمایا مسلمانوں میں مسلمان ہوں اور مسلمان کا خون مسلمان پر حرام ہے،
میں نے کس کا خون کیا ہے جو تم لوگ مجھ پر تلواریں تولے، نیزے سنبھالے
بر ہوائے کھڑے ہو آپ کے رعب سے کسی کو زبان کھولنے کا یارا نہ ہوا۔

حضرت علی پلٹے اور اپنی فوج کو بھی پلٹا لائے، حضرت عائشہ نے
دیکھا کہ علی کا لشکر پلٹ رہا ہے، وہ بھی اپنے خیمہ میں واپس گئیں،
ن بھی اپنے ٹھکانوں پر چلی آئی زبیر حضرت علی کے ارشاد کو
سنکر لشکر میں واپس آئے، حضرت عائشہ سے سب حال بیان کیا
بلکہ جنگ سے اپنی دست برداری ظاہر کی، ان کے صاحبزادے عبداللہ بن
زبیر موجود تھے، باپ پر بہت برہم ہوئے، فرمایا بڑے شرم کی بات
ہے آپ نے قوم کو انتقام پر ابھارا، مسلمانوں کو جوش دلایا، زوجہ رسول کو

قصاص خونِ عثمان پر آمادہ کیا، چاروں طرف سے جنگ آزماؤں کو سمیٹا بصرے تک لائے، اپنے لئے بیعت لی، قبیلہ بنی عبد القیس کی خونریزی کی دنیا جانتی ہے کہ سب تمہارا کیا دھرا ہے، جب دونوں لشکر مقابل ہو گئے تو رسول کا فرمان یاد آیا، دل میں خدا کا خوف سمایا جنگ سے دست کش ہو گئے، ہرگز کوئی نہ مانے کہ خدا سے ڈر کر ہاتھ کھینچ لیا ہے یہی جانیں گے کہ ذوالفقارِ علی میں موت کی صورت دکھائی دی بھاگ کھڑے ہوئے، اس ننگ و عار کا بھلا کہاں ٹھکانا ہے، زبیر نے کہا۔ اونشو، عتب مجھے غیرت دلاتا ہے، میرے پائے ثبات میں افواج کے سامنے کبھی لغزش نہیں ہوئی مگر اس وقت علی کے روبرو دل میں دھڑکن ہاتھوں میں رعشہ پاؤں میں تھرتھری سر جھکانے کے سوا کچھ جواب نہ بن پڑا اب میں نے قسم کھائی ہے کہ علی سے جنگ نہ کروں گا لوگوں نے کہا کہ قسم کی تو کوئی ایسی مشکل نہیں ہے کفارہ دیدو مگر جنگ سے منہ پھیرنا رسوائی کا باعث ہو گا۔ زبیر مجبور ہو کر راضی ہو گئے، اور مکول اپنے غلام کو قسم کے کفارے میں آزاد کیا، دوسرے روز پھر فوج کو تیاری کا حکم دیا، خود صلاحِ جنگ سے آراستہ ہوئے، نقارۂ رزمی بجا تو حضرت علی نے بھی لشکر کو مقابل ہونے کا حکم دیا۔ مگر سمجھا دیا کہ زبیر کا قاتل جہنمی ہو گا، ہرگز ہرگز کوئی مزاحم یا مقابل نہو۔ زبیر سمت سے نکل کر حضرت علی کی فوج پر حملہ آور ہوئے نیزہ ہلاتے صفوں کو چیرتے پھاڑتے

ان پارے اُس پار نکل گئے۔ پھر اُدھر سے اِدھر چلے آئے۔ نہ کوئی مزاحم ہوا نہ کسی کو زخم ہو پایا۔ بیٹے سے کہا، اچھا میرا حملہ، اُنھیں نے کہا کہ یہ کیا حملہ تھا۔ ہاتھ پاؤں تے گئے، بھلانے بچے آئے، معلوم ہو گیا، وقت پر پیٹھ دکھانا چاہتے ہو، زبیر نے کہا، رسول کا ارشاد یاد آگیا ہے۔ اب جان کھو کر دوزخ میں نہ جاؤں گا۔ یہ کہا اور گھوڑے کو ایڑ دی، کچھ لوگ پیچھے دوڑے بے نیل مرام لوٹ گئے۔ مگر قضا قضا میں سرگرم تھی، رہی تھی وادی اسباع لائے گئی۔ یہاں بنی تمیم آباد تھے۔ وہ غیر جانب دار تھے، آخر نتیجہ کے منتظر تھے۔ زبیر سے لشکروں کا حال پوچھا، انھیں نے کہا، دونوں لشکر مقابل ہیں۔ میں چھوڑ کر چلا آیا ہوں، عمر بن جرموز ان کے دوست تھے ان کے مہمان ہوئے، کھانا کھایا۔ دودھ کا ایک پیالہ نوش کیا، وضو کیا نماز پڑھی۔ سو گئے۔ ابن جرموز سوچا کہ یہی بانی فساد ہیں انکا خاتمہ کردو علی خوش ہو جائیں گے، اور جھگڑا ابھی چک جائے گا، سوتے میں سر کاٹ لیا، اور حضرت علی کی خدمت میں آکر انکا سر، تلوار، انگوٹھی نذر دی، حضرت علی کو نہایت صدمہ ہوا، روئے اور فرمایا کہ میں نے رسول خدا سے سنا ہے کہ زبیر کا قاتل جہنمی ہوگا، عمر بن جرموز بہت پچھتایا، حضرت علی بار بار زبیر کی تلوار اٹھاتے اُلٹ پلٹ کر دیکھتے، روتے اور فرماتے تھے کہ یہی وہ تلوار ہے، جس نے صدہا دشمنوں کو رسول خدا کے سامنے سے دفع کیا ہے۔ وہ تو

فوجیں مقابل ہوئیں، تو حضرت عائشہ کی طرف سے سبقت ہوئی، فوج سے
تیر برسانا شروع کر دئے، حضرت علی نے اپنے لشکر کو حملہ کی اجازت نہیں
دی، یہانتک کہ میسرہ سے عبداللہ بن بدیل ورقہ خزاعی نے اپنے بھائی کی
لاش تیروں سے چھدی ہوئی لاکر حضرت علی کیخدمت میں پیش کی ابھی وہ لاش
ملاحظہ ہو رہی تھی کہ دوسری لاش آئی، آپ نے فرمایا کون ہے جو اہل جمل
تک قرآن لیکر جاوے اور ان نافرمانوں کو فرمان الہی پر توجہ دلائے، ایک
جوان پارسا، مسلم بن عبداللہ نے عرض کی میں حاضر ہوں، آپ نے فرمایا اگر
یہ لوگ تمہارے ہاتھ قلم کر دیں اور تم کو قتل کر ڈالیں، عرض کی فی سبیل اللہ
منظور ہے، حضرت عائشہؓ اس وقت قلب لشکر میں عسکر نام اونٹ پر بیٹھی
جرنیل تشریف فرما تھیں، مسلم قرآن لے کر جمل کے پاس پہونچے، قرآن کو
دونوں ہاتھوں پر لیا ہاتھ دراز کئے اور کہا کہ اے قوم میں تم سب کو احکام
خداوندی کی جانب دعوت دینے آیا ہوں طلحہ نے کہا جھوٹ کہتا ہے،
یہ ابن ابی طالب کا عذر ہے کاٹ دو اسکا ہاتھ، حضرت عائشہؓ کے ایک غلام نے جسکا نام [illegible]
تلوار ماری، دوسرے نے پشت پر نیزہ مارا ہاتھ کٹ گئے، قرآن گر گیا
مسلم شہید ہو گئے، حضرت علی نے اپنے اصحاب سے فرمایا، میں نے ابتک
کتنی ہی جانوں کا نقصان برداشت کیا، لیکن مسلمانوں کے مقابل
دست بجنگ ہونا گوارا نہیں کیا، مگر کیا کروں کہ حاسدوں کا حسد ظالموں کا

ظلم، عہد شکنوں کی جسارتیں بڑھتی جا رہی ہیں، میرے ساتھ کے مسلمانوں [illegible]
مسلمانوں ہی سے تمہارا مقابلہ ہے، اس بات کا بہت لحاظ رکھنا کہ جو تم سے
لڑنے کا ارادہ کرے اسی کو مارنا، مارنا تو ناک کان کسی کے نہ کاٹنا، [illegible]
پامال ہرگز نہ کرنا، قیدیوں اور مجبوروں پر ہاتھ نہ اٹھانا، بھاگنے والوں کا
تعاقب نہ کرنا، جوش میں آ کے کامیابی پر شور و غل نہ مچانا، کسی کا مال اسباب
نہ لوٹنا، البتہ ہتھیار لے لینا، گرے پڑے اسلحہ اٹھا لینا، فتح پانا تو عورتوں کو بھی
بچوں کو گرفتار نہ کرنا، کسی بندہ خدا کو اپنا بردہ نہ بنانا، اسلام کا خیال
ایمان کا پاس کرنا، خدا سے ڈرنا،

یہ فرما کر اپنے صاحبزادے محمد حنفیہ کو جہاد کی اجازت دی،
محمد حنفیہ نے سر تسلیم خم کیا، علم لیکر آگے بڑھے، مگر [illegible]
مخالف کے قریب پہنچ کر تھم گئے، حضرت علی گھوڑا بڑھا کر فرزند کے قریب
پہنچے، فرمایا حملہ کیوں نہیں کرتے؟ عرض کی بابا سبقت کا انتظار ہے، آپ نے
فرمایا تیروں سے سبقت ہو چکی، اصحاب کی جانیں جا چکیں، اب کس بات کا
انتظار؟ مگر بات کہتے کہتے تیروں کی باڑھ آ گئی، محمد حنفیہ نے [illegible]
جان سے لی، عنان شبدیز کو حرکت دی، ماتحت فوج نے باگیں اٹھا دیں
دشمن پر جا ٹوٹے۔ اُنکے بعد خود حضرت علی نے حملہ فرمایا، پھر مالک اشتر
غضبناک شیر کی صورت حملہ آور ہوئے۔ مالک کے بعد دوسرے افسر [illegible] گئے

یہاں تک کہ دونوں فوجیں خلط ملط ہو گئیں، تلواروں سے تلواریں کھٹکنے لگیں، نیزوں سے نیزے گھتنے لگے، سواروں سے سوار، پیدلوں سے پیدل لڑنے لگے خوب گھمسان کی جنگ ہوئی، تھوڑی دیر میں طرفین کی ہزاروں لاشیں خون میں لوٹنے لگیں ہنگامہ تیر و تیغ گرد و غبار کی وجہ سے اپنے پرائے کی پہچان باقی نہ رہی۔ اس چپقلش میں طرفین کے نامی سردار شہید ہو گئے افسران جمل بھی اکثر کام آئے اصحاب جمل سے عبد اللہ میثری میدان میں آکر پکارا، کہاں ہیں باعث فتنہ و فساد علی، آپ نے سنا، فرمایا موجود ہوں، کیا چاہتا ہے، اس نے تلوار کھینچ کر حملہ کیا، آپ نے تلوار ماری اس کا سر اڑ گیا، فرمایا "کیوں! علی کو کیسا پایا" اس کا بھائی عمر ابن میثری صف سے نکلا، اور حضرت علی کے ایک بہادر سپاہی کو ایک ہی وار میں ختم کر دیا، المتیم بن السدوسی ایک منتخب شجاع مقابل ہوئے، وہ بھی شہید ہو گئے، پھر مشہور نبرد آزما عبد اللہ بن الصوحان مقابلہ کو نکلے، ان کو بھی اس نے شہید کر ڈالا، عمر میثری نے پھر مقابل چاہا۔ مگر اس کی دست برد اور شجاعت دیکھ کر کسی کو مقابلہ کی جرأت نہ ہوئی، تھوڑی دیر ادھر سے ادھر گھوڑا کودا تا، خود ستائی کرتا رہا، عمار یاسر حضرت علی کے بوڑھے صحابی جو اس کے کسی قدر قریب تھے۔ یاوہ گوئی کی آواز کانوں تک پہونچی گھوڑا بڑھا کر سامنے آئے، کہا کہاں تک تفاخر کرے گا، آ، مجھ بوڑھے سے دو دو ہاتھ کر لے، وہ سوکھا قہقہہ لگا کر مقابل آیا، تلواریں کھنچ گئیں، دیر تک رد و بدل ہوا کی،

کے وار سے زخمی ہو کر زمین پر آ رہا، عمار گھوڑے سے اترے، عمر کی
اٹھا کے حضرت علی کے سامنے لائے۔ آپ نے گردن اڑانے کا حکم دیا،
اس نے کہا، امیرالمومنین مجھے نہ ماریے، زخم سے جانبر ہو جاؤں گا تو اسی طرح
آپ کے ہی کام آؤں گا۔ آپ نے فرمایا، اے دشمن خدا تو نے میرے تین بھائیوں
کو جماعت داوری میں اپنے جتھا رکھے تھے شہید کر ڈالا ہے، کیونکر تجھے
چھوڑوں۔ اس نے کہا، امیرالمومنین ایک راز کی بات ہے اور آپ کے
کان میں کہنے کی ہے، قریب آ کر سن لیجے۔ آپ نے فرمایا تو متمرد ہے مجھے آنحضرت
نے فرمایا ہے کہ ہر متمرد سے احتراز رکھنا، عمر نے کہا، خدا کی قسم میرے پاس
آ جاتے تو دانتوں سے کان یا ناک ضرور کاٹ لیتا۔ آپ نے اس کی عداوت پر
تعجب کیا، اور اپنے ہاتھ سے سر اتار دیا، عبداللہ بن خلف خزاعی
کہ بصرہ میں صاحب خانہ عائشہ تھے حضرت علی کو پکارا کہ اے بچہ دم دیکھ
پکارا یا عبداللہ مجھے مقابلہ کو بلاتا ہے بھلا میرے مقابلہ سے تجھے
کیا فائدہ ہوگا۔ کیا مجھے جانتا نہیں ہے، اس نے کہا، اے پسر ابوطالب
ایک لحظہ فرصت، مقابل آؤ۔ تو حقیقت کھل جائے، آپکو
اس کی حماقت اور شقاوت پر بڑا تعجب ہوا، مرکب کو چھیڑ کر سامنے آئے
عبداللہ نے وار کیا، آپ نے خالی دیا، جھکائی دے کر تلوار ماری کہ آدھا
بدن اور شانہ عبداللہ کا کٹ گیا، گھوڑ دوڑی بلندی پر کھڑے فوج کو

[illegible] پہلے مروان نے دیکھا، قتل عثمان کے باعث اور اس فساد کے بانی یہی ذات شریف ہیں، کینہ دیرینہ دل میں موجود تھا، اپنے تیر کی زد پر پایا، غلام سے کہا تو آڑ کر لے، کہ مجھے کوئی نہ دیکھے، تیر نشانہ پر ہو پہنچ جائے گا کوئی کیا جانے گا کہ کس نے مارا ایک زہر کا بجھا ہوا تیر ترکش سے نکال کر نشانہ تاکا تیر کمان سے چھوٹا، قضا کا پیغام بنا طلحہ کی ران پر جا بیٹھا اور ہڈی تک چھید دی، زہر کے اثر سے طلحہ بے چین ہو گئے، سایہ کی تلاش تھی اس کے اضطراب میں پسینہ پونچھتے اِدھر سے اُدھر تلملاتے پھرا کئے، سایہ میں [illegible]، غلام نے تیر ران سے کھینچا، خون جاری ہوا، خون نکلتا گیا، ضعف بڑھتا گیا، روح مضمحل ہوتی گئی، طلحہ کلمات یاس اور پریشانی، آہ میری نادانی، اپنی سمجھ اور اپنی ماں کو بُرا کہتے بصد ندامت تڑپ تڑپ کر جلد فنا ملک فنا ہوئے، طلحہ کے صاحبزادے بھی مارے گئے، عبد اللہ ابن زبیر مالک اشتر کے ہاتھ سے زخمی ہو کر گنجان صفوں میں چھپ گئے، وادی سبع سے زبیر کی نشانی آچکی، طلحہ تیر قضا کے نشانہ بن چکے، ان دونو سپہ سالاروں کا خاتمہ ہو گیا۔ عمر ابن اشرف لشکر جمل کا مایۂ ناز مارا گیا، اکثر مشاہیر جمل کو محمد ابن ابا بکر، عمار یاسر، مالک اشتر نے تہ تیغ کیا جناب عائشہ کو گھبراہٹ میں کرامت سوجھی، تھوڑے سنگ ریزے منگا کے شاہت الوجوہ کہہ کر حضرت علی کے لشکر پر پھینکے، زنانے ہاتھ کی قوت سے آگے نہ جا سکے،

اپنے ہی صفوں میں رہ گئے۔ اہل جمل کے میمنہ اور میسرہ کے پیر اکھڑ گئے، پیچھے ہٹ کر
حضرت عائشہ کی پناہ میں سمٹ آئے، اونٹ کو حصار میں لے لیا، حضرت علی
کے افسروں نے جانوں کو ایک ہی جا سمٹا پایا، چاروں طرف سے گھیر لیا،
آپ نے زمین کے ٹکڑے ہوتے اسلامی تیغ کو قتل ہوتے دیکھا، حکم دیا کہ سب سے
پہلے ان کا راستہ کھول دو، جو بھاگے اسے جانے دو۔ ایک طرف کھلا رکھو۔
بھاگے بھاگوں کو راستہ مل گیا۔ بڑے بڑے بانکے ترچھے وار دے رہے تھے،
ہتھیار چھوڑ چھوڑ بھاگنا شروع ہوئے، مگر قبیلہ ضبہ کے شیدائی اور فدائیوں
نے حضرت عائشہ کی ساربانی کا شرف حاصل تھا، ناقہ کی مہار تھامے اونٹ
کو گھیرے لڑتے رہے جب ستر آدمی ایک ہی جگہ قتل ہو گئے تو حضرت
علی نے کہا، یہ جملہ ہیں۔ جوش عقیدت میں جانیں دے رہے ہیں۔ ان کو نہ
روکو بلکہ اونٹ کو بٹھا دو۔ عبدالرحمن بن صرد التنوخی یا کسی شتر نے اونٹ کی
کونچیں کاٹ دیں، اونٹ گرا، ساربان بھاگے، آپ کے حکم سے عمار بن یاسر نے سنبھال لیا
اور محمد بن ابی بکر کے اہتمام میں حضرت عائشہ باحترام تمام جائے قیام پر پہنچا دی گئیں،
عبداللہ بن زبیر، مروان، ولید بن عقبہ، عبداللہ بن عامر اور اکثر بنی امیہ گرفتار
ہو گئے، حضرت علی نے عورتوں اور بچوں کی گرفتاری کو منع کیا، ہتھیار
چھین لینے کی اجازت دی، مال اسباب اور گھروں کے لوٹنے کی ممانعت فرمائی
یہ حکم حضرت علی کی فوج کے اکثر لوگوں کو نہایت شاق گزرا، دلوں میں لئے رہے،

زبان سے نہ کہہ سکے ، غرضیکہ دس ہزار مسلمان مارے گئے ، حضرت علی نے سب کو دفن کرا دیا ، بعد فراغ دفن اپنے خیمہ میں تشریف لائے ، عبداللہ ابن عباس کو بلا کر حکم دیا کہ عائشہ کے پاس جاؤ ، سمجھاؤ کہ فوراً مدینہ سوار ہوجاویں ،

حضرت عائشہ کو اپنے چچا زاد بھائی طلحہ کے مرنے کا رنج ، اپنے بہنوئی زبیر کے قتل کا الم ، ہار کا قلق ، سب سے زیادہ اپنے منہ بولے فرزند ابن زبیر کی گرفتاری کا صدمہ تھا ، بنی بات بگڑنے کی ندامت میں رنجیدہ خاطر اور متفکر بیٹھی تھیں کہ عبداللہ عباس نے اندر آنے کی اجازت چاہی ، انھیں نے ملنے سے انکار کیا ، عبداللہ عباس بے اجازت اندر چلے آئے ، مونڈھے نظر ادہر دیکھے تھے ، ایک مونڈھا گھسیٹ سامنے بیٹھ گئے ، حضرت عائشہ جھنجلا کر بولیں ، تم کیوں بلا اجازت گھر میں گھس آئے عبداللہ عباس نے کہا ، تم قابل احترام رہتیں تو میں بھی اجازت کی پابندی کرتا ، تم خلاف حکم باہر نکلیں میں بلا اجازت اندر چلا آیا حضرت عائشہ نے فرمایا اے بنی ہاشم تمھاری صورتوں سے مجھے نفرت ہے ، تمھارے ہم سایہ سے پناہ مانگتی ہوں ، عبداللہ عباس بولے یہ تمھاری ناشکری ہے ، تم کو جو عزت ہے وہ بنی ہاشم سے ہے ۔ تم نے دین اور دنیا دونوں ہم سے پائے ، اے دختر ام رومانی! تم کو اسلام ہم سے ملا ، تیم اور عدی کے نسب سے تم ام المومنین نہیں کہلائیں ہماری وجہ سے کہلائیں ، تمھارے باپ ابوبکر بن قحافہ تھے ، ہماری وجہ سے

ی کرلے۔ یہ جہالت بھی جو تھا سے گر دور ہوگئی تھی، زوجۂ رسول
مائی اچھے تھی۔ حضرت عائشہ نے کہا مگر علی تو تم کو اپنا ہم برابر نہیں
نے، عبداللہ عباس نے کہا ان کی برابری میں خود نہیں رکھتا۔ میں ان کی
ت میں ہوں وہ مجھ سے زیادہ رسول خدا سے نزدیک ہیں، میراث و علم
وارث ہیں آنحضرت کے حقیقی چچا کے بیٹے ہیں، ان کی بیٹی کے شوہر
کے فرزندان کے باپ، ان کے وصی، ان کے علم کے مستحق ہیں، ان کے میدان
کے مبارز، ان کے قوت بازو، ان کے ریسہ، ان کے جائز جانشین ہیں تم کو
فرماتے ہیں کہ مدینہ جاؤ۔ حضرت عائشہ نے عبداللہ عباس کا کہنا مانا
اٹھ کر چلے آئے، پھر حضرت علی خود تشریف لے گئے۔ حضرت عائشہ کے پاس
عبداللہ خزاعی اور دیگر مقتولین بصرہ کی عورتیں موجود تھیں۔ شور و غل
مچا دیں کہ اے عورتوں کے بیوہ کرنے والے، اے قاتل وارثانِ فرزندان
ب نے عائشہ سے کہا حمیرا! انھیں منع کرو، ورنہ یہ خاموش کردی جائیں گی
الرعب یہ سن کر خود چپ ہوگئیں۔ آپ حضرت عائشہ کو مدینہ روانہ ہوجانے کی
ایت فرما کر چلے آئے۔ حضرت عائشہ نے عبداللہ ابن زبیر کی رہائی کی استدعا
آپ نے رہا فرما دیا۔ مروان کی سفارش امام حسن نے کی وہ بھی چھوڑ دیے
گئے، یہاں تک کہ سب قیدی آزاد کردیے گئے۔ مروان، ولید، عبداللہ عامر،
اور بھاگ کر معاویہ کے پاس شام پہنچ گئے۔ آپ نے حضرت عائشہ کے

زبان سے نہ کہہ سکے، فریقین کے دس ہزار مسلمان مارے گئے، حضرت علی نے سب کو دفن کرا دیا، بعد فراغ دفن اپنے خیمہ میں تشریف لائے، عبداللہ ابن عباس کو بلا کر حکم دیا کہ عائشہ کے پاس جاؤ، سمجھاؤ کہ فوراً مدینہ سوار ہو جا دیں،

حضرت عائشہ کو اپنے چچا زاد بھائی طلحہ کے مرنے کا رنج، اپنے بہنوئی زبیر کے قتل کا الم، ہار کا قلق، سب سے زیادہ اپنے منہ بولے فرزند ابن زبیر کی گرفتاری کا صدمہ تھا، بنی بات بگڑنے کی ندامت میں رنجیدہ خاطر اور متفکر بیٹھی تھیں کہ عبداللہ عباس نے اندر آنے کی اجازت چاہی، انھوں نے ملنے سے انکار کیا، عبداللہ عباس بے اجازت اندر چلے آئے، مونڈھے تلے اوپر رکھے تھے، ایک مونڈھا گھسیٹ سامنے بیٹھ گئے، حضرت عائشہ جھنجلا کر بولیں، تم کیوں بلا اجازت گھر میں گھس آئے، عبداللہ عباس نے کہا، "تم قابل احترام ہوتیں تو میں بھی اجازت کی پابندی کرتا، تم خلاف حکم باہر نکلیں میں بلا اجازت اندر چلا آیا" حضرت عائشہ نے فرمایا اے بنی ہاشم تمھاری صورتوں سے مجھے نفرت ہے، تمھارے ہم سایہ سے پناہ مانگتی ہوں، عبداللہ عباس بولے یہ تمھاری ناشکری ہے، تم کو جو عزت ہے وہ بنی ہاشم سے ہے۔ تم نے دین اور دنیا دونوں ہم سے پائے، اے دختر ام رومانی! تم کو اسلام ہم سے ملا، تم اور عدی کے نسب سے تم ام المومنین نہیں کہلائیں، ہماری وجہ سے کہلائیں، تمھارے باپ ابوبکر بن قحافہ تھے، ہماری وجہ

صدیق کہلاتے' یہ جہالت بھی جو تمہارے گرد جمع ہو گئی تھی' زوجۂ رسول ہونے کی وجہ سے تھی۔ حضرت عائشہ نے کہا گر علی تو تم کو اپنا ہم برابر نہیں جانتے۔ عبداللہ عباس نے کہا اُن کی برابری میں خود نہیں رکھتا۔ میں اُن کی اطاعت میں ہوں وہ مجھ سے زیادہ رسول خدا سے نزدیک ہیں' میراث و علم میں اولیٰ تر ہیں آنحضرت کے حقیقی چچا کے بیٹے ہیں، اُن کی بیٹی کے شوہر اُنکے فرزندان کے باپ، اُن کے وصی، اُنکے علم کے مبشر ہیں، اُن کے میدان کے مبارز اُن کے قوت بازو اُن کے ولیعہد، اُن کے جائز جانشین ہیں تمکو حکم دے رہے ہیں کہ مدینہ جاؤ۔ حضرت عائشہ نے عبداللہ عباس کا کہنا نہ مانا وہ اُٹھ کر چلے آئے، پھر حضرت علی خود تشریف لیگئے۔ حضرت عائشہ کے پاس بیوہ عبداللہ خزاعی اور دیگر مقتولین بصرہ کی عورتیں موجود تھیں شور و غل مچانے لگیں کہ اے عورتوں کے بیوہ کرنے والے اے قاتل وارثان فرزندان آپ نے عائشہ سے کہا حمیرہ! انھیں منع کرو، ورنہ یہ خاموش کردی جائینگی وہ عورتیں یہ سن کر خود چپ ہو گئیں، آپ حضرت عائشہ کو مدینہ روانہ ہو جانیکی ہدایت فرما کر چلے آئے۔ حضرت عائشہ نے عبداللہ ابن زبیر کی رہائی کی استدعا کی آپ نے رہا فرمادیا۔ مروان کی سفارش امام حسن نے کی وہ بھی چھوڑ دئے گئے، یہاں تک کہ سب قیدی آزاد کر دئے گئے مروان، ولید، عبداللہ عامر وغیرہ چھوٹ کر معاویہ کے پاس شام پہونچ گئے، آپ نے حضرت عائشہ کے

جانے میں تساہل پایا۔ امام حسن کے ذریعہ کہلا بھیجا کہ اگر مدینہ نہ جاؤگی تو میں وہی کرونگا، جس کا اختیار مجھے آنحضرت دے گئے ہیں۔ اور نہیں معلوم ہے۔ امام حسن تشریف لے گئے۔ حضرت عائشہ کنگھی کر رہی تھیں۔ ایک گیسو گوندھ چکی تھیں دوسرا باقی تھا۔ امام حسن نے پیام سنایا۔ کھلے بالوں کھڑی ہوگئیں اور راحلہ تیار کرنے کا حکم دیا۔ عورتوں نے پوچھا بی بی! عبداللہ عباس گئے تم نے کہنا نہ مانا، حضرت علی خود آئے، مدینہ جانے کی تاکید فرما گئے۔ تم اب تک نہیں گئیں۔ آج اس لڑکے کے کہنے سے اتنی جلد آمادہ ہوگئیں۔ خیر تو ہے، فرمایا آنحضرت علی کو اپنی ازواج کی طلاق کا اختیار دے گئے ہیں۔ حسن کی زبانی وہی علی نے کہلا بھیجا ہے۔ اب میں نہیں ٹھہر سکتی۔ حضرت علی نے چند سپاہی اور ان کے بھائی کو ساتھ کیا۔ بارہ ہزار درہم زادراہ دئے۔ اور چند عورتیں ہتھیار بند مردانے لباس میں محمل کے گرد و پیش رہنے کو ہمراہ کیں۔ حضرت عائشہ کو مردوں کی حراست میں جانا نہایت شاق گزرا۔ راستہ میں اس برتاؤ کا شکوہ کیا۔ گرد کے سپاہیوں نے ظاہر کیا کہ ہم عورتیں ہیں۔ جو حفاظت کے لئے تمھارے گرد و پیش ہیں۔ حضرت عائشہ نے بہت خوش ہو کر حضرت علی کے اس احترامی برتاؤ کا شکریہ ادا کیا۔

حضرت علی نے بصرہ پر تسلط پایا۔ دارالامارۃ میں داخل ہوئے۔ بیت المال کا جائزہ لیا۔ ملکی ضروریات سے زائد رقم کو مسلمانوں پر تقسیم کردیا۔

بصرہ کی مسجد میں تشریف لائے، اہل بصرہ کا مجمع ہوا، آپ نے فرمایا:
اے بصرہ والو! اے منقلب اور غرق شدہ نشیبی زمین کے رہنے والو تمھارا
پانی شور، تمھاری زمین نشیب کی وجہ سے متعفن، تم رحمت الٰہی سے دور، تم
تم کئی مرتبہ کڑوے پانی میں غرق ہو چکے ہو۔ اور خدا جانے ابھی کے مرتبہ اور
غرق ہو گے۔ اے زن ناقص العقل کے طرفدارو! حیوان لا یعقل کے مددگارو!
تمھارا دین نفاق سے مملو، تمھارا اخلاق قبیح، تمھارے باطن میں یقین کو
دخل نہیں ہے، تم خدائے لاشریک پر دل سے ایمان لاؤ۔ حاضر، ناظر، سمیع
بصیر مانو، میرے ابن عم محمد رسول اللہ کو ہادی برحق جانو، اُن کی پاک ہدایت
اور احکام خداوندی پر کاربند ہو۔ اطاعت کرو خدا کی اور اطاعت کرو رسول اور
صاحبان امر کی تاکہ بدی سے نجات پانے والوں میں تمھارا شمار ہو۔ پھر دونو جانب
کے مقتولوں کا گرا پڑا اسباب مسجد میں سجایا گیا، ہتھیاروں کو بیت المال
میں داخل کرنے کا حکم دیا، باقی اسباب کی بابت اجازت دی کہ ورثا پہچانکر
لے لیں۔ لاوارث مال کو فوج پر تقسیم کر دیا، بصرے کی حکومت عبداللہ بن
عباس کو تفویض فرمائی، زیاد بن سمیہ کو انکا مشیر بنایا اور مدینہ کے عزم
سے تیار ہوئے، مگر شام کی متوحش خبریں سن کر تنسیخ عزیمت فرمائی، کیونکہ
مدینہ جانا، وہاں سے پھر شام کے انتظام کو آنا، دوہری مسافت اور وقت
تنگ دیکھا، آخر رجب ۳۶ھ میں کوفہ کی جانب مراجعت فرما ہوئے، کوفہ

پہونچ کر پہلے یمن، مصر، عراق، فارس، تمام ممالک محروسہ کا انتظام فرمایا، اور جزائر عرب کی بغاوت فرو کرنے کے لئے مالک اشتر کو تھوڑا لشکر دے کر جہاد کی اجازت دی، خود شام کی جانب توجہ فرماتے ہوئے پہلے جریر ابن عبداللہ بجلی کو نمائندہ خط دیکر معاویہ کے پاس بھیجا، معاویہ نے مہینوں حیلے حوالے میں ٹالا، پھر جریر کو بے جواب واپس کردیا، اور اپنے قاصد کے ہاتھوں سادہ کاغذ جواب میں بھیجدیا۔ جریر اہل شام کا جوش، معاویہ کے ارادے، قصاص کے منصوبے، شام کی عام رعایا کے خیالات نوٹ کرتے گئے، سب حضرت علی سے عرض کردئے، آپ نے اصبغ۔ ابوالاسود، اور طرماح کو باری باری بھیجا، سفیران علی مہینوں دوڑتے رہے اور اپنے فصیح و بلیغ تقریروں سے معاویہ اور اہل شام کو سمجھاتے رہے، لیکن نہ معاویہ نے کچھ سماعت کی، نہ اہل شام پر معاویہ کی وجہ سے، یہ لوگ اپنا اثر ڈالنے پائے۔ حضرت علی کے تخت نشین ہوتے ہی بنی امیہ کے قافلے، آل عبداللہ کے کاروان مخالفوں کے جتھے، منافقوں کے گروہ جوق جوق مدینے سے کھسکنے لگے، سب سے پہلے خلیفہ زادے عبیداللہ ابن عمر۔ پھر نعمان ابن بشیر نائلہ کی کٹی ہوئی انگلیاں، عثمان کا خون بھرا پیراہن لیکر شام پہونچے، عوام کو مشتعل کیا۔ معاویہ کو سمجھایا کہ ہنوز علی کی فوجی قوت، امدادی جماعت کافی نہیں ہے۔ تمہاری کامیابی کا یہی موقع ہے۔ معاویہ نے انگلیاں منبر پر

رکھوا دیں، خون بھرا پیراہن محراب مسجد میں لٹکوا دیا اور حضرت علی پر خون عثمان کا اتہام لگایا۔ ناواقف شامیوں کو عجیب عجیب عنوان سے قصاص پر ابھارا طرح طرح کے افسانے طوفان، بہتان، باندھ کر مخالفت پر توجہ دلائی بدگوئی اور تبرا کو رواج دیا، سرحدی جرگوں کو اغوا کیا ماتحت قبیلوں کو ورغلانا، افواج کو جنگ پر ترغیب دی، تمام شامیوں کو خون عثمان کا انتقام اور علی سے عوض لینے پر آمادہ کر لیا۔ اہل شام نئے مسلمان تھے حضرت عمر کی بدولت آنکھ کھول کر یزید معاویہ اور بنی امیہ کے سوا کسی اور کو دیکھا ہی نہ تھا شام میں جو کچھ اقتدار تھا وہ بنی امیہ کا تھا وہی رسول کے عزیز قریب، وہی وارث وہی جائز جانشین سمجھے جاتے تھے۔ معاویہ نے ممانعت کر دی تھی کہ علی اور حسنین کا نام کوئی رسول اللہ کے ساتھ زبان پر نہ لائے۔ معاویہ کو خلیفہ زادے عبید اللہ کے پہونچنے سے بہت تقویت ہو گئی اہل شام میں اعتبار بھی بڑھ گیا تمام اکابر مدینہ کو طلب کے لئے خطوط لکھے، سعید ابن عثمان، بسر ابن ارطاط، خدیج ابو حذیفہ، ابو ہریرہ، ابو امامہ باہلی وغیرہ صحابہ کے پہونچنے سے شامیوں کے خیالات بد سے بدتر ہو گئے معاویہ نے صلاح مشورہ کے لئے عمر عاص کو فلسطین سے بڑی آؤ بھگت کے ساتھ بلا بھیجا، ایک دن خاص صحبت میں اپنی دقتوں کا اظہار کیا کہ مجھے ایک ہی وقت میں تین مشکلوں کا سامنا ہے، محمد بن حذیفہ قید خانہ

توڑ کر نکل بھاگا، اور مصر میں سازش شروع کر دی ہے، دوسرے قیصر روم بحر شام کے ارادے سے لشکر عظیم لیکر نکلا ہے۔ تیسرے علی خلیفہ ہوئے ہیں، وہ پشتہا پشت کے دشمن ہیں، میری امارت پر ضرور حملہ کرینگے، عمرو عاص کو اپنا رنگ جمانا، معاویہ کے عناد کا اندازہ لینا تھا۔ کہا محمد حذیفہ کا معاملہ چنداں اہم نہیں ہے فوج سے گرفتار کرالو، قیصر روم کو تحفہ تحائف بھیجکر تجدید صلح میں الجھاؤ، البتہ علی کا معاملہ سخت ہے، تم اُن کے برابر والوں میں نہیں بیجے جا سکتے، اُن کے فضائل وخصائل اور مراتب کا پایہ بہت بلند ہے۔ معاویہ نے کہا عثمان کو بے گناہ قتل کیا، وہ مرتبہ جاتا رہا عمرو عاص نے انگلی دانتوں میں دبا کر کہا کہ ہا! ایسا نہ کہو، نہ عثمان بے گناہ تھے، نہ علی کا ہاتھ اُن کے خون میں آلودہ ہے یہ بالکل جھوٹ محض افترا ہے علی عالم میں بے مثل اور کمالات میں بے نظیر ہیں، رسول کے جائز جانشین، اُن کے ابن عم اُنکی بیٹی کے شوہر اُن کے فرزندوں کے باپ اُنکے واسطے ہی رسول فرما گئے ہیں کہ جس کا میں مولا ہوں اُس کے مولا علی بھی ہیں، اُنکا دوست خدا اور رسول کا دوست اُنکا دشمن خدا و رسول کا دشمن ہے، جو قاتل عثمان ہیں وہ ابتک شہر ہیں ہیں، نام کسی نے بتایا نہیں، شناخت کوئی کرتا نہیں یوں تو بلوے میں بصرے، کوفے، مدینہ والے سبھی شریک تھے گر مصر والے زیادہ پیش پیش تھے۔ جو ادھر اُدھر دونوں طرف موجود ہیں

معاویہ نے عمر عاص کا زانو دبایا۔ اور اس تذکرہ کو تخلیہ پر اُٹھا رکھا، تخلیہ کی صحبت سے عمر عاص معاویہ کے ہم ساز و ہم آواز نکلے، کافی اطمینان ہو گیا کہ بنی امیہ کے دلوں میں پورانے زخم آئے ہیں انتقام کو تیار ہیں، اہل شام مددگار ہیں، جاہل جماعت بھی ابھی خاصی تعداد میں ساتھ ہے، نومسلم شامی واقعات سے بیخبر آل ہاشم سے ناواقف ہیں وہ یزید و معاویہ کے سوا کسی اور کو جانتے ہی نہیں، لاکھوں کا مجمع امداد کو حاضر ہے، جماعت کی کرامت سے خلافت معاویہ کو ملیگی تو مصر کی حکومت نئے سرے سے ہاتھ لگے گی، وعدہ وعید پر سلطنت کے وزیر معاویہ کے مشیر تدبیر بنے اور اپنی فطرتی چالوں سے مدد دینا شروع کر دی، حضرت علی ادھر جنگ جمل میں اُلجھے رہے، معاویہ اور عمر عاص کو موقع ملا، بہتاں گڑھتے اور جنگ کا انتظام کرتے رہے۔ جنگ جمل کے قیدی چھوٹے تو مروان ولید، اور اکثر بنی اُمیہ عبداللہ عامر، مغیرہ ابن شعبہ یعلی بن منیہ وغیرہ معاویہ کے پاس شام جا پہونچے، شامیوں کو اور برافروختہ کر دیا۔ شرجیل ابن سمط الکندی شام میں بہت ذی اثر اور دور فاروقیہ میں افواج میسرہ کے مشہور افسر تھے، سارے عرب میں انکی بہادری کی دھاک تھی تمام شام میں شجاعت کے ڈنکے بجے تھے، بڑے بڑے قبیلے مطیع تھے، معاویہ کو اُن کی قوت اپنے کام میں لانے کی ضرورت ہوئی، عمر عاص کی صلاح سے زید سعید، بُسر ارطاۃ وغیرہ ایسے دس بیس مقتدر لسّان چالاک صحابیوں کو مہینہ

اری باری مختلف میلوں سے شرجیل کی صحبت میں بھیجا، وہ لوگ باتوں باتو
میں بے لوث بنکر سناتے رہے کہ علی نے خلافت کے لئے خلیفہ عثمان کو بے گنا
قتل کرادیا، اور خلافت پر قبضہ کر لیا ہے اتفاق سے شرجیل کسی ضرورت
معاویہ کے دربار میں آئے معاویہ نے بہت تعظیم و تکریم سے اپنے پہلو میں بٹھایا،
ادھر ادھر کی باتوں میں خلافت کا تذکرہ چھیڑا شرجیل نے کہا مجھے اکابر مدینہ
عمائد دمشق معارف کوفہ، اشراف مکہ سے تحقیق ہو چکا ہے کہ مظلوم خلیفہ کی
شہادت علی کی سعی اور کوشش سے ہوئی ہے اگر تم اُن کی بیعت کرو گے تو میں
تمہارا ساتھ نہ دونگا، اور اپنے ماتحت قبیلوں کو بیعت سے روکوں گا معاو
نے کہا، بھلا یہ کہاں ممکن ہے کہ میں آپ ایسے بزرگوں کی رائے بغیر کوئی کا
کروں، میں خود اس معاملہ میں آپکا ہم خیال ہوں، بلکہ تمام اہل شام قصاص
لینے کو تیار اور جنگ پر آمادہ ہیں

جریر کے خالی واپس آنے پر حضرت علی نے معاویہ کو لکھا، اے معاویہ! عام
مسلمانوں کی موافقت کر، پھر وارثان عثمان کو میرے روبرو لا اور خون عثمان
کا دعویٰ کر، تاکہ مطابق کتاب خدا اُس کا فیصلہ کیا جاوے، اگر تو نے
میرے ہدایت پر خیال نہ کیا، تو مجھے خدا سے امداد لیکر تجھ سے جنگ و جدال
کے لئے آنا پڑے گا معاویہ نے جواب میں لکھا کہ اے علی ہم تم بنی عبد مناف
ہیں، ایک ماں کا دودھ ایک ہی چاہ سے پانی پیا ہے، ہم میں تم میں کسی کو

...ریح نہیں ہے ، پہلے ہم سب متفق تھے ، قلوب خیانت سے پاک ، نفوس حسد
...سے بری تھے ، یہاں تک کہ اے علی ! تم نے عثمان پر حسد کیا ، اور لوگوں کو ابھارا
...ان کو قتل کرا دیا ، گھر میں گھسے بیٹھے مطلب کا انتظار کرتے رہے ، عثمان
...شہید ہوئے ، تمھاری مراد بر آئی ، خلافت پر قبضہ کیا ، بزرگان اسلام سے
...جبرًا بیعت لی ، شیخ المسلمین طلحہ و زبیر کو قتل کرا دیا ، ام المومنین حضرت عائشہ
...اجلاف عرب کے ہاتھوں ذلیل کیا قاتلان عثمان کو اپنی رفاقت میں
...بر ، حمایت میں دلیر کر رکھا ہے ، اب میں مہاجر و انصار کے ساتھ
...شمشیر ہائے شامی و سنا نہائے خطانی تمھاری طرف آتا ہوں ، اور قاتلان عثمان کو
...لے لیتا ہوں ، حضرت علی نے جواب میں لکھا ، یہ سچ ہے کہ ہم تم بنی عبد مناف
...ہیں ، ایک ہی ماں کا دودھ ایک ہی چاہ کا پانی پیا ہے ، مگر فی مابین یوں
...فرقہ ہو گیا کہ ہم خدائے واحد پر ایمان لائے ، محمد کی رسالت کو تسلیم کیا ، تو
...مشرک تھا ، منافق رہا ، تیرے یہاں بتوں کی خدائی ہمارے یہاں خانۂ کعبہ
...خدمت زمزم کی سقائی رہی ، ہمارے گھر رب العزت نے وحی نازل فرمائی ،
...گو ، نبوت ہم میں ہے ، شجرۂ ملعونہ تم میں ، محمد سا امین ہم میں ہے مسیلمہ سا
...کذاب ابو سفیان سا خائن تم میں شیبۃ الحمد عبد المطلب ہم میں ہے کذاب
...ب تم میں ، ہاشم بن عبد مناف ہم میں امیہ ننگ اخلاف تم میں ،
...طیار فی الجنان سید الشہداء حمزہ اسد اللہ تم میں ، سگ سلاف ابن عبد العزی

تم میں سیدۃ النساء العالمین فاطمہ زہرا ہم میں حمالۃ الحطب ام جمیلہ (معاویہ کی
پھوپھی) اور ہندہ جگر خوارہ (معاویہ کی ماں) تم میں۔ سردارانِ جوانانِ بہشت حسنین
ہم میں عقبہ بن ابی معیط تم میں۔ اے ابن حرب یہ بھی ابنائے زمانہ کی زمانہ پرستی
ہے کہ تجھکو میرا مقابل بنا دیا۔ اے معاویہ میں نے عثمان پر حسد نہیں کیا، بلکہ
تو میری خلافت اور امامت پر جل بھن رہا ہے۔ قتل عثمان پر میں نے کسی کو
ترغیب نہیں دی، بلکہ تیرے شیخ الاسلام طلحہ و زبیر اور تیرے مشیر کار عمر عاص
مکار نے ابھارا اے پسر ہندہ میں مدعی خلافت رہا مگر خلافتوں میں در انداز
نہیں ہوا میں مستحق امامت ہوں مگر خلافت کی ہوس نہیں رکھتا۔ تو نہ
استحقاق خلافت رکھتا ہے نہ امامت کی قابلیت، محض ناواقف شامیوں کی
قوت پر کینۂ دیرینہ نکالنا اور اقتدار دنیا بڑھانا چاہتا ہے۔ صرف ہوائے نفس
اور حب جاہ طمع دنیا میں برسر پرخاش ہے، مہاجر و انصار اور مصر کے گروہ
نے خلافت کے لئے مجھے مجبور کیا، طلحہ اور زبیر نے خود ہی شدید قسمیں کھا کر بیعت
میں سبقت کی خود ہی عہد شکنی میں عجلت کی، کور بختی سے اپنی جانیں آپ
ہلاکت میں ڈالیں، زبیر کی جان راہ ہی تیرے ساتھی عمر جرموز نے لی، طلحہ
کی جان تیرے بھتیجے مروان نے لی، عائشہ خود ہی خلاف حکم گھر سے نکلیں،
اونٹ پر چڑھ کر بصرے تک تشہیر ہوئیں۔ اے ابن جگر خوارہ ٹٹول اپنے دل کو
دیکھ اپنے دہنے بائیں، خون عثمان کے بانی تیرے پہلوؤں میں مصاحب ہیں

عجب ہے کہ تو مجھے شمشیر دشمنان سے دھمکاتا ہے، تو نے کس سے سنا اور کب دیکھا کہ پسران عبدالمطلب تلوار سے ڈر گئے ہوں، کیا بدر واحد، خندق وخیبر کے واقعات بھول گیا۔ میں وہی علی ہوں جس نے تیرے اسلاف کو ٹھکانے لگایا ہے ذرا آنکھ کھول، دیکھ اپنے بھائی حنظلہ، اپنے ماموں ولید، اپنے چچا شیبہ اپنے جد عتبہ کو جو میدان بدر میں اپنے خون میں پڑے لوٹ رہے ہیں، وہی تلوار ذوالفقار میرے ہاتھ میں ہے، وہی قوت دست وبازو میں موجود ہے، خدا کے فضل سے وہی قوی دل رکھتا ہوں، کچھ بھی غیرت رکھتا ہو تو اکیلا نکل آ، میں تو سمجھ لوں، تو نے مار لیا دنیا تیری ہے میں نے تجھے مارا مسلمانوں کو رنج ومصیبت سے نجات مل جائے گی، اے معاویہ! مسلمانوں کا خون ناحق اپنے سر نہ لے، صدہا گھر ویران، ہزارہا عورتوں کو بیوہ، بچوں کو یتیم نہ کر، خدا سے ڈر۔ جانبین سے خطوط کا سلسلہ پیک وپیغام سفیروں کی تگ ودو قاصدوں کی دوڑ دھوپ، ایلچیوں کا آنا جانا، مہینوں جاری رہا۔ معاویہ نے مکروہ الفاظ سخت کلامی سوء ادبی، گستاخی اتہام، بے ہودہ سرائی میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا حضرت علی نے بھی تحمل و فہمائش کی حد کر دی، دندان شکن جواب بھی دئیے اور لاجواب دئیے مگر افسوس بات بڑھنا تھی بڑھتی گئی، مسلمانوں کے خون بہنا تھے بہے، اور ہزار افسوس کہ صدیوں تک بہتے رہے۔ مورخین لکھتے ہیں ایک کوفے کا باشندہ

کسی حضرموت سے شام آیا، ایک شامی نے اس کے اونٹ کو پکڑا اور کہا کہ یہ میری اونٹنی ہے، قصہ نے طول کھینچا معاملہ معاویہ کے حضور میں پیش ہوا، شامی کے پچاس گواہ ہو گئے، معاویہ نے اونٹ شامی کو دلا دیا، کوفی نے کہا، جج صاحب ذرا ملاحظہ تو فرمالیجئے کہ یہ اونٹ ہے یا اونٹنی، معاویہ نے کہا حکم ہو چکا، اب کچھ نہیں ہو سکتا، شامی اونٹ لیکر چلتا پڑا کوفی منہ لٹکائے واپس چلا، معاویہ نے کوفی کو بلا کر اونٹ سے دو چند قیمت دی، اور کہا کوفے جا کر اپنا قضیہ علی کو سنا دینا، اور میری طرف سے کہدینا کہ ایسے سوا لاکھ آدمی تمہارے مقابلہ کو لاؤنگا، جو اونٹ اور اونٹنی میں فرق نہیں کرسکتے، معاویہ نے حضرت علی کو جنگ جمل میں الجھا پایا، شام میں اپنی خلافت کا اعلان کر دیا اور جزائر عرب میں ضحاک بن قیس نے پہونچ کر معاویہ کے لئے بیعت لی، اور شہر حران کو اپنا دارالریاست بنایا۔

حضرت علی نے جنگ جمل سے فراغت پائی تو مالک اشتر کو تھوڑی فوج دیکر ضحاک کی سرکوبی کو روانہ فرمایا، ضحاک شکست کھا کر قلعہ بند ہو گیا، مالک نے قلعہ حران کا ماحضرہ کرلیا، ضحاک نے معاویہ کو فریاد نامہ لکھا، معاویہ نے خالد ابن ولید کے بیٹے عبدالرحمن کو ضحاک کی امداد کو بھیجا، مالک اشتر نے کمک کو آتے سنا، آگے بڑھ کر راستہ ہی میں عبدالرحمن کو ٹوک لیا

سخت خونریزی ہوئی۔ عبد الرحمن شکست کھا کر بھاگ گیا، ضحاک نے امدادی فوج کو بھاگتے سنا تو قلعہ چھوڑ چلتا پڑا۔ مالک نے پلٹ کر قلعہ حران پر قبضہ کرلیا، وہاں کے باشندوں سے علی کی بیعت لی، یہیں سے جنگ صفین کا سلسلہ بھڑ گیا۔

حضرت علی نے عرصہ تک اس معاملہ میں رفاہ واصلاح کی راہ دیکھی۔ مگر جب یہ خبر پائی کہ معاویہ شرجیل کی قوت سے ایک لاکھ فوج لیکر دمشق سے باہر نکل آئے ہیں، لشکر کو تیاری کے لے نخیلہ میں جمع ہونے کا حکم دیا، ۴۰ ہزار کا مجمع ہو چکا تو عقبہ بن عمرا ایک شر صحابی کو کوفہ کا منتظم کیا، اور لشکر کو کئی حصوں میں مرتب فرمایا، اور ہر حصہ پر اُن کے نمایندوں کو افسر بنایا۔ ۱۲ ہزار کی جماعت کو مقدمۃ الجیش کیا اور زیاد ابن نضر اور شریح ابن ہانی کو اُن کا امیر مقرر کیا، ہدایت فرمائی کہ تم دونوں جدا جدا اپنے لشکر کے افسر ہو۔ جہاں پر ایک ہو جاؤ تو شریح کو دونوں لشکروں کا افسر مانو، ظلم وتعدی سے نفرت رکھنا ہر وقت ہر حالت میں خدا سے ڈرتے رہنا۔ اپنی ثروت پر غرہ، اپنی کارگزاریوں پر ناز اپنی قوت پر گھمنڈ نہ کرنا، اتفاقات زمانہ کے لئے مستعد رہنا، آفات ارضی وسماوی میں حواس باختہ نہ ہو جانا، اپنے ماتحت ۱۲ ہزار بندگان خدا کے تمامی امور کی خبر رکھنا، ان کی محافظت ان کی راحت ان کا آرام تمھارے

ہاتھ سے شفقت سے ان کی خدمت تمہارے ذمہ ہے۔ اہل عقل سے مشورہ لینا، ناواقفوں کو تعلیم دینا، آگے کو لشکر فوج کی سپر، سب کا نگہبان جسم پر آنکھیں، محافظہ طلایہ ہے۔ اہل طلایہ کا فرض ہے کہ دریافت حال کو ادھر اُدھر دیکھتے چلیں، چاروں طرف کی خبر لیتے رہیں آگے پیچھے دہنے بائیں، بلندیوں، پستیوں، جھاڑیوں، جنگلوں، پہاڑوں گھاٹیوں، کھنڈروں، کمیں گاہوں، درختوں کی آڑوں میں غنیم کا سراغ لگاتے چلنا، رات کو قیام، دن کو سفر کرنا۔ کوچ میں ساتھ قیام میں پاس ہر حالت میں متفق رہنا، سوتا تو برچھیوں کے حلقہ میں محفوظ ہو شب خون کی حفاظت کو باری باری ہوشیار رہنا دشمن سے سامنا پڑ جائے تو کسی بلندی یا دریا کے موڑ کو پس پشت لینا، یا پہاڑ کی آڑ پکڑ لینا تاکہ دشمن ایک ہی جانب سے حملہ کر سکے اور تم پسپا ہونے پر بھی بلند ہو کر زبردست رہو اور بھاگ جانے کی بے عزتی سے بھی محفوظ رہ سکو۔

یقین مانو کہ موت ایک دن آنی ہے راتوں کو بقدر ضرورت آرام لینا زیادہ آرام کو حرام سمجھنا، کچھ رات رہے سے اُٹھنا، خدا کو ضرور یاد رکھنا اپنے قاصد میرے پاس بھیجتے رہنا بڑھو اور خدا کا نام لیکر بڑھو فی حفظ اللہ میں بھی تمہارے پیچھے آرہا ہوں تمام لشکر آگے پیچھے روانہ ہوا۔

حضرت علی مع لشکر ظفر پیکر کربلا، ساباطہ، مدائن ہوتے ہوئے راہ میں کسریٰ پرویز، نوشیروان عادل کے پرانے نشان دشت ہُو کا منظر، فدا نے ویرانے، گری پڑی عمارتیں، ٹوٹے پھوٹے تخت۔ سنسان قبرستان، خاموش آتشکدے، شاہی عمارتوں کے کھنڈر، امرا و وزرا کے منہدم مکانات، اُجڑے باغ، سوکھی نہریں، پھٹے گنبد، گرے منارے، لُٹی بہار، مٹی رونق چشم عبرت سے دیکھتے زبان سے آیۂ فاعتبروا یا اولی الابصار پڑھتے بہرسیر میں رونق افزا ہوئے اس مقام پر مدائن کے رہنے والے بارہ سو سپاہی عدی بن حاتم طائی کی تحریک سے حاضر خدمت ہوئے بہرسیر سے چل کر شہر انبار میں مقام ہوا یہاں کے مجوس نے آپ کے استقبال اور مہمانی کا سامان کیا گھوڑوں پر سوار ہو کر استقبال کو آئے جب قریب پہونچے وہاں کے دستور کے موافق گھوڑوں سے اُتر پڑے اپنے اپنے گھوڑے نذر دئے لشکر کے لئے کھانا جانوروں کے لئے دانہ سوکھی گھاس ہرا چارہ حاضر کیا آپ نے اس شرط سے منظور فرمایا کہ تمھارے خراج میں تمھارا عامل اسکی مناسب قیمت مجرا دے شہر انبار میں دو دن قیام رہا ضروری رسد کا سامان قیمت سے مہیا ہوا کیونکہ یہاں سے جنگل کا رستہ طے کرنا تھا، سات روز بعد انطار میں کوکب ہمایوں کا داخلہ ہوا اس مقام پر مسجد بنانے کا حکم دیا، یہاں سے کوچ فرما کر شہر رقہ میں نزول اجلال ہوا

یہ شہر شام کے ممالک محروسہ میں شامل تھا۔ باشندے امیر شام کے مطیع تھے
اور عثمانی فرقہ بھی جناب جمل سے بھاگ کر یہیں مقیم تھا سماک ابن مخرمہ
اسدی انکا سردار تھا یہاں دریاے فرات اُترنے کو کشتیوں کی ضرورت ہوئی
ان لوگوں نے دینے سے انکار کیا اور اپنی کشتیاں داہنے بائیں ہٹا دیں
حضرت علی نے درگزر فرمایا اور منبج کے پل سے اُتر گئے مگر مالک اشتر نے
تلوار کے گھاٹ اُتارنے پر دھمکایا اور کشتیاں منگا کر اُترے منزل رقہ
پر زیاد و شریح کا لشکر مل گیا حضرت علی نے اس لشکر پر اب مالک اشتر
کو امیر بنایا اور شام کی جانب بڑھنے کا حکم دیا۔ ہدایت فرمائی کہ غنیم سے
مڈبھیڑ ہوجاے تو میمنہ پر زیاد میسرہ پر شریح اور قلب میں تم قیام کرنا
اور سمجھا دیا کہ اپنی فوج کو دشمن سے اتنا نزدیک نہ اُتارنا کہ وہ تم کو جنگ
پر حریص سمجھے اور نہ اتنا دور کہ تم پر خوف و دہشت کا گمان ہو دشمن
سے مقابل ہوجاؤ تو شر دفع کرنیکے سوا شورش نہ کرنا بغیر اتمام حجت
تلوار میان سے نہ نکالنا جہانتک ممکن ہو میرے پہونچنے کا انتظار کرنا
افواج شام کے ہراول ابوالاعور سلمی ۲۵ ہزار فوج سے عراق کی طرف بڑھے
اور بابل کے میدان میں ڈیرے ڈالے دوسرے روز مالک اشتر بھی اُن کے
سر پر جا دھمکے اور مقابل میں خیمے برپا کئے اپنے بھائی سنان ابن نخعی کو
ابوالاعور کے سمجھانے کو بھیجا اُسنے کہا میں شام سے سب کچھ بوجھ کر چلا ہوں

اور صبح ہوتے ہی وہاں جنگ ہو گیا ، مالک خود بھی طبیعت کے نہایت جنگجو تھے مگر حضرت علی کا حکم مقدم ا نتے تھے ، دشمن نے سبقت کی تو فوج کو مقابل لائے ، ابو الاعور نے حملہ کر دیا دونوں فوجیں گتھ گئیں دن بھر تلوار کھٹکی رات بھر لوہے سے لوہا بجتا رہا مالک غصہ میں بھرے ابو الاعور کے فراق میں گھوما کئے صبح ہوتے ہی ابو الاعور مالک سے جان بچا کر چلدیا ، فوج بھی تتر بتر ہو کر بھاگی ابو الاعور انج کے مقام پر معاویہ سے جا ملا اور فرار کی داستان سنائی مالک بھی بھاگی بھیڑ کو لیئے ڈھکیلتے دباتے چلے گئے معاویہ نے انج کے قیام میں قباحت دیکھی دریاے فرات قریب ہونے سے صفین کا میدان پکڑا اور پانی کے گھاٹ پر قبضہ کر لیا ، مالک اشتر بھی پہنچے تو لاکھوں کے مجمع سے مقابل ہونا مناسب نہ سمجھے اپنے لشکر کو ان کی ٹکر کا نہ پایا دریا سے ہٹ کر پڑاو ڈالا ۔ تیسرے روز حضرت علی بھی تشریف فرما ہو گئے دریا سے دور ٹھہرنے کی وجہ پوچھی معلوم ہوا کہ گھاٹ پر معاویہ کا پہلے سے قبضہ ہے ، فوج کو پانی کی ضرورت ہوئی لوگ پانی لینے گئے گھاٹ کے پہرہ دار مانع ہوے آپ نے صعصعہ کو معاویہ کے پاس بھیجا کہ دریا کا پانی خدا کی جانب سے عام ہے تم نے کیوں روکا ہے معاویہ نے کہا تم نے عثمان پر پانی بند کیا ہم تم کو پانی نہ دینگے ، آپ نے کہلا بھیجا کہ ہمارے تمھارے امر امامت پر جھگڑا ہے پانی روکتے ہو تو چلو اسی پر فیصلہ ہو جاے جو

گھاٹ لیلے وہی امام ہے معاویہ نے جواب نہیں دیا اشعث واشتر
حضرت علی سے اجازت لیکر پانی لینے گئے محافظان ساحل کو گھاٹ سے
مارکر ہٹا دیا۔ دو دن کی پیاسی فوج نے خوب ڈگڑا گا کر پانی پیا اور وہیں
ڈیرے ڈالدئے معاویہ کی فوج کو ضرورت ہوئی تو اندیشہ کیا کہ ہم نے پانی
نہیں دیا تھا اب ہم بھی پانی سے روکے جائینگے کچھ لوگ پانی مانگنے آئے
آپ نے فرمایا دریا خدا کی طرف سے فیض عام ہے میں وہ بات ہرگز نہ کرونگا
جو تم ابھی ابھی کل میرے ساتھ کر چکے ہو بے کھٹکے پانی پیو اور بھرے جاؤ
اس پر بھی معاویہ عجب چال چلے کچھ دور پر دریا میں باندھ بندھا تھا۔
رات کو دو چار سو تبرداد بیلدار بھیجے کہ باندھ کو توڑ دو رات بھر بیلچہ چلتا
رہا پتھر پر کودالوں کی دھمک رات کے سناٹے میں گونجی ۔ کھودنے والوں
کا شور و غوغا مچا رہا لشکریان علی کو اندیشہ ہوا۔ آکر عرض کی کہ باندھ
توڑا جا رہا ہے یہاں رہیں گے تو ہم سب غرق ہو جائیں گے لب ساحل قیام
مناسب نہیں ہے آپ نے فرمایا کہ یہ معاویہ کا مکر ہے ۔ تم پانی کے کنارے
ہو اور امن و عافیت سے ہو تمہارے ڈرانے کو دھمکی ہٹانے کی محنت ہے
یہ باندھ معاویہ کے توڑے نہیں ٹوٹ سکتا ۔ اگرچہ تمام مملکت کا خراج بھی
خرچ کر ڈالے ۔ لشکریوں کے دلوں سے اندیشہ نہ گیا ادھر ادھر کرتے رہے۔
آپنے فرمایا تمھاری بزدلی کا میرے پاس علاج نہیں ہے اور غضبناک ہو کر خاموش بیٹھ رہے

سے فاصلہ ہٹ آیا مقام خالی ہوا معاویہ نے جھٹ پٹ اپنا لشکر لا جمایا حضرت
علی نے فرمایا اسے عمن ناشنو آنکھوں دیکھا جو میں نے کہدیا تھا وہی ہوا پھر
پانی کو ترسو بلکو گے ۔ مالک اشتر اور اشعث وغیرہ سرداروں کو سخت ندامت
ہوئی عرض کی اجازت ہو تو ہم پھر اپنی جگہ لیلیں آپ نے فرمایا تمھیں اختیار
ہے اشتر و اشعث نے اپنے اپنے قبیلوں کو جمع کیا کہا ہم سے غلطی ہوگئی ہے
اپنے ارادے کی متابعت کی امام کا حکم نہ مانا جگہ بھی گئی پانی کی بھی تکلیف
اٹھائینگے اول مرنا آخر مرنا پیاس سے تڑپ تڑپ کر مرنے سے لڑکر مرنا
اچھا ہے جان پر کھیل کر اپنا چھنا ہوا گھاٹ واپس لینا مقصود ہے،
سب نے منظور کیا کمریں باندھ تیار ہو گئے، آگے آگے اشتر و اشعث پیچھے
لشکر عراق فوج شام پھیر نکال دینے سے آمادہ تھی اشتر و اشعث نے حملہ
کیا اشتر نے ۸ نامی سردار تہ تیغ کیے، اشعث اور شرجیل بن سمط الکندی
سے مڈ بھیڑ ہو گئی اشعث نے نیزہ مارا سینہ سے پار ہو گیا ابو الاعور سلمی
جوش میں مقابل ہوا اشعث کے ہاتھ سے زخمی ہو کر صفوں میں چھپ گیا،
حوشب ذو ظلیم اور ذوالکلاع حمیری نامداران شام مع اپنی ماتحت افواج کے
اشتر و اشعث سے مقابل رہے دیر تک تلوار چلا کی دونوں جانب سے
کد و کاوش ہوا کی مگر شرجیل قبائل شام کے سرخیل تھے ان کے مارے جانے
سے فوج شام میں کمزوری اور عظیم تہلکہ ہو گیا، لشکر شام نے جگہ چھوڑنے کیلئے

مہلت چاہی۔ اشتر و اشعث نے کہا کہ بس خیر اسی میں ہے کہ ابھی ابھی پڑاؤ
سے ہٹ جاؤ ورنہ اپنی تھاری جانیں ایک کریں گے مگر مہلت ایک دم کی
نہ دینگے لشکر عراق جوش میں بڑھتا گیا، فوج شام ہٹتی گئی رفتہ رفتہ ساحل
پر قبضہ ہوتا گیا، شام تک اہل شام سے پڑاؤ خالی ہوگیا، اہل عراق کامیابی کا
نشان لہراتے دریا کنارے جا جمے حضرت علی نے لڑائی روکدی، شامیوں پر
عراق والوں کا رعب چھا گیا اشتر و اشعث نے حاضر ہو کر قصور کی معافی مانگی،
اور حضرت علی کی خوشنودی لے کر اپنے خیموں میں دم لیا حضرت علی نے
پانی لینے کی لشکر معاویہ کو عام اجازت دی اور ماہ محرم شروع ہوجانے کی
وجہ سے التوا جنگ کا اعلان فرمایا اس درمیان میں حضرت علی نے بشیر
شیث ربعی سعید ابن قیس ابو عمر کو بطور کمیشن معاویہ کے پاس بھیجا۔ بشیر نے
کہا معاویہ! جماعت اسلام میں تفرقہ نہ ڈالو ناحق علی سے نزاع نہ کرو مسلمانوں
کی باہم خونریزی سے باز آؤ، معاویہ نے کہا یہ نصیحت علی کو کیوں نہیں کرتے
بشیر نے کہا کہ وہ اسلام میں خونریزی نہیں چاہتے، وہ دین میں تفرقہ انداز
نہیں ہیں، انھیں نے ناحق نزاع نہیں کی وہ سبقت فی الاسلام اور قرابت
خیر الانام میں سب سے مقدم ہیں معلومات و شجاعت میں سب سے بہتر ہیں
خلافت کے لئے بہر نوع سب سے افضل ہیں، معاویہ نے کہا، تم میرے دربار
سے نکل جاؤ میں خون عثمان کو ضائع جانے نہ دونگا اب ہمارا تمہارا فیصلہ

تلوار کر لے گی۔ شبث بن ربعی نے کہا ہم خوب جانتے ہیں کہ شامیوں کی جماعت کو خونِ عثمان کے بہانے تم نے اپنی جانب مائل کر رکھا ہے، انھیں کے بوتے اکڑ رہے ہو۔ افسوس یہ نادان اتنا نہیں سمجھتے کہ قتلِ عثمان کے باعث سب سے زیادہ تم ہو۔ تم انکی طرف سے برسرِ حکومت اور صاحبِ لشکر تھے بلوے کے وقت تم مدینہ میں موجود تھے عثمان کو نرغہ میں گھرا پایا وہاں سے ٹل آئے، انھیں نے امداد مانگی تم ٹال گئے اگر تم تھوڑی فوج سے مدد کر دیتے تو عثمان یہ روزِ بد دیکھتے نہ تمھاری یہ مراد بر آتی۔ شام کی جانب سے بھی وفد آیا، جس میں آنحضرت کے صحابی ابو دردا اور ابو امامہ باہلی بھی تھے، حضرت علی سے عرض کی، آپ قاتلانِ عثمان کو دیدیجئے۔ اور ملک شام کو معاویہ کے متعلق چھوڑ دیجئے فتنہ فرو ہو جائے آپ نے فرمایا وارثانِ عثمان کو لاؤ مجھے صاحب الامر مانیں، قاتلانِ عثمان کا نام بتائیں قتلِ عثمان کا ثبوت پہونچائیں میں خود سزا دوں ملک شام سلطنت اسلامیہ کا جز ہے فسق و فجور کے لئے کیونکر مطلق العنان چھوڑ دوں معاویہ کو دعوے ہے میرے مقابل آجائے میں وہ تنہا رہیں اہم فیصلہ ہو جائے وہ جیتے سلطنت کرے میں جیتوں مسلمانوں کی جان بچے، وفد لا جواب پھرا معاویہ کو سمجھایا، علی سے بیعت کر لو نیکی کی بہشت میں ہمیشہ رہو یا رسوائی کے دوزخ میں ہمیشہ جلو، تجھے اختیار ہے دنیا بنا یا آخرت بگاڑ ہم بری الذمہ ہیں۔ ابو دردا اور ابو امامہ کو

جواز فرار کی حدیثیں یاد تھیں چھوڑ بھاڑ چلتے بنے خود معاویہ نے ذی
یہ علم عبد الرحمن بن خالد ابن ولید کو دیا سواروں پر عبید اللہ بن عمر بن خطاب
کو پیادوں پر مسلم بن عقبہ میمنہ پر عمرو عاص میسرہ پر حبیب ابن مسلمہ قلب میں
ضحاک ابن قیس کو مقرر کیا صفیں باندھ کر لڑنے کو تیار ہوئے حضرت
علی نے اپنے لشکر کا نشان ہاشم بن عتبہ کو عطا فرمایا سواروں پر عمار یاسر
پیادوں پر بدیل ابن ورقہ میمنہ اور میسرہ پر اشعث و حارث قلب میں
عبد اللہ عباس اور عباس بن ربیعہ اور قبیلوں پر ان کے سرداروں کو
مقرر فرمایا۔

یکم صفر ۳۷ھ کو دونوں فوجیں مقابل آئیں شامی حکم معاویہ کے منتظر
تھے لشکر عراق کو شامیوں کی سبقت کا انتظار تھا دن ڈھلے ابو الاعور سلمی
ایک ہزار سواروں سے آگے بڑھے سب سے پہلے عوف الحارثی صف سے
نکل کر مبارز طلب ہوا علقمہ ابن القیس حضرت علی سے اجازت لے کر مقابل
ہوئے۔ تھوڑی رد و بدل میں علقمہ نے عوف کو نیزہ سے مار لیا اور اپنی
صف میں واپس آئے میمنہ شام کے سردار عمرو عاص نے اپنے بیٹے عبید اللہ کو
ایک علم دے کر بڑھایا ادھر سے حصین ابن منصور قبیلہ بنی ربیعہ کو ہمراہ لیکر
رزمگاہ میں آئے اور عبید اللہ کو پسپا کر دیا۔ حضرت عثمان کا غلام احمر
لشکر سے نکلا حضرت علی کا غلام کیسان اسکے مقابلہ کو گیا مگر مارا گیا۔

اجیر کے دل بچے بہت بڑھ گئے حضرت علی کو اپنے مقابلہ کے لئے پکارا۔ آپکو
کسان کا صدمہ تھا۔ بے ادبی پر غیظ آگیا، گھوڑا بڑھا کر ہاتھ گریبان میں
ڈالدیا اور اس جھٹکے سے کھینچا کہ زمین پر گرتے ہی اعضا چکنا چور، دم فنا ہوگیا
معاویہ نے اپنے غلام حریب کو قصاص اجیر کا حکم دیا، مگر منع کیا کہ اگر ابوالحسن
اجیر کے قاتل ہوں تو مقابل نہ ہونا، اس نے گستاخی سے کہا کہ ان کو بھی نہیں
چھوڑنے کا۔ معاویہ نے بہ تاکید منع کردیا، مگر جب وہ چلنے لگا تو عمرو
نے چپکے سے سمجھایا کہ معاویہ تیری دلاوری اور شجاعت کو اتنا مشہور کرنا
نہیں چاہتے جتنا کہ تو ہے۔ علی مقابل آجائیں تو ضرور حملہ کرنا بس میاں
تیرے لئے بڑی نام آوری ہے۔ اس نے کہا تم کیوں گھبراتے ہو میں خود
اسی دھن میں جارہا ہوں، آج اپنے مالک کے بھائی حنظلہ، ماموں ولید
چچا شیبہ، نانا عتبہ اور اپنے ساتھی اجیر کا بدلہ لئے لیتا ہوں۔ حریب میدان
میں آکر رجزخوانی کرنے لگا۔ آپ کو معلوم ہوا کہ معاویہ کا مشہور بہادر غلام
حریب ہے، عثمان کے غلام اور معاویہ کے کنبے بھر کا بدلہ لینے آیا ہے آپنے
فرمایا، او سگ دیوانہ بے ادب فرومایہ غلام، موت چاہتا ہے تو کھڑا رہ
جان عزیز ہو تو الٹے پاؤں بھاگ جا، وہ ڈٹا رہا۔ آپ نے گھوڑا بڑھا کر
نیزے کا وار کیا کہ پشت کے پار ہوگیا۔ معاویہ کو حریب کا بہت صدمہ ہوا
عمرو ابن قیس السکونی کو قصاص کے لئے بھیجا، اس نے آتے ہی حضرت علیؑ

وار کرنا چاہا۔ سعید ابن القیس الہمدانی قریب کھڑے تھے حضرت علی کے درمیان میں آ گئے اور انکے حملہ سے پہلے اس کو ختم کر دیا ذوالکلاع حمیری ایک ہزار سواروں سے سعید پر حملہ آور ہوا، قبیلہ ہمدان نے مقابلہ کیا شام تک تلوار سے تلوار لڑتی رہی لاش پر لاش گرتی رہی بنی ہمدان نے اہل شام پر فتح پائی، طرفین کے اکثر نامور مارے گئے شام ہو گئی، فوجیں اپنے اپنے قیام گاہ کو واپس ہوئیں دوسرے روز حضرت علی سے اجازت لیکر ابو ایوب انصاری میدان میں آئے، متواتر حملے کرتے ہوئے معاویہ کے خیمہ تک پہونچ گئے معاویہ بھاگ کر قلب لشکر میں چھپ گئے، پہلے متوتع ابن منصور، پھر عمرو ابن مالک سدراہ ہوئے، ابو ایوب کی شمشیر سے مارے گئے، ادھر سے حضرت علی نے محمد بن ابا بکر کو فوج دے کر ابو ایوب انصاری کی امداد کو بھیجا دن بھر تلوار چلا کی موت کی بہت گرم بازاری میں عبیداللہ بن عمر نے معاویہ کے ایماء سے امام حسن کو بلا کر کچھ حیلہ آمیز باتیں کیں، دندان شکن جواب پاکر منہ لٹکا کر واپس گئے مگر اشعث بن قیس کندی سے خفیہ گفتگو کا سلسلہ چھڑ گیا امیر شام نے اشعث کی کمی بدی سے اہل عراق کی میسرہ پر ایک ہزار جوان سے حملہ کیا اشعث کی پہلوتہی سے فوج عراق کو نقصان پہونچا شامی معرکہ مار کے واپس چلے تھے کہ حضرت علی کو معلوم ہو گیا، چیدہ سواروں سے یلغار کی، کاٹ کاٹ کر راہ میں چار دکا

اور گھیر کر ۷۰۰ آدمی تہ تیغ کئے اشعث کو برخاستہ خاطر پایا جنگ کے بیچ
میں کمی محسوس کی امارت سے معزول کیا انکا علم حسان بن مخزوج کو عطا فرمایا،
تیسرے روز حضرت علی نے اپنی فوج سے گھوڑا بڑھا کر معاویہ کو اپنے مقابلہ
میں طلب کیا فرمایا معاویہ لشکر سے نکل آ میں تو تنہا ہوں جنگ کو
طول نہ دے عراق و شام کے ہزاروں گھر ویران نہ کر مسلمانوں کے
خونِ ناحق کا خطرہ اپنے سر نہ لے، تو لے جا چین سے
سلطنت کر، میں لیلوں مسلمانوں کو نجات ملے،

معاویہ سُنتے رہے مگر جگہ سے نہ بڑھے،

عمر عاص نے ہر چند تانا، غیرت دلائی کہ ہار مانو یا مقابل ہو، ٹوکنے پر
حریف کے مقابل نہ ہونا نامردی کی بات اور دستور عرب کے خلاف ہے مگر
معاویہ نے اثر نہیں لیا، اُلٹا عمر عاص کو بڑھاوا دیا،

عمر عاص شیخی میں آکر آمادہ ہو گئے، جب حضرت علی واپس جا چکے
تو عمر عاص میدان میں آکر رجز خواں ہوئے کہ اے صاحبان فتنہ اے باشندگان
کوفہ میں تم سے لڑتا ہوں مگر اپنے سامنے ابوالحسن کو نہیں پاتا لوگوں نے
حضرت علی کو خبر کر دی آپ گھوڑا اڑا کر تشریف لائے فرمایا ایہا الشیخ
ابوالحسن موجود ہے عمر عاص آواز سن کر سن سے ہو گئے سمجھے بیٹھے جب بچنے
ہاتھ پیر پھول گئے، بے اختیار بھاگنے کو باگ موڑی، آپ نے نیزہ مارا

عمرو عاص کی زرہ کے دامن پر پڑا گھوڑی ٹھٹری ہو کر زمین پر آرہے ۔ چوٹ
بچانے کو ٹانگیں اونچی کر دیں ۔ پاؤں کے نیچے ازار نہ تھی حضرت علی نے نظر
ہٹالی ۔ فرمایا جا تیری شرم گاہ نے تجھے بچا لیا ۔ عمرو عاص گرد ندامت
جھاڑتے لشکر کو واپس گئے ۔ معاویہ نے اس عجیب و غریب فن سپاہ گری
اور نئے داؤں پیچ کی بہت تعریف کی دونوں لشکروں میں تمام دن
اس گرہ بازی کا ٹھٹھا اڑا کیا ۔ عمرو عاص نے کہا اے معاویہ ! میں تو یہ قلعہ
کھیل کر بچ بھی آیا ۔ تم ہوتے تو اس داؤں سے بھی جان نہ بچتی ۔ آج
کی لڑائی ہنسی ہنسی میں ٹل گئی ۔ نعمان ابن جبلۃ القضاعی شام کا دلاور
حقیقت معاملہ کو خوب سمجھے ہوئے تھا ۔ مگر طمع دنیا نے آنکھیں سی دی تھیں
کسی انعام پر معاویہ سے بھرا بیٹھا تھا ۔ چوتھے روز معاویہ نے ترقی جاہ و منصب
کے لالچ دلا ، میدان کارزار میں بھیجا ۔ ادھر اشتر نخعی اور سعید رزمگاہ میں
آئے ۔ دن بھر تلوار چلا کی ۔ شام تک لوہے سے لوہا بجتا رہا ۔ قریب غروب
اشتر کے ہاتھ سے نعمان مارا گیا ۔ دولت و ثروت کے منصوبے دل کے دل ہی
میں رہ گئے ۔ رات ہو گئی دونوں فوجیں اپنے اپنے کیمپ کو واپس ہوئیں ۔ پانچویں روز ہمام ابن خیفا المری خاصان
شام سے مع لشکر میدان میں آئے ۔ حضرت علی کی طرف سے عدی ابن
حاتم طائی اپنے قبیلہ کے ہمراہ مقابل ہوئے تمام دن نیزہ بازی ہوتی رہی
لشکر شام سے جمل باہر نکلا ، اور مبارز طلب کیا ، ادھر سے اس کا لڑکا اثال

مقابل ہوا دونوں کے چہروں پر مغفر کی کڑیوں کے جال تھے، جالوں کے جنجال سے ایک نے دوسرے کو نہ پہچانا، جوان بیٹے نے بوڑھے باپ کو نیزہ مار کر گھوڑے سے نیچے گرا دیا، خود سر سے ہٹا تو بیٹے نے باپ کو پہچانا، قدموں پر سر رکھ دیا، زخم کا حال پوچھا، باپ نے کہا معاویہ کے پاس چل دولت سے مالا مال کرا دوں بیٹے نے کہا، آپ کا آخری وقت ہے، علی کی خدمت میں چلئے توبہ استغفار کیجئے شاید عاقبت بخیر ہو جائے، باپ نے کہا معاویہ بن ابوسفیان کے انعام و اکرام پر گرویدہ ہوں بیٹے نے کہا تمہاری طرح تمہارا دین بھی ضعیف ہے، میں علی کی بدولت ایمان سے مالا مال ہوں، مجھے دنیا کی عارضی دولت نہیں چاہیئے، باپ گرد ندامت جھاڑتا شام کے لشکر میں چلا گیا، بیٹا باپ کی شہادت پر افسوس کرتا علی کی خدمت میں حاضر ہو گیا، جنگ کا سلسلہ یوں ہی جاری رہا صفر کے مہینہ میں، لڑائیاں ہوئیں صبح سے شام تک لشکر مقابل رہا کرتے تھے، شام کی تاریکی دونو کو جدا کر دیتی تھی، حضرت علی کا دستور تھا جب آپکی جانب کے خاص دلاور کسی کے ہاتھ سے کام آجاتے تھے تو آپ انتقام کے لئے گھوڑا بڑھا دیتے تھے، یا کوئی مقابلہ کو بلاتا تھا تو ضرور چلے آتے تھے قصاص کے موقع پر اکثر بھیس بدلکر لڑتے تھے، ہر معرکہ میں اہل عراق کامیاب رہے مگر شام کے مجمع میں کمی محسوس نہیں ہوئی دن بدن بھیڑ بھاڑ بڑھتی جاتی تھی ہر مرتبہ فتح

حضرت علی کی ہوتی رہی پر شکست شامیوں نے نہ کھائی لشکر علی کے
نودار مارتے مارتے مرتے گئے اشعث بن قیس کندی لڑائی سے ہاتھ
کھینچ بیٹھے وفا میں دغا کا داغ لگایا، مردوں کی جان بازیاں خاک میں
ملائیں، اور معاویہ سے سازش کر لی فوج کی کمی سے دشمنیں محسوس ہونے لگیں
توجان نثاران علی جان دے دے کر لڑنے مرنے لگے گیارھویں لڑائی
میں بسر ابن ارطاۃ بن طلحہ اپنے باپ دادا اور چچاؤں کے قاتل حضرت علی
سے مقابل ہو گئے مگر اپنے استاد عمر عاص اور اپنے دادا طلحہ کے مشہور داؤں
تیغ سے جان بچالی خوب استاد شاگردوں کا مضحکہ اڑا بارھویں لڑائی
میں عتبہ بن ابی سفیان معاویہ کے چھوٹے بھائی اور حضرت علی کے بھانجے
جعدہ ابن ہبیرہ حضرت ام ہانی بنت ابوطالب کے بیٹے سے مقابلہ ہوا
عتبہ سامنے آکر بھاگ نکلا بھاگتے میں تیغ گاہ پر اوچھا سا زخم کھایا،
زندگی بھر سہلاتا رہا، تیرھویں روز مخارق ابن عبدالرحمن شام کے شجاع
نے چار دلاوران عراق کو تہ تیغ کیا، حضرت علی نے آکر مخارق کو مارا،
اور اسکے تین ساتھیوں کو مار کر تلے اوپر لٹا دیا، اور معاویہ کو مقابلہ کیلئے
آواز دی، مگر عروہ ابن داؤد ثقفی معاویہ کے بدلے مقابل ہوئے اور
مارے گئے چودھویں روز ہاشم بن عتبہ علمدار افواج علی اور بدیل بن ورقہ
صحابی رسول نے بہت مردانہ کے جوہر دکھائے مگر زغہ اعدا میں گھر کر شہادت

پائی، پندرھویں روز شامی سواروں کے کمانڈر عبیداللہ بن عمر میدان میں آئے، اپنے رسالوں کا آگا پیچھا دہنا بایاں سنبھالا، اور جوش مخالفت میں خود گھوڑا بڑھا کر مبارز طلب کیا، محمد بن حنفیہ نے مقابلہ میں جانا چاہا، حضرت علی نے روک دیا، عبیداللہ بن عمر قوی الجثہ، شاندار جوان نامی پہلوان تھے ایک ایک کو ٹوکا عبداللہ ابن سوار کو بھی ٹوک بیٹھے وہ مقابل ہو گئے تلوار چلنے لگی، تلواریں کرگئیں تو بھالے سنبھالے، دونو جانب سے گردو کاوش ہوا کی، عبداللہ سوار کا نیزہ عبیداللہ بن عمر کی پسلیاں توڑ کر نکل گیا، اہل شام باپ کی وجاہت سے عبیداللہ کو بہت عزیز رکھتے تھے تلواروں کے میان پھینک اہل عراق پر ٹوٹ پڑے، دونوں لشکر گتھ گئے جان توڑ کر تمام دن لڑتے رہے، لڑتے لڑتے رات ہو گئی، رات بھر لڑا کئے ہتھیار بیکار ہو گئے تو باہم کشتم کشتا کی ایک نے دوسرے کی مونچھیں اکھاڑیں ڈاڑھیاں نوچیں بال کھسوٹے دانتوں سے کاٹا، گھونسوں سے مارا ہاتھ پاؤں شل ہو گئے دم پھول گئے آخرکار ہلکان ہو کر اپنی اپنی طرف بیٹھ کر ہانپنے لگے، سولھویں لڑائی میں محمد اور عبداللہ پسران عمر عاص نے حملہ کیا، مگر مالک اشتر نے مار کر بھگا دیا، سترھویں دن لشکر شام کا مشہور دلاور عرار بن ادہم صف سے باہر آیا مقابل کے لئے اُدھم اٹھایا، اہل عراق اسکی تیز دستیوں کی شہرت سنتے تھے، چالاک کینڈا آنکھوں سے دیکھا،

کسی کو مقابلہ کی جرأت نہوئی عرار ادھر سے اُدھر گھوڑا گھماتا ہوا لوگوں پر نظر ڈالتا
رہا۔ ایک رودار سردار کو دیکھا سجیلا جوان سیاہ اور شاندار گھوڑے پر
سوار مُذَہَّب خود مرصع کمربند، عمدہ شمشیر اچھی زرہ پہنے مغفر کی
کڑیوں سے دونوں آنکھیں مار ارقم کی طرح چمک رہی تھیں عرار نے پوچھا
یہ کون جوان ہے لوگوں نے کہا یہ آنحضرت کے بھتیجے عباس بن ربیعہ بن
الحارث بن عبد المطلب بن ہاشم ہیں عرار نے آواز دی عباس ہے کچھ رغبت
مبارزت یا مقابلہ کا دم ہے عباسؓ نے کہا تو ٹوکتا ہے تو کیوں نہیں ہے عباس
بارے عرار سامنے آ گئے فرمایا پیادہ جنگ کرونگا کیونکہ پیدل کو بمقابلہ سوار
سلامتی کی امید کم رہتی ہے عرار نے کہا کیا مضائقہ۔ دونو گھوڑوں سے
اُتر پڑے گھوڑے غلاموں نے تھام لئے تلواریں کھنچ گئیں چوٹیں چلنے لگیں
دونوں لشکر لڑائی چھوڑ جنگ کا تماشہ دیکھنے لگے حضرت علی بھی قریب آ کر
لڑائی کا ٹھاٹھ جنگ کا انداز ملاحظہ فرماتے رہے مگر مغفر کی کڑیوں سے
اپنی جانب کے مبارز کو نہ پہچانا کہ کون ہے دیر تک رد و بدل رہی،
دونوں کی زرہیں مضبوط تھیں تلواریں اثر نہ کرتی تھیں اثنائے طعن و ضرب
میں عباس کی نظر عرار کی زرہ پر پڑی پہلو میں کچھ کڑیاں ڈھیلی اور
جال میں خلل تھا، عباس اُس خلل کو تاکتے رہے موقع پاکر وار کیا
شمشیر آبدار زرہ کی کڑیاں، پڑیاں پسلیاں کاٹتی باہر نکل آئی تکبیر کی

صدا لشکر علی سے بلند ہوئی عباس گھوڑا بھگا اپنے جگہ جا کھڑے ہوئے حضرت علی نے پوچھا یہ شیر دلیر کس قبیلہ سے تھا مجھے مسرور کر دیا، لوگوں نے عرض کی آپ کے برادر زادے عباس بن ربیعہ ہیں آپ نے پکارا عباس! عباس حاضر ہوئے فرمایا مرحبا عباس! میں نے تم کو اور عبد اللہ عباس کو حکم دیا ہے کہ اپنی جگہ سے نہ ہٹنا عرض کی دشمن نے مقابلہ کو بلایا شرم آئی کہ انکار کروں فرمایا طلب دشمن سے امام کا حکم مقدم ہے اجازت لیکر جانا چاہیئے تھا، جاؤ اپنی جگہ بغیر اجازت ہرگز کسی سے مقابل نہ ہونا، عباس واپس گئے معاویہ کو قتل عرار کا نہایت صدمہ تھا، اعلان کیا کہ جو عرار کا بدلہ عباس سے لیگا اس کو ۴۰ ہزار درہم انعام دونگا دو جوان بنی لخم سے سامنے آئے کہ ہم حاضر ہیں دونوں سے بیس بیس ہزار کا وعدہ کیا انھوں نے رزمگاہ میں جا کر عباس کو مقابلہ کے لئے آواز دی عباس نے کہا میں بغیر امام کی اجازت کے کوئی کام نہیں کر سکتا دونوں نے کہا جاؤ اجازت لے آؤ، عباس حضرت علی کی خدمت میں حاضر ہوئے اجازت مانگی آپ نے فرمایا واللہ معاویہ کا بس چلے تو بنی ہاشم کا جنس نہ رکھے عباس سے فرمایا قریب آؤ، اترو گھوڑے سے، لاؤ خود کھولو تلوار، اتارو زرہ پہنو میرے کپڑے بیٹھے رہو میری جگہ جب تک کہ میں نہ آؤں انشاء اللہ حضرت علی نے عباس کا سامان جنگ زیب تن فرمایا، ان کے گھوڑے پر سوار ہوئے

پہونچے رزم گاہ میں لخیوں نے جانا کہ عباس ہیں حملہ کر بیٹھے۔ آپ نے
ایک کے تلوار ماری کہ کمر سے صاف نکل آئی لوگوں کو دھوکا ہوا کہ وار خالی گ
جب گھوڑے نے حرکت کی اوپر کا دھڑ گھوڑے سے لڑھک پڑا کمر،
ران، پڑی گھوڑے پر جمی رہی، دیکھنے والوں کو تعجب ہو گیا، دونوں لخ
میں ہاتھ کی صفائی قوت بازو کی خوب واہ واہ ہوئی، دوسرا بھی مقا
ہو کر مارا گیا، آپ واپس چلے آئے، عباس کو ان کے مقام پر بھیج
معاویہ کو معلوم ہوا کہ لخیوں کے قاتل حضرت علی تھے، کہنے لگے لعنت
اس لجاج مرکب پر جب میں اس پر سوار ہوتا ہوں ایسا منحوس ہے کہ ضرور
اٹھاتا ہوں،

دوران جنگ میں اہل عراق کے پاس شام کے چند نا واقف اہل
سمجھانے آئے، معاویہ کے وکیل خاص عمرو عاص بھی ساتھ تھے، کہا کہ ہم بھی مسل
تم بھی مسلمان ایک خدا کو ماننے والے ایک ہی رسول کے پیرو ایک ہی کتاب کے قائل
عرصہ سے کشت و خونیاں ہو رہی ہیں، آپس میں لڑ کے مرتے ہو مفت جانیں
جا رہی ہیں یارو، کچھ انصاف بھی ہے علی نے معاویہ سے عداوت باندھ
رکھی ہے وہ رسول کے عزیز قریب، حضرت عثمان کے وارث خلفائے
گزشتہ کی جانب سے شام کے امیر ہیں سنا جاتا ہے کہ علی ایک غیر شخص، تارک
صوم وصلوٰۃ ہیں، برائے نام مسلمان ہیں نہ خدا کو پہچانیں نہ رسول کو جان

قرآن کو مانیں، روزے رکھتے نہیں نماز پڑھتے نہیں معاویہ کے پشتہاپشت کے دشمن، سخت خونخوار اسلام کے خون ریز عثمان کے قاتل خلیفہ معاویہ کے بھائی حنظلہ کو مارا اُن کے چچا شیبہ اُن کے ماموں ولید، اُن کے نانا عتبہ کا خون کیا شیخ المسلمین طلحہ و زبیر کی جانیں لیں اور موسنان رسول کی زوجہ حضرت عائشہ کو ذلت دی اونٹ پر چڑھا کر تشہیر کیا جنگ جمل میں بصرے والوں کا قلع قمع کیا یہاں بھی دونوں جانب کے مسلمانوں کی جانیں بیکار رہے ہیں تم لوگ اُن کے پیچھے بے سمجھے بوجھے اپنی جانیں گنوا رہے ہو، کچھ حق ناحق کو بھی پہچانتے ہو معاویہ حق بجانب ہیں، وہ اپنے بزرگوں کے خون کا انتقام خلیفہ عثمان کے خون ناحق کا قصاص چاہتے ہیں کیا بے جا کرتے ہیں'

اہل عراق کے درمیان عمار یاسر موجود تھے دلائل اور براہین سُنکر بولے، اے بھولے بھالے، ناواقف شامیوں! تم کو چال باز معاویہ نے بھلاوے میں ڈال رکھا ہے اور عمرعاص مکار کے بہکانے میں آئے ہو، معاویہ عثمان کے وارث کہاں سے آئے نہ عثمان نے اپنا وصی کیا نہ خلافت کے ولیعہد ہوئے، معاویہ اور آنحضرت میں بھی کچھ قریب کی عزیزداری نہیں صرف ازاربندی رشتہ نسبتی برادر ہیں، علی آنحضرت کے حقیقی چچازاد بھائی اُن کے قوت بازو اُن کی بیٹی فاطمہ زہرا کے شوہر اُن کے فرزندوں کے باپ اُن کے وصی، اُن کے ولیعہد ہیں' اسلام میں سب سے پہلے خدا کی نماز

رسول کے ساتھ پڑھی ہے سابق الایمان ہیں سب سے اوّل رسالت کی تصدیق کی صدیق اول ہیں روزہ نماز اور احکام الٰہی کے سخت پابند رسول کے پیرو سب کے پیشوا ہیں دین کو یہ دن اسلام کو یہ اقبال علی کے جہاد سے نصیب ہوا رسول کے حکم سے بدر میں معاویہ کے کافر قرابت داروں کو مارا احد میں آل عبدالدار کے مشرک علمداروں کو قتل کیا معاویہ کے دل میں نہ ہبی عداوت کی پھانس کھٹک رہی ہے ذہبی بدلے کے بخارات بھرے ہوئے ہیں،

عثمان کے قتل میں اُن کی ذرا بھی شرکت نہیں محض حصول امارت اور حُب جاہ میں معاویہ کی اُڑائی ہوئی افواہ اور ناواقف شامیوں کے بھڑکانے کو علی پر بہتان ہے علی نے تو سیبت کے وقت طرح کی عثمان کو امداد پہونچائی پانی بند ہوا تو مشکیں بھجوائیں طلحہ نے چڑھائی کی تو مدد کو کھڑے ہو گئے، بلوائیوں نے نرغہ کیا تو حسنین کو حفاظت کے لئے بھیجا عثمان نے اکثر صحابہ رسول کو ذلیل کیا بنی اُمیہ کو سر چڑھایا مروان کو عقل کل بنایا، حکم الحکام ابن حکم کو بُلا کر غافل ہو بیٹھے، بے عنوانیوں سے تمام اصحاب رسول و مہاجر و انصار کشیدہ ہوئے اُن کے قتل کے باعث طلحہ اور زبیر اور تمہارے ساتھ والے عمر عاص اور بی بی عائشہ، اور خاصکر تمہارے پیشوا معاویہ ہیں طلحہ نے بصرے والوں کو ابھارا، بنی تیم کو لیکر چڑھائی کی بیت المال کو لوٹا قتل کر اُن کے کوٹھے پر چڑھ آئے حضرت علی کو بچانے کے لئے آتے دیکھا

بنی تیم کھسک گئے طلحہ تہارہ گئے، بگڑے گئے تو حضرت عثمان سے معافی مانگی
زبیر نے کوفہ والوں کو بھڑکایا تمہارے ساتھی عمرعاص نے مصر سے معزول ہونے کے
غصہ میں اُن کی بہن اُم کلثوم کو طلاق دیدی اور مصریوں کو بغاوت پر آمادہ کیا
عثمان نے عائشہ کا وظیفہ کم کردیا تو عائشہ حکم لگاکر قتل کرو اس نعثل کا وکیل کے لئے
تشریف لےگئیں بلوائیوں نے عثمان کا گھر گھیر لیا تمہارے پیشوا مدینہ میں موجود تھے
عثمان کو نرغہ میں گھرا پایا، چھوڑ کر شام چلے گئے اُنھیں نے مدد مانگی، معاویہ کی
جانب سے شام کے امیر اور صاحب لشکر تھے، امداد کرنا تھی، مگر ٹال گئے عمرعاص
کے طرفدار مصریوں نے عثمان کو گھیرا مروان کو مانگا عثمان نے مروان کو بچایا اپنی
جان پر آفت ڈھائی، طلحہ اور زبیر نے علی سے بیٹے شدید قسمیں کھا کر آپ بیعت کی،
پھر کوفہ و بصرہ کی حکومت نہ پائی تو عہد کو توڑا بیعت چھوڑی عائشہ کو بھڑکایا،
اونٹ پر چڑھا کر بصرے لائے، زبیر کی جان لیا ضیافت اخیس کے دست
عمرجرموز نے کی طلحہ کو تمہاری ساتھی مروان نے اپنے زہریلے تیر کا نشانہ بنایا،
عائشہ کو گھر میں بیٹھے رہنے کا حکم تھا وہ اونٹ پر چڑھ کر تشہیر ہوئیں،
بصرے والوں کو حضرت علی سے لڑایا، ہر چند حضرت علی نے سمجھایا خطرے میں
نہ لائیں سزا کو پہونچیں علی شجاعت میں یگانۂ روزگار ہیں مگر آج تک
کسی سے خود نہیں لڑے نہ سوا معاویہ کے کسی کو اپنے مقابلہ کے لئے کبھی بلایا،
وہ بھی اس لئے کہ ہزارہا مسلمان قتل ہونے سے محفوظ رہیں وہ خود کبھی کسی سے

مقابل نہیں ہوئے، ہاں جس نے مقابلہ کو بلایا اُس کو مارا یا جس کے مقابلہ کا آنحضرت نے حکم دیا اُس سے لڑے یا جس نے اُن کے چند طرفداروں کو مارا اُن کا قصاص لیا، علی کا ہر کام حکمت، ہر فعل شریعت، ہر بات نصیحت ہے اور یہ سب خدا و رسول کی اطاعت ہے رسول کے قول کے مطابق علی کا دشمن منافق اور جہنمی ہے آنحضرت کے فرمان بموجب علی کا دوست خدا رسول کا دوست ہے اور خدا رسول علی کے دوست ہیں، معاویہ ملک و مال کے حریص ہیں ملکی مصلحت اُن کا مذہب ہے، حصول امارت کے لئے تم کو بہکا رکھا ہے، خون عثمان کے بہانے علی سے لڑائی ٹھانی ہے، حب جاہ کے لئے یہ ساری لشکر آرائی ہے، ورنہ کہاں خون عثمان اور کہاں معاویہ بن ابی سفیان تم کو علی کی ہدایت باسعادت اور معاویہ کی شقاوت کا حال بخوبی کھل جائے گا۔

یہ مباحثہ سن کر آیا ہوا وفد پھر لشکر شام میں واپس نہیں گیا، عمر عاص پر معاویہ کی جانب سے بڑا الزام آیا۔

دو مہینہ میں اٹھارہ مرتبہ لڑائی کی نوبت آئی آخر ربیع الاول ۳۷ھ جمعہ کے دن فوجیں مقابل ہوئیں تیروں پر قضا کے پیغام سلام آنے جانے لگے عمار یاسر نے اپنے ہمراہیوں سے کہا اس قوم سے نبی کے ساتھ میں تین مرتبہ تنزیل قرآن پر جہاد کر چکا ہوں آج علی کے ہمراہ تاویل قرآن پر جہاد کرونگا۔ خدا سے امید ہے انجام بخیر ہوگا۔ پھر اپنے ساتھیوں کو استقلال عقیدت اور

ثبات قدم کی تاکید کی اور گھوڑے کی باگ اٹھا دی باوجود پیرانہ سالی کہنہ مشق ہاتھوں کے جوہر دکھائے، اور اہل شام کو دباتے معاویہ کے قیامگاہ تک پہونچے معاویہ ہٹ کر قلب لشکر میں پناہ گزیں ہو رہے، اُن کے محافظ سرداروں نے عمار کو اپنے محاصرے میں گھیر لیا، ابن جویر السکونی نے پس پشت سے نیزہ مارا، زخم کاری لگا گو جراحت کی تکلیف اور پیری کی نقاہت نے مضمحل کر دیا تھا، مگر بڑے جرات سے نرغہ اعدا کو چیرتے پھاڑتے اپنی صف میں چلے آئے پانی مانگا رشید غلام نے دودھ میں شہد ملا کر حاضر کیا ہاتھ میں پیالہ لیا خدا کو یاد کیا، رسول کی تصدیق کی دودھ نوش کیا سب کا سب زخم کے راستے باہر نکل آیا ضعف کے زور سے طبیعت نڈھال ہونے لگی ساتھ والوں نے ہاتھوں ہاتھ گھوڑے سے اُتارنا چاہا اُترتے اُترتے منکا ڈھل گیا ہاتھوں پر روح نے مفارقت کی حضرت علی نے سُنا لاش پر تشریف لائے صدمہ سے غمگین بغیظ و غضب میں پُر تھے بہت جلد وہیں دریا کنارے دفن کیا، اور بیس ہزار فوج سے شامیوں پر فیصلہ کن حملہ کیا دن بھر تلوار چلتی رہی، رات بھر لڑتے رہے، مورخین لکھتے ہیں کہ اس رات کو ۵۲۳ شامی حضرت علی نے قتل کئے لیلۃ الحریر اسی رات کا نام مشہور ہے مالک اشتر بپھرے شیر کی طرح حملوں پر حملہ کرتے رہے، اپنا علم معاویہ کی خیمہ گاہ تک پہونچا دیا فوج شام پسپا اور روبہزیمت ہونے لگی معاویہ بوکھلائے عمرو عاص کو چال سوجھی، مصحف نشانوں پر علم کئے قرآن نہ ملے تو جزدانوں میں کتابیں

دشمن رکھ کر نیزوں میں لٹکائیں اور شور مچایا کہ ہمارے تمہارے قرآن درمیان ہے لڑائی موقوف کرو، ہم تم فرمان الٰہی پر عمل کریں اشعث بن قیس معاویہ سے سازش کئے وقت کے منتظر تھے، عمر بن حمق خزاعی رفاعہ بن شداد بجلی حصین بن منذر خالد بن معمر وغیرہ ہم سازشیوں نے حضرت علی کو آگھیرا کہ معاویہ ہم کو قرآن کیطرف دعوت دے رہے ہیں آپ ہم کو بے فائدہ لڑا رہے ہیں جنگ موقوف کیجئے اشتر کو واپس بلائیے حضرت علی نے فرمایا قرآن بلند کرنے سے انکا مقصد قرآن پر عمل کرنا نہیں ہے شکست کا رخ دیکھا ہے مصحف کو بہانہ بنایا ہے یہ عمرو عاص کا حیلہ ہے فریب میں نہ آؤ کوئی دم میں جنگ کا فیصلہ ہوا جاتا ہے اشعث نے نہ مانا کہا اگر نہ بلائیے گا تو ہم آپ کو دشمن کے حوالے کردیں گے، آپ نے مجبور ہو کر اشتر کو بلا بھیجا اشتر نے واپسی کو بے موقع سمجھا ٹال دیا، دیر ہوئی اور اہل عراق کے نعروں کی صدا میدان میں گونجی اشعث نے پھر یورش کی اور کہا کہ اگر آپ اشتر کو واپس نہ بلائیے گا تو عثمان کی سی گت آپکی بھی ہوگی،

آپنے بات کو اختیار سے باہر پا کر یزید ابن ہاشم کو دوبارہ اشتر کے بلانے کو بھیجا اشتر نے کہا میری طرف سے عرض کرو کہ فتح میں اب کچھ دیر نہیں ہے معاویہ کے مکر، عمر عاص کے نزدیک نہ جائیے جان بچانے کو قرآن نیزوں پر چڑھائے ہیں یزید بن ہاشم نے کہا اشعث وحصین وغیرہ ساتھ کے ہزاروں بیوفاؤں نے

نرغہ میں گھیر لیا ہے، جلد میں چلو، ورنہ علی کی خیر نہیں ہے بجز دس پانچ بنی ہاشم کوئی سینہ سپر بھی پاس نہیں ہے، علی نہ رہے تو تم فتح پا کر کیا کر دگے اشتر نے جنگ روک دی آکر دیکھا تو واقعی ہزاروں باغیوں نے نرغہ میں گھیر رکھا ہے، حضرت علی تک پہونچنے کا راستہ نہیں ہے، مجمع کو چیرتے پھاڑتے بڑتے تام پہونچے ان کو دیکھ کر سرکش دھیمے پڑے لڑائی موقوف ہو گئی، جنگ صفین کا خاتمہ ہو گیا آپ نے فرمایا خود سرو، تم میرے زیر فرمان نہیں رہے تم جانو اور تمھارا کام جیسا کروگے نتیجہ بھگتوگے، اشعث وحصین وغیرہ دربار معاویہ میں پہونچے حسن خدمات کا فخریہ اظہار کیا خلعت وانعامات سے سرفراز ہوئے تحریر عہدنامہ اور تعیین حکمین کی رائے پیش کی، معاویہ نے پسند کی، اپنی جانب سے عمر عاص کو حکم بنایا، اشعث نے اپنی رائے اور حضرت علی کی جانب سے ابو موسی اشعری کو نامزد کیا یہی تجویز حضرت علی کی خدمت میں آکر عرض کی آپ نے فرمایا میری رائے تعیین حکمین کی نہیں ہے بھر عمر عاص ایک چھٹا ہوا چال باز ابو موسیٰ عقل کا دشمن، میرا قدیم معاند ہے نتیجہ بخیر ہونا معلوم اگر عبداللہ ابن عباس یا مالک اشتر ہوتے تو دہاں تک خیر غنیمت ہوتا اشعث نے کہا عبداللہ عباس آپ کے چچازاد بھائی اشتر مخاصمت کے بانی ہیں، سرکشوں نے دونوں کو نامنظور کیا، آپ نے بنی بنائی تدبیر کو اسباب تقدیر کے ہاتھوں بگڑتے

دیکھا، خاموش ہو گئے طرفین کے لوگ جمع ہوئے صلح نامہ لکھا جانے لگا،
اور رافع کاتب عہد نامہ نے حضرت علی کو امیر المومنین لکھا عمر عاص نے ٹوکا کہ
امیر المومنین مانتے تو نزاع کیوں کرتے ، آپ نے فرمایا، امیر المومنین کاٹ دو،
یہ واقعہ صلح حدیبیہ سے مشابہ ہے، عمر عاص نے کہا وہ کفار کے مقابلہ میں
تھا آپ نے ہمیں کافر بنایا فرمایا کیا تو کافر تھا اور اب کب مسلمانوں کا
دوست ہے عمر عاص نادمیں یہ کہکر اٹھ کھڑے ہوئے کہ اب کبھی آپ کی
صحبت میں نہ آؤنگا فرمایا میں خدا سے چاہتا ہوں کہ میری مجلس تجھ ایسے
نجس سے پاک رہے شرائط صلح لکھے گئے کہ لڑائی موقوف ہو، ابو موسیٰ
اور عمر عاص حکم مقرر ہوں دومت الجندل کی مسجد جامع میں دونوں حکم اپنا فیصلہ
قرآن کے مطابق رمضان کے مہینہ میں سنائیں فوجیں اپنے اپنے مقاموں
کو واپس چلیں حضرت علی بھی کوفہ مراجعت فرما ہوئے

اب یہاں سے حضرت علی کی فوج کے تین ٹکڑے ہو گئے، ایک تابعین
کا گروہ جو حضرت علی کی مرضی پر تھا ساتھ چلا، دوسرے جو معاویہ کے مدعی تھے
اپنی اپنی راہ گئے تیسرا گروہ جو تعین حکمین سے ناراض تھا ان کے سردار
خرقوص اور ابن الکوا نے عرض کی کہ معاویہ سے پھر جہاد کیجئے آپ نے
فرمایا جب فتح قریب تھی تو جنگ موقوف کرائی عہد نامہ پر مجبور کیا،
اب عہد نامہ ہو چکا تو اقرار کے خلاف کرانا چاہتے ہو اب تصفیہ حکمین تک

جنگ مناسب نہیں ہے وہ ناراض ہو کے نہروان چلے گئے، اور حضرت علی
و معاویہ اور عمر عاص تینوں نے علم مخالفت بلند کیا، چھ مہینے ختم ہو گئے،
ماہ رمضان آگیا حکمین دومۃ الجندل پہونچ گئے طرفین سے حکمین کو
معاملہ سمجھانے والے جا پہونچے فیصلہ سننے والوں کا بھی اژدہام ہوا،
حکمین نے باہم رائے متفق کر لی کہ حضرت علی اور معاویہ دونوں خلافت سے
علیحدہ کر دئے جائیں اور از سر نو مسلمانوں کے انتخاب سے خلیفہ کا تقرر
کیا جائے عبداللہ عباس نے ابو موسیٰ کو سمجھایا کہ تم اپنی رائے کا اظہار
پہلے نہ کرنا ورنہ عمر عاص سے دھوکا کھا جاؤ گے ابو موسیٰ نے کہا خاطر جمع رکھو
دونوں حکمین مسجد میں آگئے خلقت کا ہجوم ہوا، اظہار فیصلہ کے لئے عمر عاص
نے ابو موسیٰ سے کہا میں ہرگز آپ پر سبقت نہیں کر سکتا آپ بزرگ ہیں
پہلے آپ ارشاد فرمائیں، ابو موسیٰ بیچ میں آگئے منبر پر تشریف
لے گئے، فرمایا میں علی کو خلافت سے علیحدہ کرتا ہوں جس طرح اپنی
انگوٹھی انگلی سے اتار لی ہے بعدہٗ عمر عاص منبر پر گئے کہا میں بھی
اپنے دوست ابو موسیٰ کی رائے سے اتفاق کرتا ہوں اور خلافت سے
علی کو خارج کرتا ہوں جس طرح میرے دوست نے انگوٹھی چھنگلیا سے
نکال لی، اور معاویہ کو خلافت پر مقرر کرتا ہوں، جس طرح کہ انگوٹھی انگلی
میں پہن رہا ہوں، معاویہ کے طرفداروں میں جوش مسرت کے نعرے

بلند ہوئے، خلافت بیانی پر ابوموسیٰ اشعری عمرو عاص سے دست و گریبان ہو گئے
بدکلامی سے مار پیٹ تک نوبت پہونچی معاویہ کے طرفدار خوشی کر باہر جاتے
رہے حضرت علی کے جانبدار خاموش غصے تاؤ پیچ کھاتے رہے مگر بلا چارہ
دم نہ مار سکے اس فیصلے سے حضرت علی کی حکومت میں ضعف آگیا معاویہ
کے دل بچے بڑھ گئے، افواج شام قریہ قریہ دیہہ دیہہ بو ترابیوں کو خاک
میں ملانے لگے حضرت علی نے بھی مخالفت کی تیاریاں کیں ۳۸ھ میں
جنگ نہروان ۵۰ ہزار فوج لے کر اٹھے مگر کوفہ سے چھ میل پر خوارج نے ۱۰ ہزار کے مجمع سے
نہروان میں علم مخالفت بلند کر رکھا تھا عبداللہ جناب آنحضرت کے صحابی
علی کے طرفدار مع اپنی حاملہ زوجہ کے نہروان ہو کر گزرے خوارج نے
پہچان کر بیٹے کچھ بحث مباحثہ کیا پھر دریا کنارے تاڑ حلال کر ڈالا۔
انکی زوجہ پورے دنوں حاملہ تھیں انکا پیٹ چاک کیا زندہ بچہ نکالا اور
مار ڈالا۔ حضرت علی نے سنا نہایت صدمہ ہوا چلے نہروان کی جانب
رُخ کیا سمجھانے کے لئے عبداللہ عباس کو آگے روانہ کیا خوارج نے
انکی کچھ سماعت نہ کی حضرت علی مع فوج خود جا پہونچے گھوڑا بڑھا کر
سرگروہوں کو سامنے بلایا ان لوگوں نے کہا،

خوارج کے اعتراض	حضرت علی کے جواب
(۱) آپ امام نہیں ہیں اگر ہوتے تو صلح نامہ میں امیرالمومنین کی لفظ محو نہ کرتے	آپ نے فرمایا میں نے حکم خدا اور سنت رسول کے خلاف نہیں کیا۔ آنحضرت نے حدیبیہ میں بسم اللہ سے رحمن و رحیم اور اپنے نام سے لفظ رسول محو فرمائی خدا کی خدائی محمد کی رسالت پر حرف نہیں آیا۔
(۲) اپنی امامت میں شک ہوتا تو فیصلہ حکمین پر رضا نہ دیتے	مجھے اپنی امامت میں ذرا شک نہیں مگر ابنائے زمانہ کے ہاتھوں مجبور ہونا پڑا
(۳) اپنے ہوتے دوسرے کو حکم نہ مانتے ۔	سوق بنی قینقاع میں عبد اللہ ابن سلول کو آنحضرتؐ نے حکم بنایا قریظہ میں اپنے ہوتے سعد بن معاذ کو حکم مانا میں بھی مجبور ہو کر خاموش ہو رہا تو کیا بے جا کیا
(۴) امامت منجانب اللہ ہے آپ نے حکم کو امام بنانے کی اجازت دی ۔	امامت خدا کی جانب سے ہے، مگر تصدیق رجال کی ضرورت ہے جیسے خدا کی وحدانیت اور محمد کی رسالت کے لئے کلمہ شہادتین
(۵) جمل میں مال غنیمت تقسیم کیا عورات اطفال نہیں بانٹے	اہل جمل مسلمان تھے، مشرک یا کافر نہ تھے مردوں نے بغاوت کی وہ قتل کئے گئے عورتوں اور بچوں نے کیا کیا تھا جو لونڈی غلام بنائے جاتے پھر تم میں کون ایسا تھا جو ام المومنین عائشہ کو حصے میں لیتا۔

(۶) دعی رسول تھے اپنی طرف دعوت نہیں دی ، وصیت ضائع کی۔

اپنی طرف دعوت دینا کام انبیا کا ہے ہم اوصیا ہیں بقول رسول بمنزلہ کعبہ ہیں خود کسی کے پاس نہیں جاتے بلکہ ماننے والے خود زیارت کو آتے ہیں اگر کوئی نہ آئے تو خانہ کعبہ کو کیا الزام

سرکش: صفین میں جنگ کا فیصلہ قریب تھا ، فتح کے آثار پیش نظر تھے ، تم نے قرآن نیزوں پر بلند دیکھے مکار عمرعاص کے فریب میں آگئے میں نے لاکھ سمجھایا کہ انکی نیت عمل بہ قرآن نہیں ہے جان بچانے کے لئے بہانہ ہے نہ مانا مجھ پر زور کیا لڑائی موقوف کرائی فتح کا موقع اپنے ہاتھوں کھویا ، پھر اپنی ہی تجویز سے حکم بنائے عبداللہ عباس و مالک اشتر کو نامنظور کیا مجھے عہدنامہ پر مجبور کیا جب خود ساختہ حکمین سے برے نتیجہ دیکھے تو تجدید جنگ کرانی چاہتے تھے اپنے کئے کا الزام مجھ پر لگا رہے ہو اپنے تلون پر نظر نہیں ڈالتے۔

ان جوابات پر بہت لوگ پشیمان دیکھے [illegible] انصاری کو آنحضرت کا علم دے کر منادی کرائی جو امان چاہے وہ اس علم کے نیچے چلا آئے ، اسی وقت ۸ ہزار آدمی علم کے نیچے آگئے باقی چار ہزار کا مجمع اپنی بات پر اڑا رہا آپ نے صعصعہ کو قرآن دے کر ان کے پاس بھیجا مگر ان لوگوں نے

اُسے تیروں سے چھلنی کر دیا اور لشکر علی پر منجنیقوں سے پتھر برسائے آپ نے حملہ کا حکم دیا، اخنس ابن غدیر طائی جو ابھی صفین میں کارنمایاں سے حضرت علی کو مسرور کر چکا تھا آج سب سے پہلے صف سے آگے آیا، اور حضرت علی کو مقابلہ کے لئے آواز دی آپ تشریف لائے مار کر گھوڑے سے نیچے گرا دیا۔

اُسکے بعد حرقوص بن زہیر تمیمی جو ذی الثدیہ بھی مشہور تھا، اخنس کا قصاص لینے بڑھا آپنے تلوار ماری وہ بھی زخمی ہوا اُسکا گھوڑا بھی زخمی ہو کر بھاگا ایک گڑھے میں گر کر دونوں مر گئے عبداللہ ابن وہب راسی جو خوارج کا امام جماعت تھا، حضرت علی کے مقابل آیا اور کہا کہ میں وہب ہوں دنیا بیچ کر دین خریدا ہے آج اتنی تلواریں ماروں گا کہ اشرار سے سلطنت زائل ہو کر حق پرستوں کی طرف مائل ہو جائے گی آؤ علی پہلے تمہیں سے بسم اللہ کروں تمہارے ظلم و تعدی کو خاک میں ملاؤں کہ خلقت کا ناحق استیصال کر رہے ہو آپ نے تلوار ماری گھوڑے سے مرا ہوا زمین پر گرا، وہب کے مرتے ہی خوارج بے ترتیب ہو کر بھاگے اور سب کے سب مارے گئے، صرف ۹۔ آدمی جان سلامت نکال لے گئے، حضرت علی کے لشکر سے صرف نو آدمی شہید ہوئے۔

معاویہ نے حضرت علی کو ۲۵ ہزار فوج سے شام آتے دیکھا اور نہروان میں اُلجھ جاتے سُنا تو چاروں طرف بغاوت اور لوٹ مار شروع کرا دی، تاکہ حضرت علی اپنی ہمراہی فوج کو اُن مقامات کی اصلاح کے لئے تقسیم کر کے

کر دور ہو جائیں، قیامت کی چال یہ چلے کہ قیس بن سعد بن عبادہ مصر کے گورنر کو اپنی سازش سے ناطمون کرا دیا وہ مشتبہ ہو کر دار الامارت میں بلا لئے گئے محمد بن ابابکر ان کی جگہ مصر بھیجے گئے معاویہ نے پھر ایک فوج سے عمر عاص کو مصر روانہ کیا انھیں نے محمد بن ابابکر کو جا گھیرا یہ نئے نئے گئے تھے مصر کے معاملات سے ناتجربہ کار تھے انکا سپہ سالار اپنی بساط بھر لڑتا رہا یہ بھی کد و کاوش کرتے رہے آخر دباؤ کھا کر حضرت علی سے امداد مانگی کوفہ سے مالک اشتر دو ہزار جوانوں سے امداد کو روانہ ہوے معاویہ نے مالک اشتر کو مصر جاتے سنا تو راستہ میں ہیار بٹھا کر شہد میں زہر پلوا دیا، ان کا راستہ میں خاتمہ ہو گیا، آپ نے سنا بہت صدمہ کیا اور مالک ابن کعب کو فوراً مصر روانہ کیا، محمد بن ابابکر کا سردار لشکر کنانہ بن بشر لڑکر مارا گیا فوج نے ہمت ہاری محمد بن ابابکر کو سنبھالنا مشکل پڑ گیا فوج نے ساتھ چھوڑ دیا معاویہ بن خدیج نے ان کو گرفتار کر لیا، اور عمر عاص کے پاس لایا، عمر عاص نے گدھے کی کھال میں سلوا کر جلوا دیا مالک ابن کعب ابھی کچھ ہی دور گئے تھے کہ مصری فوج کی ہزیمت اور محمد ابن ابابکر کی شہادت پاکر واپس آئے یہ واقعہ ۳۸ھ کے آخر میں ہوا

شروع ۳۹ھ میں حریث ابن راشد نہروان سے بھاگے ہوے خارجی نے بصرے میں خروج کیا، حضرت علی کے حکم سے معقل ابن قیس اسکی سرکوبی کو روانہ ہوے، نہایت جد و جہد سے حریث کو مار کر بغاوت فرو کر آئے، معاویہ نے ضحاک کو

جو مالک اشتر کے مقابلہ میں جان بچا کر جزائر عرب سے بھاگ چکا تھا فوج کثیر دے کر عراق بھیجا، ضحاک قریہ قریہ قتل و غارت کرتا دیہہ دیہہ بوترابیوں کی بستیاں اجاڑتا، آگ لگاتا، کھیتیاں تاخت و تاراج، آبادیاں تباہ و برباد کرتا عراق پہونچ گیا، اور ہنگامۂ قتال برپا کیا، سرحد عراق پر نعمان ابن بشیر نے حملے کرنا شروع کئے اور بوترابی رعایا کو خاک میں ملاتا ضحاک سے آملا، دونوں نے مل کر مالک ابن کعب عامل بصرہ کو گھیر لیا، مگر مالک نے دونوں کو مار کر شام کی سرحد تک بھگا دیا،

آخر سنہ ۳۹ھ میں معاویہ نے چھ ہزار فوج دے کر یزید ابن شجرہ کو مکہ کی غارت گری کے لئے روانہ کیا۔ یزید حج کے زمانہ میں وارد مکہ ہوا قثم بن عباس نے اوس کی دہشت سے بدحواس ہو کر بھاگنا چاہا، مگر شیبہ ابن عثمان اور ابو سعید خدری نے روک تھام کر رکھا اور حضرت علی کو اطلاع دی آپنے معقل ابن قیس کو قثم کی امداد کو بھیجا، یزید ابن شجرہ نے باشندوں کے رُخ بُرے پائے حجاج کا مجمع بھی لاکھوں کی تعداد میں تھا، اپنے کام میں کامیابی نہ دیکھی، حج ادا کر کے حرم سے باہر نکل آیا، اور طرفداران علی کی بستیاں ویران کرتا مدینہ کی جانب چلا معقل بھی مارا مار اسکے سر پر آن پہونچے، اور وادی قریٰ میں جا گھیرا مقابل ہو کر یزید تو بھاگ نکلا، مگر اسکے ساتھی اکثر گرفتار ہو گئے، بسر ابن ارطاط بن طلحہ تھے تو صحابی رسول مگر خاندان

عبدالدار کی یادگار تھے اور احد سے علی کے ساتھ باپ دادے کا بیر تھا، فتح مکہ
پر اسلام تو لائے مگر دل صاف نہ تھا، اور کیونکر ہوتا؟ ان کے باپ دادا اور کئی چچا
(مشرکین کے علمدار) اُحد کے میدان میں ذوالفقار علی سے کٹ کٹ پڑے تھے،
وہی انتقام کا غبار دل میں، وہی قصاص کا خمار دماغ میں بھرا تھا، معاویہ
کے ہواخواہ بنے اور سنہ ۴۰ھ میں تین ہزار شامیوں سے مدینہ کی بربادی
کو آگئے، ابو ایوب انصاری عامل مدینہ ان سے ڈر کر روپوش ہو گئے، جمعہ
کا دن نماز کا وقت تھا، بسر ارطاۃ نے پہونچتے ہی مسجد نبوی کے دروازے
پر پہرہ بٹھا دیا کہ معاویہ کی بیعت کئے بغیر کوئی زندہ نکلنے نہ پائے، ساتھ کے
غارتگروں کو شہر میں لوٹ مار اور قتل عام کا حکم دیا، شامیوں نے کسی کو لوٹا
کسی کو مارا، کسی کا مال ہتیا، کسی کے عیال باندھے، کسی کے مویشی چھینے، کسی کے
اونٹ پکڑے، ابو ایوب کا گھر جلا دیا، شہر میں آگ لگا دی، گھروں کو تاراج
کیا، باغات کاٹے، کھیتیاں اجاڑیں، آبادیاں برباد کیں، دو مہینہ تک
مدینہ میں قیام کیا، تمام اہل مدینہ سے بیعت لی، پھر ابوہریرہ کو مدینہ کا
عامل بنا کر بیت اللہ کی بربادی کا رخ کیا، راہ کی بستیوں کو لوٹتا، بوترابیوں کو ملتا، عورتوں کو اسیر، بچوں کو گرفتار
کرتا مکہ پہونچ گیا، حضرت علی کے عامل عبیداللہ ابن عباس آپکی طرف سے عمرو بن اراکہ کو چارج دیکر کوفہ چلے آئے
تھے، ابن اراکہ بڑا بہادر تھا، مقابل ہو گیا، غریب نے اپنی جنگی طاقت
بڑے حوصلے سے میدان وغا میں صرف کر ڈالی، مگر معاویہ کے نصیبوں سے

سے زور نہ چلا، بارنہ سکا اور کر مرگیا، دعایا میں بھگدڑ پڑگئی عبداللہ عباس کے دو خوبصورت بچے نالہائی کنبہ کے ساتھ باپ کے پاس یمن بھاگے جا رہے تھے خاندان بہت گرفتار کر لے گئے، بیچارے بچوں کو بسر نے ان کی ماں، ماموں نانا کے سامنے پہلے اپنے ہاتھوں سے ذبح کیا پھر سارے کنبہ کو قتل کر ڈالا، سامان سارا لوٹ لیا، اور یمن جا پہونچا یمن کے عامل عبداللہ عباس تھے مگر نواح کے اضلاع میں دورے پر تھے، بسر نے باشندوں سے مار کوٹ کے بیعت لی، مال و متاع سمیٹا اور بھاگڑ بھاگ واپس چلا حضرت علی نے جاریہ بن قدامہ السعدیہ کو فوج دے کر تعاقب میں روانہ کیا، اور سمجھایا کہ اپنے ذہن منصبی پر مستعد اور ہوشیار رہنا راہ میں کسی بندۂ خدا پر حقیر و خفیف جان کر ہاتھ لادنا کسی کا اونٹ، خچر، مرکب بیگار میں نہ پکڑنا، کسی چشمہ یا کنوئیں سے پانی لینا تو مالک پر سبقت نہ کرنا اجازت سے لینا قابو پانا تو کسی مسلمان عورت کو اسیر یا بے پردہ نہ کرنا بجز آلات حرب مسلمانوں کے مال کو غنیمت نہ سمجھنا، خدا سے ڈرنا، کوفہ سے جاریہ اور حوالی یمن سے عبداللہ عباس بسر ارطاۃ کی تلاش میں چلے، اتفاق سے حضرمیت میں بسر کو بنی تمیم نے اپنے مقابلہ میں پامردی سے الجھا لیا تھا اور اپنی پوری قوت میدان کارزار میں صرف کر رہی چکے تھے کہ جاریہ اور عبداللہ عباس جا پہونچے اور گھیر کر بسر کا مع فوج خاتمہ کر دیا شعبان ۴۰ھ تک حضرت علی نے تمام بغاوتیں فرو کر دیں، اور معاویہ کے

مقابلہ کا ارادہ فرمایا، کوفے کے لوگوں کو نخیلہ میں جمع ہونے کا حکم دیا، کچھ
جاں نثار کمریں باندھ کر تیار ہوئے ہزار ہا بے وفا اہل کوفہ گھر سے نہ نکلے،
یوں اپنے فدائیوں کو دم چرانے پایا۔ غم و غصہ سے پُر ہو گئے، قدم جاں بازوں
میں موت کی آہٹ پائی، قضا کو پہلوؤں میں تلاش فرمانے لگے۔ عبدالرحمن
ابن ملجم یمن کا باشندہ مصر میں رہتا تھا، نہایت دلیر، فصیح اللسان، جید
مسلمان تھا، صفین میں عامل مصر نے کمک بھیجی تو قبیلہ مراد کے ساتھ یہ
نامراد بھی اپنی خوشی سے ساتھ آیا، بیعت کے بعد اپنی تلوار نذر گزرانی،
آپ نے منظور نہیں کی پھر ذکر کیا کہ میرا گھوڑا مصر سے کوفے تک کی مسافت کا
متحمل نہ ہو سکا راہ میں مر گیا، حضرت علی نے اپنا کمیت گھوڑا عنایت فرما دیا،
ابن ملجم جنگ صفین سے نہروان تک حاضر خدمت رہا کوچہ گردی میں کوفے کی
مشہور حسینہ قطامہ بنت اخضر کی تیر نظر کا گھائل ہو گیا یہ قطامہ بڑی علامہ تھی
اسکے خاندان کے کئے آدمی خارجی ہو کر نہروان میں مارے گئے تھے اسلئے
وہ حضرت علی کی جانی دشمن تھی ابن ملجم کو فریفتہ پا کر تین ہزار نقد ایک
غلام ایک لونڈی اور سر علی معاوضہ میں مانگا، ابن ملجم جوش عشق میں
راگ پر چڑھ گیا، قطامہ کے خیال سے قتل علی کی دھن باندھی خوارج کا
ہم ساز بنا، ان کے مشورے سے عمر ابن بکر اور برک ابن عبداللہ اور ابن ملجم
میں حلف ہوا کہ عمر ابن بکر مصر جا کر عمر عاص کو مارے۔ برک شام پہونچ کر

معاویہ کو قتل کرے، ابن ملجم کوفے میں حضرت علی کا کام تمام کرے سب جھگڑے چک جاویں۔

عمر بن بکر مصر پہونچا اور امام مسجد پر حملہ کیا، مگر اتفاق سے عمرو عاص اُس روز بیمار ہو گئے تھے، اور خارجہ ابن جنیہ کو نماز پڑھانے بھیج دیا تھا، خارجہ پر تلوار پڑ گئی، وہ عمرو عاص کے بدلے مر گئے، عمر بن بکر گرفتار ہو کر قتل ہو گیا، عمرو عاص کی رسّی دراز تھی، وہ تو بچ گئے، برک نے شام پہونچ کر معاویہ پر وار کیا، مگر اوچھا پڑا، معاویہ اچھے ہو گئے برک مار ڈالا گیا،

ابن ملجم حضرت علی کی تاک میں گھومتا رہا قطامہ سے تین آدمی مدد کو لئے، تلوار کو زہر میں بجھایا، ۱۵۔ رمضان سنہ ۴۰ھ کو رات رہے سے مسجد میں آلیٹا۔ ترک کے بعد نماز صبح کے لئے حضرت علی مسجد میں تشریف لائے، ابن ملجم کو ہوشیار کیا، اور محراب مسجد میں پہونچ کر نماز نافلہ شروع کی، ابن ملجم پاکھے کی آڑ میں قتل علی کی نیت باندھ کھڑا ہو رہا۔ پہلی رکعت کے دوسرے سجدے میں حضرت علی کے فرق مبارک پر تلوار ماری، یہ تلوار اتفاق سے خندق والے گھاؤ پر پڑی، اور کاری پڑی۔ دماغ کی ضرب اور زہر کے اثر سے حضرت علی بیہوش ہو کر خون میں لوٹنے لگے ابن ملجم بھاگا، فوراً خبر مشہور ہو گئی، دوست دشمن سبھی دوڑ پڑے، تمام مسجد اہل کوفہ سے بھر گئی، بنی ہاشم مسجد سے حضرت علی کو

کو ان اٹھالیں گے، ذرا ہوش آیا، فرمایا افسوس کہ دور دراز وحشت ناک
سفر درپیش ہے زادِ راہ کچھ نہیں رکھتا، امام حسن نے پوچھا بابا! یہ کس کا
فعل تھا، فرمایا ابن ملجم کی حرکت تھی، ابن ملجم کو لوگوں نے بوکھلایا ہوا
پایا، پوچھا تو انکار کرنا چاہتا تھا گھبرا کر اقرار کر لیا، گرفتار ہو گیا،
آپ نے فرمایا ابن ملجم کو کچھ تکلیف نہ دینا، جان بر ہو گیا تو اپنے
قصاص آپ لینے کا مجھے اختیار ہے، نہ ہوں تو ایک ضرب سے زیادہ نہ لگانا
۴۸ گھنٹے حیات رہے، اس درمیان میں جب کبھی غش سے افاقہ پاتے،
نصیحت اور وصیت فرماتے، دودھ میں شہد ملا ہوا شربت سامنے آیا فرمایا
پہلے ابن ملجم کو پلا آؤ کہ وہ تمہارے ہاتھ اختیار میں گرفتار ہے، آخر
وقت وقت موت نے موقع دیا، اہل کوفہ عیادت کو آئے تھے، گرد بزرگان
قبائل کا مجمع دیکھا، فرمایا پوچھ لو جو پوچھنا ہو۔ ہستی کا منظر، موت کا سماں
پیش نظر تھا، ارشاد کیا اے نظام قدرت کو عقل کی آنکھوں سے دیکھنے والو
یہ دنیا دار الامتحان، حیرت کی جگہ، عبرت کا مقام ہے، اس کے اول میں
رنج و تعب آخر میں فنا ہے، حلال کے تصرف میں حساب کا سامنا، حرام
کے ارتکاب میں عذاب سے سابقہ ہے، اس کا غنی مفتون اس کا محتاج
محزون ہے، جس نے پہچان لیا اس کی آنکھیں کھل گئیں جس کی نگاہیں اس کی
زیب و زینت ہی میں الجھیں وہ اندھا ہوا، کل تک میں تیرا حکمراں تھا،

آج عبرت ہوں، کچھ دیر میں رخصت ہو جاؤنگا میری وصیت تمھارے لئے نصیحت ہے میں گواہی دیتا ہوں کہ سوائے خدائے لاشریک کے کوئی معبود نہیں ہے، وہی کُل کا خالق سب پر قادر، ہر جگہ حاضر، ہر وقت ناظر ہے محمد میرے ابن عم اُسکے برحق رسول ہیں، جنھوں نے روزِ جزا کا یقین دلایا نیکی کے صلہ میں بہشت کی بشارت دی بدی کے بدلے عذاب دوزخ سے ڈرایا ہے اُنکی ہدایت نیک نتیجہ بہتر طریق، سیدھا راستہ ہے، نماز کو وقت سے قائم رکھنا کہ عمادِ دین ہے روزے رکھنا کہ بدن کی زکوٰۃ ہے زکوٰۃ دینا کہ جان کی خیرات ہے کارہائے سلوک میں طاقت اور استطاعت کا اندازہ کر لینا قول و فعل میں شرع سے باہر نہ جانا، معاش اور عبادت میں کوشش امورِ آخرت میں سعی اور عجلت کارہائے دنیوی میں تساہل اور سوچ بچار کو کام میں لانا، جو کچھ کرنا سمجھ بوجھ کر کرنا نتیجہ میں بہبودی دیکھ لینا، کامیابی پر خوشی کا ہلڑ ناکامی میں ہائے واویلا نہ مچانا شادی میں از خود رفتہ غم میں آپ سے باہر نہ ہو جانا ذوی القربیٰ سے سلوک یتیموں بیواؤں کی خبرگیری، ضعیفوں کی امداد، ظالم سے خصومت، مظلوم پر رعایت ہمسایہ سے نیکی، مہمان کی تکریم، بیمار کی دلجوئی، عاجز و مصیبت زدوں پر رحم کرنا، کھانا کھانا تو پہلے صدقہ نکال دینا غریبوں سے اخلاق اہلِ مراتب کا ادب، بزرگوں کا لحاظ پاس، بڑوں کی عظمت نیکوں کی تعظیم

عزیزوں سے نیکی کرنا ہوسکے تو ضرورت سے زائد مال میں خیر و خیرات کرنا، ذوی الحقوق کو مقدم ماننا فرائض خداوندی صلۂ رحم حق العباد کا بہت خیال رکھنا، پھر اولادوں سے مخاطب ہوکر ارشاد فرمایا کہ حسنین تمھارے درمیان واجب التعظیم ہیں کہ فرزند رسول ہیں،

میں تم سب کو تقویٰ اور پرہیزگاری کی وصیت کرتا ہوں آپس میں نیک سلوک رہنا، چھوٹے بڑوں کی اطاعت، بڑے چھوٹوں پر شفقت رکھیں، صبر کو اپنے اوپر فرض کر لینا، سکوت کو اپنے لئے لازم ماننا کسی کو مشورہ دینا تو نیک نیتی سے دینا ذاتی نقصان کا خیال نہ کرنا۔ امر مشتبہ میں ساکت رہنا جو چیز تم سے تمھارے ابنائے زمانہ چھین لیں، اس کا تاسف نہ کرنا، سلسلۂ ہوس کو قناعت سے منقطع کرنا، مسئلہ قضا و قدر میں زیادہ فکر نہ کرنا کہ اسرار الٰہی ہیں خدا کو یاد، موت کو پیش نظر رکھنا، کسی سے نیکی کرنا تو بھول جانا کوئی بدی کرے تو بھلا دینا، پرہیزگاری شیوہ موعظ مسلک حیا اوڑھنا مجلس ذکر خدا کو اپنا مونس بنانا،

پھر امامت امام حسن کو تفویض فرمائی، اپنے غسل و کفن کی وصیت کی، نمود جنازہ اور اظہار قبر کی ممانعت کی، نقاہت نے روکا تو کلمہ شہادتین پڑھ کر خاموش ہوگئے، زہر کی تاثیر اور زخم کی تکلیف ضبط کی طاقت سے بہت زیادہ تھی، دو دن ایک رات اسی کرب و بیچینی میں کاٹے، اکیسویں رمضان ۴۰ھ

کی شب کو روح نے مفارقت کی۔ ۵ برس ۹ ماہ خلافت کی زحمتیں اٹھائیں
پچاس برس سر کو ہاتھوں پر لئے عہد اسلام میں گزاری ۶۳ برس کے
سن میں شہادت پائی فرزندوں نے غسل دیا رسول خدا کے کفن سے بچے ہوئے
پارچہ کو خلعت پہنایا۔ امام حسن نے نماز پڑھائی شب کی اندوہناک تاریکی میں
بنی ہاشم اور مخصوص سوار جنازہ اٹھا کر وصیتی مقام پر جمع ہوتے ہوتے دفن کر آئے
وصیت کے موافق زمین ہموار کر دی پتہ نشان کسی پر نہ کھولا۔ مدفن کو اپنی
معلومات میں رکھا۔ دلوں میں چھپائے رہے

۱۳۲ھ میں عبد اللہ عباس کے پوتے ابو العباس سفاح نے کہ ہاشمی تھے جب لوائے
خلافت بلند کیا تو واللہ اعلم سینہ بسینہ واقفیت یا اپنی اطمینانی معلومات سے نجف
میں قبر مطہر پر نشان کا پتھر نصب کرا دیا۔ پھر ان کے پوتے ہارون رشید نے ۱۷۰ھ میں
جب قلمرو کا دورہ کیا۔ دلوں پر اس مقام کی عظمت پائی نشان کو نمایاں کر دکھایا
اور اس کا انتظام بنی اسد کے سپرد کیا۔ اسکے بعد عضد الدولہ دیلمی نے کچھ عمارت اپنے
وقت میں بنوا دی ۷۹۳ھ ۱۳۹۵ء میں تیمور لنگ نے اس عمارت میں کچھ اضافہ
کر دیا۔ موجودہ روضہ ۱۱۵۳ھ ۱۷۴۰ء میں خوش عقیدہ نادر شاہ نے ہندوستان کی دولت
سے از سر نو بنوایا ہے۔ جو اب تک شاہان ایران کے زیر اہتمام ہے اور نجف اشرف
کے نام سے مشہور ہے۔ آپنے جناب فاطمہ کی حیات تک کوئی اور بی بی نہیں کی
پھر آگے پیچھے سب آٹھ بیبیاں کیں ۱۱ لڑکے ۱۵ بیٹیاں کل ۲۶ اولادیں ہوئیں

نمبر شمار	ازواج	لڑکے	لڑکیاں
١	فاطمۃ الزہرا بنت رسول اللہ	امام حسن، امام حسین	زینب، کلثوم
٢	امامہ بنت زینب بنت پیغمبر		
٣	ام البنین بنت حزام ابن خالد	عباس، جعفر، عثمان، عبد اللہ	
٤	ام حبیبہ بنت ربیعہ	عمر (توام)	رقیہ
٥	خولہ بنت جعفر حنفیہ	محمد اکبر حنفیہ	
٦	لیلیٰ بنت مسعود	محمد اصغر کنیت ابوبکر، عبید اللہ	
٧	اسماء بنت عمیس	یحییٰ	
٨	ام سعید بنت عروہ ابن مسعود		ام الحسن، رملہ، زینب، جعفر، ام ہانی، ام الکرام، نفیسہ، امامہ، ام سلمہ، میمونہ، خدیجہ، فاطمہ (یہ بیٹیاں [illegible])

امام حسنؑ یہ حضرت علی کے بیٹے صاحبزادے اسلام کے دوسرے امام ہیں، امن وامان میں للّٰہ اسلام کا عہد لیکر خلافت معاویہ کو دیدی، پھر بھی معاویہ نے انکی زوجہ حضرت ابوبکر کی بھانجی جعدہ بنت ام فروہ سے زہر دلواکر شہید کرا ڈالا، بقیع کے راستے جنت کو سدھارے۔

امام حسینؑ یہ دوسرے صاحبزادے اور تیسرے امام ہیں، مرد آخر بیں اور مآل اندیش تھے، استقلال میں عدیم المثال ہوئے صبر کی حد شجاعت کی انتہا کر دی۔ ابر ظلم کی انتہا شہادت کا خاتمہ ہوگیا سر کٹا دیا مگر یزید کی بیعت کو ہاتھ نہیں بڑھایا جان کیا دی اسلام میں جان ڈالدی نیک نامی کی دوامی بخشت اور شہرت سے ہمیشہ کی زندگی پائی، کربلا قتلگاہ بوترابیوں میں گھر گھر آرامگاہ ہے۔

حضرت عباسؑ قد و قامت اور وجاہت میں اولاد بنی ہاشم مشہور تھے شہدا کربلا کے علمدار تھے باوجود جلالت و شجاعت نہایت حلیم الطبع تھے بھائی کا خوب ساتھ دیا حسینؑ کے ساتھ گھر گھر انکا بھی الم ہے،

حضرات جعفرؑ، عثمانؑ، عبداللہؑ، عمرؑ، محمد اصغرؑ، اور عبداللہ یہ سب امام حسینؑ کے ہمراہ کربلا میں شہید ہوئے، گنج شہیدان میں اب بھی پاس ہیں۔

محمد حنفیہؑ آنحضرتؐ باپ کے ساتھ جمل و صفین میں جہاد کئے ہیں، البتہ کربلا کی شہادت کا شرف نصیب میں نہ تھا، مدینہ میں قیام رہا،

بچپن کم سنی میں انتقال کر گئے ۔

حضرت علی کے بعد خلافت امامت امام حسن نے پائی ۔ ہزاروں مسلمانوں کی جانیں بچانے کو خلافت سے ہاتھ اُٹھایا ۔ امامت پر قناعت کی ۔ ان کے بعد امام حسین امام ہوئے ۔ انھیں کی اولادوں میں امامت اور نسل میں سیادت ہے جو قیامت تک باقی رہے گی ۔

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى

إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ

— ✦ —

سلسلۂ اشاعت انجمن ترقی علوم مدرسۃ الواعظین لکھنؤ کا نمبر (۲۱)

رد مادیین

مسالک الحکماء

یعنی

مناہج الحکماء

از افادات عالیجناب نجم الملۃ سند المحققین شمس العلماء مولانا السید سبط حسن صاحب قبلہ دام ظلہ

جسکو

جناب مولوی السید مسعود حسین صاحب رضوی آنریری سکریٹری انجمن نے

باہتمام داروغہ السید محمد منیجر

مطبع اثنا عشری واعظین پریس میں چھپوا کر مدرسۃ الواعظین سے شائع کیا

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

مذہب ڈارون

یہ ہے کہ افراد عالم کی نشو و نما رفتہ رفتہ ہوئی (۲) اور جب بعض افراد کی بعض
سے شاخیں پھوٹیں تو ان میں نوعوں اور قسموں کا وجود ہوا (۳) اپنے حد
کمال تک ان نوعوں کی ترقیاں بہت دیر میں ہوئیں یہانتک کہ وہ آج
موجودہ صورتون مین نظر آتی ہیں (۴) جو کچھ پہلے ہو چکا وہ آیندہ بھی ہوگا
اور برابر ہوتا رہیگا۔

اس مذہب والون کے تین فرقے ہین

پہلا فرقہ معطلہ کہلاتا ہے اسکو یقین ہے کہ (العیاذ باللہ) خدا نہین ہے
اور یہ یقین اس حد تک بڑھ گیا ہے کہ وہ وجود باری کو محال سمجھتے ہین

اُن کے کفر خیز کلمات یہ ہین - (۱) جسکو انسانی قوت تخیلہ خدا بنا
وہی خدا ہے (۲) خدا نے انسان کو نہین بنایا اسکو جواہرِ فردہ سے
مخلوق کیا ہے (۳) آسمان خدا کے بزرگی کو نہین ظاہر کرتے بلکہ علمائی
افلاک کی بزرگی کو ظاہر کرتے ہین -

کلیفورڈ اپنے بعض مصنفات مین ان کفریات کو یون ظاہر کرتا ہے "
(۱) ہماری آنکھون کے سامنے خدائی نشانیان مٹ گئین (۲) ہمار
تصورات کے آسمان سے وجود باری کا ابر ہٹ گیا (۳) انسان ہی
خدا اُن کو پیدا کیا اور وہی انکو فنا کردیگا (۴) ہمین قدم کے حجابو
کے اُدہر ہمارے باپ کا چہرہ نظر آتا ہے جو اُن دو آنکھون سے ہم
دیکھ رہا ہے جو ازلی شباب کی آگ سے دہک رہی ہین اور وہ یہ کہ
کہ (العیاذ باللہ) مین اللہ کے پہلے تھا"

اس کہنے والے کی رائے مین یہ ازلی باپ کسی زمانہ مین بندر تھا ا
بندر سے پہلے کیسی ہلامی تہا یا بنابر خیالات ڈارون کی شرح بخز مخاط تھا۔

ط جوہر فرد مادہ کا نہایت چھوٹے سے چھوٹا جز ہے جس کی اجزا کسی طرح
ہی نہین سکتی اور دقیقہ بھی مادہ کا چھوٹا جز کہلاتا ہے لیکن علماء سائنس
بکا نکلنے کہتے ہین) کے ذریعہ سے دقیقہ کے اجزا مل سکتے ہین مثلا کا نسبہ
پانی ایک ایسا جسم ہے جو بہت سے دقیقون سے مرکب ہے اور ہر دقیقہ مین
دو جسیم ہوتی ہین سائنس ... کر سکتا ہے اس ہب کی تفصیل ... آئندہ

کیلیس ہلامی جس نے خدا بنائے اور جو عنقریب انکو فنا کردیگا یہ
زمانون مین پانی کے اندر پتھر سے چمٹا ہوا تھا اور آج نشو و ارتقا
کے ذریعہ سے جہانتک ہو چکا ہے وہ ظاہر ہے۔
یہ وہ خواب پریشان ہے جسکی ابتدا پر عقلا نوحہ زن ہین اور جسکی انتہا
پر ہنس رہے ہین بلکہ احمقون کے نزدیک بھی یہ باتین قابل مضحکہ
ہین بلکہ بندر اور کیلیس ہلامی جو انکے بزرگ ہین وہ بھی اگر انکی ہنسیان
اڑائین تو تعجب نہین اس فرقہ کے ارکان مین سے یہ لوگ مشہور ہین
لیفت ارنست ہیکل بخنر کلیفرد۔

معطلہ

دوسرا فرقہ وہ ہے جو نہ خدا کی نفی کرتا ہے نہ اثبات مگر ان مین سے بھی
بعض یہ کہے بغیر نہین رہے کہ ہمین خدا کے قائل ہونیکی ضرورت نہین ہے
اسکو راز نشو و ارتقا کے انکشاف و بیان مین صرف کیلیس ہلامی کافی
ہے خدا کی ضرورت نہین ہے یہ فرقہ لا ادریہ کہا جاتا ہے۔
اس فرقہ کے ائمہ اور ارکان یہ ہین اسپنسر ہکسلی تندل بین

سوادسانیہ

تیسرا فرقہ وجود باری کو ثابت کرتا ہے اور اسکے وجود کا معترف
بھی ہے چنانچہ ڈاروِن نے کتاب اصل انواع مین بیان کیا ہے
تفصیل سے مین اس امر کو ترجیح دیتا ہون کہ جتنے زندگی والی چیزین
زمین پر آباد ہوئین ان سب کی اصل ایک ہی صورت تھی جس مین پیدا

کرنے والے نے پہلے جان ڈالی ہے اسی طرح کی اسکی اور بھی بہت
معیار زمین ہین جسمین اسنے خلق اور خالق و مخلوق کا ذکر کیا ہے اس فر
کو فرق اللّٰہیہ کہتے ہین کیونکہ وہ معترف الوہیت ہے اس فرقہ کے مشہو
ارکان یہ ہین۔ جان ہرشل - ولیم طمسن - اڈمن - دو شون -
گرتبر شارلس ڈاروِن - لیکن ڈاروِن کا یہ اعتراف ابتدا مین معلو
ہے مگر بعد مین معلوم نہین -

یہ تینون فرقہ مسئلہ نشو و ارتقا کے قائل ہین لیکن ہر ایک فرقہ کا ار
متحد نہین بلکہ الگ الگ ہے اور ہر ایک فرقہ کے پاس ایسی دلیلین ہ
ہین جو دوسرے فرقہ کے طریقہ ارتقا کی نفی کرتی ہین مگر اپنے پیش کر
کے ارتقا کو بھی ثابت نہین کر سکتین -

ڈاروِن نے جو تمام مخلوقات کی ایک ہی اصل تسلیم کی ہے وہ مشابہون
دلیل قائم کرنے کا نتیجہ ہے جسپر اعتماد و وثوق نہین ہو سکتا جیسا
ڈاروِن نے خود اس دلیل کی کمزوری کا اعتراف کیا ہے اس
ذکر کیا ہے کہ تمثیل ایک فریب دہندہ دلیل ہے -

چونکہ ڈاروِن نے خالق کے وجود کا اعتراف کرلیا تھا اسنے ماد
یہ اعتراف شاق ہوا اور اسکے اقوال کی نقض در د شروع کردی
چنانچہ استاد (تندل) نے کہا کہ یہ قول

اور باطل ہے بخر نے کہا کہ یہ اعتراف ڈاروِن کی رائے مین نہ
نقصان پیدا کریگا بلکہ وہ اسکی رائے کا خاتمہ کر دیگا۔
مسئلۂ انتخاب طبعی ڈاروِن کے فلسفۂ نشو و ارتقا کی جان ہے۔ مگر
ایک فرضی مسئلہ ہے جسکو ڈاروِن ثابت نہین کر سکا بلکہ یہ رای محض
ہی ہے جسکو بہت سے علمائے باطل کر دیا ہے چنانچہ جارج سینٹ
نے کتاب دروس الطبیعیۃ مین بیان کیا ہے کہ "ڈاروِن کی رای کا
ثبات ممکن نہین ہے اور مسئلۂ انتخاب طبعی اصل انواع نہین ہے"
لوگون نے یہ کہا ہے کہ مسئلہ ارتقا پر کوئی دلیل ہی نہین اور کچھ
ان دلیلون کو جو براہون کی صورت مین بیان کئے گئے ہین براہین
سے باطل کرتے ہین۔ چنانچہ استاذ فرخو جرمنی نے اڈمبرگ کی
مجمع الطلبہ کے سامنے یہ بات بیان کی کہ "مسئلۂ ارتقا کسی علمی رکن
قائم نہین ہے" یہ شخص بہت بڑا عالم اور استاذ تسلیم کیا جاتا ہے
اطبا اسکو علمای تشریح کی ایک بڑی فرد خیال کرتے ہین اور
علم حیات کا عالم گنتے ہین۔

... یہ بھی زبردستی کا ابطال ہے جسکے لیے سوائے قول تبدل در کوئی دلیل نہین جا...
اس قول کے برخلاف تمام عقلین متفق ہین کیونکہ وجود باری عقل کے نزدیک ...
... مسائل ہے ۱۲
... سبا لوجی ۔ مصنفہ علم حیوۃ ۱۲

علمائے آسمان و زمین کا عالم جو اپنے زمانہ مین وحید و یگانہ ہو ڈاکٹر د
کا قول یہ ہے کہ انسان انسان ہی مخلوق ہوا اور کبھی ۔۔۔ بندر
بندر دن تک اسکا نسب پہونچا ہے اور جو انسان کے نسبت
ہے وہی دوسرے بلند حیوانون کے متعلق بھی قائم ہے اور ایک
حیوان کے دوسری نوع بنجانے پر کوئی دلیل قائم نہین ہوتی
یہی جو ڈاکٹر ڈاسن کا خیال ہے یہی اور علما کا یہی خیال ہے اس
نشو و ارتقا مین بہت سے اعتراضون کا محل موجود ہے ہم
مختصر مین صرف تین اعتراضون کو ذکر کرتے ہین۔
پہلا ایراد یہ ہے کہ عالم مین کتنے حیوانات موجود ہین جنکی
گنتی نہین جاسکتی مگر کسی ایک مین ترقی مذکور کی علامات اور نشا
نہین معلوم ہوتین ہزارون سال اور پر جیسے تھے آج بھی ویسے
نظر آتے ہین اور اس بات کو علمائے حیاوجی وغیرہ اچھی طرح جا
ہین اسی وجہ سے بخراور دیگر صحاب مسئلہ نشو و ارتقا مجبوراً
ہین کہ ارتقا ہر فرد مین اور ہر نوع مین نہین ہوتا ہان اکثری ال
ضرور ہے۔
چنانچہ اس نے شرح مذہب ڈاروِن مین بیان کیا ہے ک
سی صورتین باوصف اس امر کے کہ آسمان و زمین کے ہزار

دو دورے ختم ہو چکے ابھی اسی نقصان و انحطاط پر باقی ہین جیسا کہ تہین
اور یہ انتخاب طبعی کے سلسلہ کے بالکل خلاف ہے اور اسی وجہ سے
تو جب بڑے اور ان مین ضعف محسوس ہوتا ہے۔
اسی کتاب مین اسنے یہ بھی بیان کیا ہر کہ وہ کمال کیجانب جب کسی
نوع کو جنبش ہوتی ہے تو فرد مین بھی کبھی تغیر معلوم ہوتا ہے لیکن ہمیشہ
ایسا نہین ہوتا۔
بخنر کا قول کہ ارتقا اکثری الوقوع ہر "یہ ایک دعوی بلا دلیل ہر اور یہی
نہین بلکہ ان لوگون کی تمام باتین اور رائین ایسی ہی ہین جو کبھی خیالات
کی صورت مین ظاہر ہوتی ہین کبھی تصورات اور اوہام کی صورت مین۔
اور اعتراضات کے دفع کرنے مین بھی اوہام ہی کا صرف ہر ان استعداد
اور یہی اضافہ ہوتا ہر کہ وہ اوہام جو اعتراضات کے دفع کرنے مین صرف
کئے جاتے ہین وہ پہلے اوہام سے بھی زیادہ کمزور ہوتے ہین۔
احوال کے اختلاف سے اعراض کی تبدیلیون کے تو ہم بھی قائل ہین روسی کا
رنگ سپید ہوتا ہے زنگی کا رنگ سیاہ ہوتا ہے یون ہی قد و ہیئت مین بھی اختلاف
ہوتا رہتا ہے لیکن انسانی نوع کی تبدیلی اور رومی اور زنگی کی حقیقت اور
ماہیت کی تبدیلی (جیسا کہ یہ لوگ کہتے ہین) یہ تسلیم نہین کیجا سکتی کیونکہ
اس اختلاف پر کوئی دلیل موجود نہین اور اگر ہے بھی تو وہ اس

اختلاف کی مخالفت پر قائم ہے۔

دوسرا ایراد یہ ہے کہ اگر فلسفۂ ارتقا تسلیم کر لیا جاوے تو کسی ایسی متوسط
صورت کا وجود ضروری ہوگا جو کسی نئے جانور (جو ترقی سے بنا ہوگا) سے
اور سب صورتون سے زیادہ قریب ہوگی حالانکہ ابھی تک ایسی صورت
نہ ملی ہے۔ نہ اسکا کوئی پتا لگا ہے۔

جو کچھ ارتقا والون کیجانب سے اس ایراد کا جواب دیا گیا ہے اسمین
اور جوابون کی طرح وہی فرض اور آیندہ امیدواریان ظاہر کیگئی
ہین کہ اگر آج نہین ملی تو آیندہ ایسی صورت کی ملجانیکی امید ہے
پہلے انہین لازم ہے کہ اپنی اس خبر کی (کہ آیندہ ملجائیگی) تصدیق
پیش کرین پھر یہ کہکے ہمارے ایراد کو دفع کرین اور اگر انھون نے اپنی
خبر کی تصدیق نہ کی تو انکا مقابل انکی خبر کے مقابلہ مین یہ کہدیگا
ہرگز آیندہ نہ ملیگی" حالانکہ ان ہزارون اور لاکھون انکشافات کے
بعد جو آثار سابقہ یا عادت والی چیزون مین ہوئے آجتک ایسی متوسط
صورت کا نہ ملنا اہل عقل کیلئے اس امید بیجا کے قطع کرنیکے لئے
کافی ہے۔

بخنر نے فلسفۂ ڈارون پر جو ایراد ہوئے انکے دفع کرنے مین اپنی ہر طرح
طاقت کو صرف کر دیا جو انہین موجود تھی اور فرضی و احتمالات جوان

لوگون کا طریقہ بہت خوب کام لیا پھر بھی اُس نے یہ لکھدیا کہ "بہت سے حوادث رائی ڈاردن پر منطبق ہوناؤ اور چیزین ہے اسکے برخلاف دلالت کرتے ہین۔

تیسرا ایراد یہ ہے کہ زندہ زمین جو آج ترقی کے موجودہ زینہ پر نظر آرہے ہین اگر یہ اس تدریجی زمانہ کو طے کرکے یہانتک آئے ہین جو فلسفہ ڈاردن کا مقتضے ہے تو ماننا پڑیگا کہ زمین پر اسوقت بھی جانور موجود تھے جب زمین زندون کے رہنے کے قابل نہ تھی۔ کیونکہ سر ولیم ٹمپسن نے بیان کیا ہے کہ زمین گزشتہ زمانون مین ایک سیال شکل تھی اسکو کم سے کم بیس کروڑ برس اور زیادہ سے زائد چالیس کروڑ برس گزرے ہونگے اور بعض علمای عصر موجودہ کا خیال ہے کہ جیالوجی کی تاریخ کی ابتدا کو دس کروڑ برس کا زمانہ گزرا ہے کیونکہ اس سے پہلے سطح زمین نہ زندگی حیوان کے قابل تھی نہ اسمین حیات نباتات کی صلاحیت تھی۔ استاد (بل) کا مقولہ ہے کہ زمین سے چاند کو جدا ہوئے پانچ کروڑ برس کا زمانہ گزرا۔ مسٹر سیفرت نے (اپنے اس کلام مین جسمین انھون نے اصول انواع پر بحث کی ہے) بیان کیا ہے کہ جب سے زندگی والی چیزین زمین پر آباد ہونی شروع ہوئین اس زمانہ سے آج کی ترقی انواع کے زمانہ تک دو ارب پچاس کروڑ برس تقریباً گزرے ہونگے اس قول کو دیکھتے ہوئے معلوم ہوتا ہے کہ قبل اسکے کہ زمین مین حیات کی صلاحیت پیدا ہو جاندار چیزین اسمین

کے پہلے قول کے اعتبار سے ڈارون تیس کروڑ برس پہلے اور دوسرے قول کے اعتبار سے ڈارون دس کروڑ برس پہلے اور بلحاظ قول علما ئی عصر ڈارون چالیس کروڑ برس پہلے پیدا ہوئے ہیں نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ چاند کے زمین سے جدا ہونے سے ڈارون چالیس کروڑ برس پہلے زمین پر گیا انس اور نباتات اپنی زندگی بسر کر رہے تھے اور یہ نہایت بدیہی بات ہے کہ شی اپنی نفس پر ایک سکنڈ کیلئے بھی مقدم نہیں ہو سکتی پھر یہ کیونکر ممکن ہوگا کہ حیات نباتات و حیوانات حیات پر لاکھ برس مقدم ہو یہ بالکل محال بات ہے۔

ان تمام بیانات سے معلوم ہوگیا کہ ڈارون کا فلسفہ لغو اور باطل ہے اسکے بطلان پر ادلہ عقلیہ و طبعیہ شاہد ہیں بہت سے علما اس فلسفہ کے منکر ہیں اور بہت سے اس فلسفہ کے طرفدار اسکو ناقص بتلاتے ہیں اور وہ اسکے مقدمات کا انکار کرتے ہیں جو اس مذہب کے اساس تسلیم کئے گئے ہیں۔ اور جو اس مذہب کے متعصب لوگ ہیں وہ بھی اثبات کے قائل ہیں کہ اکثر حوادث اس فلسفہ کی نقیض پیش کرتے ہیں۔ ڈارون جو اس فلسفہ کا موجد ہے اسکو خود ہی اس فلسفہ میں شک ہے

سے کے پہلے قول کے اعتبار سے دو ارب تیس کروڑ برس پہلے اور واسکے دوسرے قول کے اعتبار سے دو ارب دس کروڑ برس پہلے اور بلحاظ قول علمای عصر دو ارب چالیس کروڑ برس پہلے پیدا ہوئین نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ چاند کے زمین سے جدا ہونے سے دو ارب چالیس کروڑ برس پہلے زمین پر گھانس اور نباتات اپنی زندگی بسر کر رہے تھے اور یہ نہایت بدیہی بات ہے کہ شی اپنی نفس پر ایک سکنڈ کیلئے بھی مقدم نہین ہو سکتی پھر یہ کیونکر ممکن ہوگا کہ حیات نباتات وحیوانات حیات پر اتنے برس مقدم ہو یہ بالکل محال بات ہے۔

ان تمام بیانات سے معلوم ہو گیا کہ ڈاروِن کا فلسفہ لغو وار تا باطل ہے اسکے بطلان پر ادلہ عقلیہ وطبعیہ شاہد ہین بہت سے علما اس فلسفہ کے منکر ہین اور بہت سے اس فلسفہ کے طرفدار اسکو ناقص بتلاتے ہین اور وہ اسکے مقدمات کا انکار کرتے ہین جو اس مذہب کے اساس تسلیم کئے گئے ہین۔ اور جو اس مذہب کے متعصب لوگ ہین وہ بھی اسبات کے قائل ہین کہ اکثر حوادث اس فلسفہ کی نقیض پیش کرتے ہین۔ ڈاروِن جو اس فلسفہ کا موجد ہے اسکو خود بھی اس فلسفہ مین شک ہے

دوسرا باب مذہب مادیین کے بیان مین

انکا مذہب یہ ہی کہ جواہر فرد (یعنی مادہ کے وہ چھوٹے چھوٹے ذرے جو بسیط جسمونکی آخری تقسیم کے نتیجہ مین نکلتے ہین جنکی تقسیم پھر نہین ہو سکتی) وہی آسمان اور زمین کے تمام کائنات کی اصل اصول ہین یہی اجزا ازلی اور ابدی ہین ہر وہ شے جو دیکھی جاتی ہو وہ انھین اجزا کے باہمی تاثیر و تاثر سے پیدا ہوئی ہے ان اجزا مین جو حرکتین ہوتی ہین وہ (جیسا کہ انکی طبعی اصول کا مقتضے ہی) نہایت دیرمین ہوتی ہین انھین حرکات سے تمام نوعین ایک دوسرے سے پیدا ہوگئین لیکن بعض نوعین پیدا ہو کر اسی نقطہ پر ٹھہر گئین اور مدتون ایک ہی حال پر قائم رہین اور بعض نوعین ترقی کے مدارج طے کرکے درجہ کمال تک پہونچگئین اور بعض نوعین پست ہوکر درجہ انحطاط مین گرگئین اُن انواع سے جنھون نے درجات ترقی طے کئے ہین نوع انسان کا بھی شمار ہے کیونکہ انسان اور بندر ایک ہی اصل کی دو شاخین ہین لیکن ہزارون اور لاکھون برس کے گزرنیکے بعد تاریخ کے قائم ہونیکے پہلے اس نوع نے بہت زیادہ ترقی کی ڈاکٹر صموئیل اور زبریت نے اپنی کتاب (سفسطات علمیہ) مین بخنر کے قول کی جو اسکے بعض مصنفات مین موجود ہے یون حکایت کی ہی کہ مادہ ہر موجود اور کائنات

کی اصل ہی اور وہ تمام عقلی و طبعی قوتون کی اصل اصیل ہی۔ ہکسلی جسکا
شمار لاادریین مین ہی اسکا مقولہ ہی کہ یہ عالم فلک کے بخارات سے پیدا ہوا
اسکے بعد اُسنے بیان کیا ہی کہ تمام عالم (عام اس سے کہ وہ حی ہو یا جماد)
جواہر فرد کی اُس باہمی تاثیر و تاثر کا نتیجہ ہی جو بمقتضائی نوامیس طبعیہ (جو اپنے
مقام پر معین و مقرر ہین) ہوا کرتا ہی انھین جواہر سے تمام عالم کا مادہ مرکب
ہوتا ہے۔ تکر بشوخس نے بیان کیا ہی کہ جواہر فرد موجودات کی سب سے پہلی
علتین ہین اسکے اس قول کی تائید بلفست سے بحث کرنے مین ہکسلی
نے بھی کی ہے اپنسر جو لاادریین کی ایک فرد ہی ارتقا کی یون تعریف کرتا ہی کہ
ایک ہی طرح کی جدا جدا چیزونکا تغیر ہو کر ایسی مختلف چیزین بنجانا کہ جن مین
اتصال ہو۔ اس نے یہ بھی کہا ہی کہ کائنات یا فلک ان قدیم تغیرون سے
جو جدید چیزون کی جانب ہوتے رہتے ہین یکسان چیزونکا متغیر ہو کر مختلف
ہو جانا بھی ہے۔ یہی تغیر اصل اصول ارتقا ہی اس معاملہ کو بہت کچھ طول
دیکر یہ کہا ہی کہ بسیط عناصر کی صفتون کا اختلاف (جیسے ہیڈروجن ہی یا
پارہ یا لوہا) یہ ان عناصر کی ترکیب و انحلال سے پیدا ہوا کیونکہ اس
اختلاف سے جواہر فرد کی ترکیب مین اختلاف پیدا ہو گیا۔ وہ لوگ جو
کیمیاوی اصول سے واقف ہین وہ اس کلام مین غور کر کے جتنا چاہین
تعجب کر سکتے ہین الغرض شارح مذہب ڈاروِن نے ہولمیلخ (جو انھا یوین

صدری کے فرقہ معطلہ مین ہی) کی اپنی کتاب مین اسلئے مدح کی ہو کہ اسکے
نزدیک عالم صرف مادہ اور سلسلۂ اسباب مسببات کا نام ہو جسکی کوئی انتہا
نہین ہو پس جو چیزین عالم مین موجود ہین وہ متحرک متغیر ہین اور مادہ اور
حرکت دونون ازلی ہین جو ہمیشہ سے تھین اور عدم سے خلق کرنیکے کوئی
معنی نہین ہو سکتے یہ فقط لفظ ہی لفظ ہو بخر نے اسکا یہ قول بھی بیان کیا ہو
کہ طبیعہ مین ہر چیز منحصر ہے اسکے علاوہ کوئی چیز بھی موجود نہین ہی ہان
عالم تصورات کا وجود ہو سکتا ہے مگر وجود واقعی اسی مین منحصر ہے۔
اسی کتاب مین بخر نے اُن لوگون کا قول نقل کیا ہو جو مادیین کی رای کو جھوٹ
کہتے ہین یا اسبات کے قائل ہو گئے ہین کہ یہ رای مدت سے باطل ہو چکی ہو
اس قول کو اُسنے یون رد کیا ہے کہ یہ دو سببون سے فاسد ہی ایک تو یہ کہ
کسی نے اس رای کو باطل نہین کیا اور یہ ہرگز ایسا نہین ہوا بلکہ یہ رائی
ایک قدیم رائے ہو دوسرے یہ کہ رای ابیقورس کی رائی نہین ہے
اور اگلی تعلیمون سے یہ رائے اسلئے جدا ہے کہ یہ اُن تعلیمون کیطرح
مذہب نہین ہے بلکہ یہ ایک فلسفی حقیقت ہے۔ اسی کتاب مین یہ بھی
بیان کیاہے کہ یہ رای مادی صرف مادہ ہی کو ہر شی پر فوق نہین
دیتی بلکہ مادہ اور قوت دونون چیزین یون ساتھ ہی ساتھ ہین گویا کہ
وہ دونون ایک ہی چیز ہین جب مادہ ہر شے کی اصل تسلیم کیجاتی ہے

اسی طرح قوت بھی یہی مرتبہ رکھتی ہے۔

یہ مثالیں اور خدا کے اقرار کرنے والوں کے اقوال کی بانسبت دانست میں بہت سی بڑائی ہے کیونکہ یہ لوگ تمام چیزوں پر مادہ کو فوقیت نہیں دیتے بلکہ مادہ اور قوت کے مابین بہت کچھ فرق نکالتے ہیں - یہ انکے اقوال ہیں انپر غور کرو اور متحیر ہو کر انکے ملنے اور رد کرنے کا اختیار ہے یہی وہ وسوسے ہیں جو مادیین اور معطلین کی جانب سے پیش کئے جاتے ہیں۔

محصل کلام مادیین یہ ہے کہ عالم ازلی ہے اور غیر مخلوق ہے۔ اور اصل اصول اشیا وہ جواہر فرد ہیں جنہیں کو جزو لایتجزی بھی کہتے ہیں یہ جواہر فرد فضائی عالم لاانتہائی حیثیت سے بھرے ہوئے ہیں بہت سے مادیین اسبات کے قائل ہیں کہ یہ جواہر ایک ہی طرح ہیں اور ان میں مماثلت ہے البتہ کیمیاوی صفتوں میں انمیں اختلاف ہے مگر یہ اختلاف صرف ہمارے نزدیک ثابت ہے وہ برابر عمل کرتے رہتے ہیں اور چونکہ ان میں جذب و دفع برابر ہوا کرتا ہے اسلئے وہ ازل سے برابر متحرک ہیں اور یہ حرکت انکی اضطراری ہے کوئی چیز محض عدم سے مخلوق نہیں ہوئی اور نہ کوئی چیز مخلوق ہو کر معدوم صرف ہو سکتی ہے جمادات اور نباتات اور حیوانات کی خلقت رفتہ رفتہ ہوئی ہے اور جو انمیں کامل ہوتا ہے وہ اکثر ناقص ہی سے بنتا ہے ان تمام باتوں کا ذکر

اس شرح میں موجود ہے جو مخبر نے اقوال مادین کے متعلق لکھی ہے اور اکثر باتیں اسکے پانچویں مقالہ میں یکجا موجود ہیں۔

مصنف کیجانب سے اقوال مادیین پر ایک تنقیدی نظر

ملحدین کے اقوال میں اسقدر اختلاف ہے کہ وہ تناقض کی حد تک پہنچگیا ہے اس مذہب کے دو آدمی بھی ایسے نہیں ملتے جنکے اقوال میں اختلاف نہو یہانتک کہ جو انکے اصول ہیں وہ بھی متفق علیہ نہیں ہیں (اسلئے ہر فرد کے نزدیک دوسرے شخص کے اصول کے علاوہ اصول ہونگے) لہذا تمام اصولونکو ساتھ ہی ایک تقریر سے باطل کرنا مشکل بھی ہے اور ہر شخص کو اسکا سمجھنا بھی آسان نہوگا اسلئے ہم انکی ہر اصل کو علیحدہ علیحدہ باطل کرتے ہیں (تاکہ فہم میں آسانی ہو)

مادیین کی پہلی اصل

اُن کی پہلی اصل یہ ہے کہ جواہر فرد آسمان و زمین کی علتون مین سے پہلی علت اولیٰ ہیں۔۔ یہ انکا نیا خیال نہیں ہے بلکہ یہ اس قول میں قدیم حکمائے یونان کے تابع ہیں جو اس قول کے موجد تھے شاید پہلا وہ یونانی فلسفی جسنے یہ مسلک ایجاد کیا ہو تو منسوب تھا ان ہی لوگون مین دیمقراطیس کا

بھی تھا۔ یہی بلکہ وہ اپنے زمانہ مین مادیین کا سرگروہ اور امام تھا میرے خیال
مین جس ضرورت سے یہ اجزا تراشے گئے وہ مادہ کے قدیم ہونیکی ضرورت تھی
کیونکہ لوسیبوس کے پہلے بلکہ ہر اس شخص سے پہلے جو لوسیبوس کا ہم خیال
تھا اسبات پر اتفاق تھا کہ جو شے مرکب ہے وہ حادث ہے جب انھون نے
دیکھا کہ تمام اجسام اپنے ترکیب و تالیف کے سبب حادث قرار پائے تو
انھون نے ایسی اجزا مانے جنکا تجزیہ ناممکن ہو اور انھین اجزا کو عالم
کی علت ازلی تسلیم کرلی۔

شہرستانی نے کتاب ملل ونحل مین بیان کیا ہے کہ "اپیقورس جو
دیمقراطیس کے زمانہ مین اپنا فلسفہ ظاہر کر رہا تھا اسکا خیال تھا کہ عالم
کی علتین وہ اجسام ہین جنکا ادراک صرف عقل کرتی ہے اور وہ ایک خلا
سے دوسرے خلا مین حرکت کرتے رہتے ہین جسکی کوئی انتہا نہین ہے
اور نہ ان اجسام کی کوئی حد ہو سکتی ہے۔

ان اجسام کے لئے وہ تین چیزین تسلیم کرتا تھا شکل۔ عظم۔ ثقل
دیمقراطیس ان تین چیزون مین سے صرف دو کو مانتا تھا لیکن شکل کا
انکار کرتا تھا۔ اور اسی نے یہ خیال بھی ظاہر کیا کہ یہ اجزا نہ تقسیم
ہو سکتے ہین نہ ٹوٹ سکتے ہین یہ موہوم ہوتے ہین مگر محسوس نہین ہوتے
ان اجزا نے متحرک ہوکر ایک دوسرے سے رگڑ کھائی اور یہ ایک اتفاقی

بات تھی ان کی یہ بات بھی ہو گئی کہ عالم کی یہ حالت حاصل ہوئی ہے۔ یہ تمام شکلیں پیدا ہو گئیں اور ان اجزائے حرکت کی قسموں میں سے کئی قسموں کی حرکتیں کیں۔

جن لوگوں نے ان مادئین کے مذہب کی حکایت کی ہے کہ وہ عالم کی خلقت کو اتفاق کا نتیجہ سمجھتے ہیں ان کی مراد یہی ہے کہ ان لوگوں نے کوئی ایسا صانع تجویز نہیں کیا جو ان اجزا کو حرکت دے اور ان میں رگڑ پیدا ہو اور اس سے یہ تمام شکلیں پیدا ہو جائیں تو آپ سے آپ عالم کا وجود محض اتفاقی اور خبط کا نتیجہ ہوگا۔

یہی مذہب بعینہ بخنر اور جو اسکے ہمخیال ہیں ان سب کا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان جدید فلسفیوں کی جولانگاہ انھیں تنگ وتہی رستوں میں محدود ہے جہاں بعض قدیم فلسفیوں نے قدم رکھا تھا۔

اگر ہم تسلیم بھی کر لیں کہ اجسام عالم انھیں اجزا سے مرکب ہیں جنکا تجزیہ نہیں ہو سکتا تو ہم انکی ازلیت کو بلا دلیل و برہان کیونکر تسلیم کر سکتے ہیں اور انکے پاس سوائے اِن تو ہمات کے اس مطلب پر کوئی دلیل نہیں ہے جیسا کہ ہر اصل مادی میں وہ ایسے ہی بیک بادون پر عمل کیا کرتے ہیں۔

قدما میں اجسام کے اجزائے ترکیبی میں اختلاف ہے اکثر تو اسی کے

قائل ہین کہ اس کی ترکیب دو جزون سے ہوتی ہے ایک کا نام ہیولیٰ
اور دوسرے کا نام صورت ہے۔

یہ لوگ بالکل جواہر فرد کا انکار کرتے ہین اور تمام اجزا کا وجود بالقوۃ تسلیم
کرتے ہین چونکہ ان کے نزدیک تقسیم بلا نہایت صحیح ہے اسلئے وہ
تمام اجزا کا وجود فعلی نہین مانتے (ورنہ لازم آئیگا کہ غیر متناہی بالفعل
موجود ہو اور یہ محال ہے) انکسا قراطیس اجزائے جسم کو غیر متناہی بھی تسلیم کرتا
ہے اور انکا وجود فعلی بھی تسلیم کرتا ہے اور یہ ضعیف ترین اقوال ہے
بعضون نے یہ قول بھی اختیار کیا ہے کہ اجزائے جسم متناہی ہین اور
بالفعل ہین اس سے اُن کی مُراد یہ ہے کہ جسم ایسے اجزا سے مرکب ہے
جو بالفعل موجود تو ہین مگر نہ تو فعلاً تقسیم ہو سکتی ہین نہ عقل اُن کی
کو صحیح بجو سکتی ہے۔ اس مذہب پر کوئی ایسی دلیل نہین قائم ہوئی
جسکا جواب نہ دیا گیا ہو اور تمام حکما نے بہت سے ادلہ و براہین سے
ساتھ اس کو رد اور باطل کر دیا ہے جنکا اُن مذہب والون کی طرف
سے کوئی جواب نہین دیا گیا۔ شاید وہ جوہر فرد جسکی آج کل
مادہ مین قائل ہین وہ وہی ہو جسکو ذیمقراطیس تسلیم کرتا ہے کہ وہ نہ فعلاً
تقسیم ہو سکتا ہے نہ فرضاً کیونکہ اسکا قول یہ ہے کہ جسم ایسے چھوٹے
اجزائے مرکب ہے جو کسی طرح بھی قابل تقسیم نہین ہین ہان ان لوگون

نے اس سے صرف اس بات مین اختلاف کیا ہے کہ جواہر فرد انکے
دیک متماثل (یعنی ایک ہی طرح کے ہین) نیز اس امر مین بھی اُس سے
ہرا ہین کہ مختلف عنصر دنیا کی اصل ایک ہی ہے۔
لتون کا یہ مذہب ہے کہ جواہر فرد کی ضخامت تو یکسان ہے مگر وزن
ین ایک دوسرے سے مختلف ہے یہ اختلاف عناصر کیوجہ سے پیدا
ہوا۔ تمام وہ لوگ جو علم کیمسٹری کے ماہر ہین وہ اسی مذہب کے
ہیں اور اسی قول کے قائل ہین لہذا اس زمانہ کے مادیین اور کیمیاویین
کے مابین ایسا شدید اختلاف ہے کہ ایک کا قول دوسرے کے قول
کی نفی کرتا ہے مگر در اصل نہ ان کی مذہب پر کوئی دلیل قائم ہے نہ انکی
ہب پر تمام عمارت مذہبی صرف ذہنی اساس پر بلند کیگئی ہے جو
فرضی ہے۔ یہ فقط ہمین نہین کہتے بلکہ فریقین کے بڑے
بڑے علما اس بات کے معترف ہین بخز نے شرح مقالات ڈاروِن کے
ین مقالہ مین بیان کیا ہے "کہ مادیین کے جواہر فردہ تصوری اور
الی ہین۔
ڈاکٹر ادون لویس اپنی کتاب کواشف جلیہ عن الحقائق الکیماؤ
رقمطراز ہے کہ "ہم بنا بر مذہب دلتون تمام اُن قوتون کے جو
کیب کیمیاوی مین موثر ہین توضیح و تشریح کر سکتے ہین باوصفیکہ

ہمین معلوم ہے کہ یہ مذہب بھی ویسا ہی ہے جیسے دوسرے غلا
ہین - (چونکہ بلا دلیل اس مذہب کے قبول کرنیکا ایراد اس پر ہوتا تھا
اسلئے وہ اسکا عذر یون بیان کرتا ہے) کہ "طالب علم کیمیا کی نظر حقیقت
شے کے دریافت کرنے کی طرف نہین ہوتی بلکہ وہ تو صرف یہ دیکھتا
رہتا ہے کہ حوادث ان اصول کے مطابق ہوتے ہین یا نہین"
ڈاکٹر جارج ولسن جو اڈنبرگ کالج مین ایک پروفیسر تھا اپنی کتاب
کیمیاے غیر آلیہ مین لکھتا ہے "کہ یہ بات کبھی بھی پایۂ تحقیق تک
نہین پہنچی کہ عالم موجودات مین جواہر فرد بھی موجود ہین۔
ہولباخ جو امام مادیین ہے اُسنے جوہر فرد کو نہایت بے عقلان
سے دیکھا ہے وہ کہتا ہے کہ جوہر فرد ایک امر مجہول ہے جیسا
خود بخنر نے اسکے قول کی نقل کی ہے۔
یہی نہین بلکہ اور بہت سے اس زمانہ کے عقلا اور علما جوہر فرد کا انکار
کرتے ہین جیسے ڈاکٹر ہرونیرت اپنی کتاب مغلطات علمیہ مین وہ عبارت
تحریر کرتے ہین جسکا ترجمہ یہ ہے "جوہر فرد سے جو کچھ سمجھ مین آتا ہے
وہ یہ ہے کہ وہ مادہ کا چھوٹے سے چھوٹا جز ہے وہ اسبات کا محتاج
ہے کہ وہ تقسیم ہوسکے جو غیر متناہی حد تک ممکن تھے ایک طبعی
پر جو نقص ہمیں سے روک دیتی ہے"

ی کتابوں میں اسکا بیان ہے کہ وہ شے جسکو یہ لوگ جوہر فرد نام رکھتے
ین وہ اپنی مجموعی حیثیت میں مرکب ہے اگرچہ کیمیاوی حیثیت سے
بسیط ہے۔
و مادیین کے قول سے (جو اس زمانہ میں موجود ہیں) جوہر فرد کی نفی
لازم آتی ہے ہمارے پاس نفی جوہر فرد پر بہت سی دلیلیں ہیں جنمیں
سے ہم صرف دو دلیلوں پر اکتفا کرتے ہیں۔
دلیل اول یہ ہے کہ ان لوگوں کے نزدیک جوہر فرد کے افراد میں
تماثل ہوتا ہے لہذا اُن کی ترکیب سے صرف وہی چیزیں حاصل ہو سکتی
ہیں۔ جو متماثل ہوں کیونکہ اگر ہیڈروجن اور ہیڈروجن سے کوئی ترکیب
کی جائے تو ہیڈروجن ہی حاصل ہوگا۔ لیکن وہ مرکبات جو مختلف
ہیں جیسے پانی اور نمک وہ تو انھیں اجزا سے حاصل ہو سکتے ہیں جن میں
اختلاف ہو۔ اگر مادیین کا جوہر فرد ثابت ہو جائے تو عالم میں متماثلات
اور ایک ہی طرح کی چیزوں کے سوا کچھ بھی نہ پایا جائے اور یہ عقل
و حس دونوں اعتبار سے باطل ہے۔
رہ گئے وہ مرکبات جو آلات کے ذریعہ سے ترکیب دیکر متماثل بنائے
گئے ہیں وہ اس باب سے نہیں ہیں کیونکہ انکی ترکیب مختلف عناصر
سے ہوتی ہے۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ جن لوگون کے نزدیک جواہر فرد کا وجود ثابت
ہے عام اس سے کہ اس زمانہ کے مادیین ہون یا اُن کے غیر ہون
سب کے نزدیک یہ بات ثابت ہے کہ ان اجزا مین داخلی حرکت
برابر رہا کرتی ہے جس سے حرارت کا نشو و نما ہوا کرتا ہے اور اُنکی
شکلین بدلتی رہتی ہین۔
استاد کلرک مکسویل جنکا شمار ائمہ مادیین مین ہے انکا مقولہ ہے کہ جوہر
فرد (اگرچہ اسکی تقسیم نہین ہو سکتی) پھر بھی وہ زیادہ سخت نہین ہے
اور داخلی حرکت کو قبول کرتا ہے اور اس حرکت کیوجہ سے اسمین
حرارت پیدا ہوتی ہے۔ استاد لطور تھیورت جو اعاظم مادیین مین سے
ہین وہ فرماتے ہین کہ جوہر فرد ہمیشہ متحرک رہتا ہے اور اسکی شکل ہمیشہ
بدلتی رہتی ہے۔
جب یہ ثابت ہوا کہ اسکو حرکت اور تغیر شکل لازم ہے تو یہ بھی ثابت
ہے کہ اجزا کی وضعین بدلتی رہتی ہین اسلئے کہ حرکت داخلیہ اور شکلونکا
بدلنا بغیر وضعی تغیر کے محال ہے۔
اور جب وضع مین تغیر ہوگا تقسیم جز بالفعل ثابت ہوگی۔ ایسی صورت
مین انھین کے قول سے یہ بات لازم آئیگی کہ جو بالفعل تقسیم نہین ہوتا
وہ بالفعل تقسیم ہوگیا اور چونکہ نقیضین کا اجتماع ہے اسلئے ا

صورت محال ہوگی۔

بعینہ نجز کی جو ہر فرد ہماری اصلی دلیل سے باطل نہیں ہوتے کیونکہ انکے نزدیک کیمیاوی اوصاف سے ان میں اختلاف پیدا ہوجاتا ہے تو مرکبات اجزائی افراد ان اوصاف کے مختلف ہونے کیوجہ سے مختلف ہوجائینگے لیکن اس قول کی بنا پر بعینہ لازم آئیگا کہ تمام اجسام عالم متماثل اور ایک ہی قسم کے ہوں۔

نجز اس الزام سے تو بچگیا جو علی الاطلاق جواہر فرد کے متماثل ماننے والوں پر وارد ہوتا ہے لیکن اس سے ایک دوسرا سوال متعلق ہوگا وہ یہ ہے کہ جب انکے مذہب کے تمام جواہر فرد کی ضخامت اور وزن ایک ہی ہوگی تو اس سے تمام کیمیاویین کی عبارتیں فاسد اور لغو ہوجائینگی مثلاً پانی کا ایک دقیقہ دو جزوں سے مرکب ہوتا ہے ایک کا نام ہیڈروجن ہے دوسرے کا نام آکسیجن ہے لیکن نجز کے نزدیک یہ دقیقہ ہیڈروجن کے ایک اور آکسیجن کے سولہ جزوں سے مرکب ہونا چاہئے کیونکہ آکسیجن کا وزن ہیڈروجن کے وزن کا ۱۶ ہے جیسا کہ امتحان سے معلوم ہوچکا ہو تو ان کیمیاویین نجزیہ دونوں کو کیا حق ہے کہ انہوں نے انکی عبارتوں کو کیوں بے معنی کردیا۔

جوہر فرد کی بنا پر لزوم عجائب

اگر ہم وجود جوہر فرد تسلیم کریں تو اس سے عجیب غریب باتیں تسلیم کرنا ہونگی

مثلاً اگر ہیڈروجن کا ایک جزو بوٹ کے ایک جزو پر رکھکر تمام عالم کے بوجھ
سے دبایا جائے تو ہرگز ایک جزو دوسرے جزو مین مداخلت نکریگا اور نہ
اسکے اجزا کل منقسم ہونگے کیونکہ وہ رائے جوہری کے بنا پر قابل
تقسیم ہی نہین -

(۲) یہ بھی لازم آتا ہے کہ دقائق مرکبات کا ہر دقیقہ سوائے کیمیاوی
طریقہ کے اور کسی طرح سے قابل تقسیم نہو - ورنہ ایک دقیقہ آب پر
چوٹ دینے سے لازم آئیگا کہ آکسیجن کا جوہر فرد منقسم ہوجائے کیونکہ وہ
(جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہین) دو ہی جوہر فرد سے مرکب ہے ایک
ہیڈروجن دوسرے آکسیجن اور اس سے یہ لازم آئیگا کہ دقیقہ آب
مین اسطرح کی روانی موجود نہو جیسی کہ پانی مین ہوتی ہے ورنہ
شمع کے دقیقہ کی تقسیم سے اسکی تقسیم کہین زیادہ آسان ہوتی -
یوہین اور مرکبات کو بھی قیاس کرنا چاہیے -

(۳) یہ بھی لازم آئیگا کہ اترہ مین کا ایک دقیقہ سرسہ مین حل نہوسکے
(اگرچہ وہ حل ہوجاتا ہے) کیونکہ اسکے حل ہوجانے سے اسکے تمام
جواہر فرد کی تقسیم لازم آئیگی اور اسکے اجزا بہت سے ہین سترہ جز
ایتھین کاربن کے ہین اور تیتس ہیڈروجن کے اور تین آکسیجن کے اور
ایک نیٹروجن کا جز موجود ہے ان تمام جواہر کا انقسام لازم آجائیگا

اندر اصل محال ہوگا۔
خلاصہ یہ ہے کہ بنا بر تجویز جوہر فرد اتنی خرابیان لازم آئینگی جنکو ہم
گن نہین سکتے جو ہم نے ذکر کردیا ہے اسکو غیر مذکور کا نمونہ سمجھنا چاہئے
ہم سرگردگان مادئین سے بادب گزارش کرینگے کہ یہ مادی فلسفہ محض خبط
ہے اور جو انکی علت ازلی ہے وہ وہمی ہے جو انکے فلسفہ کی نیو ہے
وہ وہمی ہے اور جو انھون نے اپنے عالم کی صورت قرار دی ہے
وہ وہمی ہے کوئی دلیل اسکے ثابت کرنے کیلئے انکے پاس موجود نہین
بلکہ اسکی نفی پر دلیلین موجود ہین جو کچھ عمارت ایسی موہوم نیو پر بلند کیگئی ہے
وہ بھی موہوم ہے حق تو یہ ہے کہ یہ جوہر قوی اور سخت ہوکر بھی اسقدر
لطیف ہے کہ نظر و بحث کی گنجائش نہین رکھتا۔

مادئین کی دوسری اصل

یہ ہے کہ جواہر فرد عالم کے لئے علت ازلی ہین (یعنی یہ وہی علت
ہے جسنے تمام عالم کے مرکبات کو پیدا کیا اور یہ ان مرکبات کی ازلی
ہی سے علت تھی) اس دوسری اصل کو ہم دو دلیلون سے باطل کرتے ہین
(۱) جب ہم نے جوہر فرد کا وجود ہی باطل کردیا تو اسکا وجود ہی
نہ ثابت ہوا اور اسی پر تمام ادعاء کا ثبوت موقوف تھا لہذا نہ

علیت رہی نہ انکے قدم و حدوث کی بحث۔

(۴) اگر علت ازلی ہوتی تو اسکے تمام معلولات بھی ازلی ہوتے اور جب معلولات ازلی ہوتے تو تمام مرکبات (عام اس سے کہ وہ جمادات ہوں یا نباتات یا حیوانات) قدیم ہوتے کیونکہ انکی علت (بنابر فرض مذکور) مضطر ہوگی اور اضطرار علت کی صورت میں اس سے معلول جدا نہیں ہو سکتا (جیسے حرارت اجسام کے پگھلانے اور انکی شعاعوں کے بڑھانے میں مجبور ہے)

اور یہ لازم باتفاق اہل ملت و مادیین و کفار و معطلین بالکل باطل ہے اسکے باطل ہونے پر اتفاق امم کے علاوہ بہت سی دلیلیں اور بھی ہیں (۱) ایک تو مرکبات عالم کا تغیر خود بتاتا ہے کہ ہم قدیم نہیں بلکہ حادث ہیں (کیونکہ جو متغیر ہوتا ہے حادث ضرور ہوتا ہے) ورنہ لازم آئیگا کہ تمام تغیرات کے سلسلہ میں ہر تغیر ازلی ہو اور ہر تغیر (حکم قضیہ مذکورہ) حادث ہو یعنی ازلی نہو۔ محال کی صورت ایسی ہی ہوا کرتی ہے جیسے تمہارے سامنے موجود ہے کہ ایک فرض کی بنا پر دو نقیضوں کا اجتماع لازم آرہا ہے۔

(۲) علم الحیات کے مباحث میں یہ مطلب اچھی طرح طے ہو چکا ہے کہ مرکبات عالم کا وجود یکے بعد دیگرے ہوا ہے جس میں پہلے جمادات

کا وجود ہوا پھر نباتات پیدا ہوئے پھر انکے بعد حیوانات کا وجود ہوا
پھر انسان پیدا ہوا (پھر مرتب چیز دان من قدم کیونکر متصور ہے)
اور مادیین تو اس مقام پر تکلم بھی نہین کرسکتے کیونکہ انواع کا وجود مین
ترتیبی حیثیت سے آنا یہ انکا پہلا دعوی اور اول مطلب ہے۔

(**دفع**) ہم جناب باری عز اسمہ کو قدیم کہتے ہین مگر ہم پر وہ ایراد
نہین ہوتا جو جوہر فرد کے قدیم ماننے سے مادیین پر وارد ہوتا ہے کیونکہ
جناب باری ہماری رائے و اعتقاد مین فاعل مختار ہے جسکو چاہتا
ہے اور جب چاہتا ہے پیدا کرتا ہے (اسلئے اسکے مخلوق اضطرار کے
نتائج نہین) اور یہ جوہر فرد اولاً تو ثابت نہین ہوا اگر بالفرض انکا وجود
تسلیم کرلیا جائے تو مختار نہین ہوسکتے۔ یا تو اسلئے کہ یہ اجزا جمادات
مین محسوب ہین اور جمادات کی کوئی فرد صاحب اختیار نہین۔
اور یا اسلئے کہ مادہ (یعنی تمام جواہر فرد کا مجموعہ) طبیعی راستون کے
چلنے پر مجبور ہے (جیسا کہ کیمی مباحث اور نوامیس طبعیہ مین تسلیم ہوچکا ہے)
اور جو مجبور ہوتا ہے وہ مختار نہین ہوتا (۳) بلکہ خود مادیین اس مسئلہ کو
مان چکے ہین کہ مادہ مضطر ہے اور اس اعتراف کا ذکر بخز کی شرح
مین مکرر آیا ہے۔
پس نتیجہ کلام یہ ہوا کہ اگر ہم ان اجزا کے وجود کو مان بھی لین اور انکو

علت ازلی تسلیم کرلیں تو وہ ایک مضطر علت ہونگے اور انکے معلولات چونکہ نتیجۂ اضطرار ہونگے اسلئے وہ ازلی ہونگے اور ہم انکی ازلیت کو باطل کر چکے اسلئے وہ ملزوم بھی باطل ہو گیا جسکو یہ باطل لازم تھا اور وہ دہی دعوی مادیین ہے کہ مادۂ عالم کی علت ازلی ہے۔

مادیین کی تیسری اصل

یہ ہے کہ جواہر فرد متغیر نہیں ہوتے" یہ بعض اگلے مادیین کا قول ہے میں ایسا خیال کرتا ہوں کہ انھوں نے اسلئے یہ قول اختیار کیا تھا کہ انکا حدوث نہ لازم آئے چونکہ تغیر کو حدوث لازم تھا اسلئے تغیر کی نفی کر دی۔ جیسا انھوں نے ان جواہر کو فرد تسلیم کرکے ائتلاف سے حذر کیا جسکو حدوث لازم تھا کیونکہ جسطرح ہر متغیر کا حادث ہونا مسلم ہے اسی طرح ہر مؤلف (مرکب) کا حادث ہونا بھی مسلم ہے مادیین نے ان دونوں قضیوں سے بچنے کے لئے دونوں صفتوں سے احتراز کیا نہ وہ اسکو متغیر مانتے ہیں نہ مؤلف"

اس اصل کا دعوی دجود جوہر فرد پر موقوف ہے اور ہمارے گزشتہ بیان سے معلوم ہو چکا کہ وہ ایک دہمی داستان ہے لیکن اگر وہ ثابت تسلیم کر لئے جائیں تب بھی انکا غیر متغیر ہونا نہیں ثابت

ہو سکتا اور اگر اُنکا متغیر ہونا ثابت ہو جائے تب بھی مادہ کا ازلی ہونا مسلّم نہیں ہو سکتا - کیونکہ متغیر کا حادث ہونا تو ضروری ہے لیکن غیر متغیر کا قدیم ہونا ضروری نہیں ہے خالق مختار کو اختیار ہے جس چیز کو چاہے متغیر کر دے پھر اس عدم تغیر سے قدامت کا پتہ کیونکر لگ سکتا ہے -

ہمیں تو علم کیمیا سے معلوم ہوا ہے کہ عناصر (جو جواہر فرد کے مجموعہ کا نام ہے) ترکیب دینے سے متغیر ہو جاتے ہیں اور انکی پہلی صفتیں جاتی رہتی ہیں اور نئے اوصاف پیدا ہو جاتے ہیں جیسے کلوریڈ صوڈیم (نمک طعام) یہ کلورین اور صودیم سے مرکب ہے کلورین ایک ہوائی عنصر ہے جو سبز اور شفاف زردی مائل ہوتا ہے اسکی بو میں تیز خاصہ ہے کہ اگر کوئی زیادہ مقدار میں سونگھ لے تو خناق پیدا کرکے قتل کر دیگا اور صودیوم ایک معدنی عنصر ہے جو چاندی کی طرح سفید ہے جب ٹھنڈے پانی میں ڈالا جاتا ہے بہت جلد گھلتا ہے اور اگر آگ میں ڈالا جاتا ہے تو اس سے زرد زرد شعلے نکلتے ہیں ان دونوں عنصروں کے اوصاف تو یہ ہیں لیکن جب ان دونوں میں ترکیب دیکر نمک بنایا جاتا ہے تو ان اوصاف کا کہیں پتا نہیں ملتا اس سے زائد تغیر جوہر فرد پر بنا بر فرض وجود اور کیا دلیل ہو سکتی ہے

ہم پہلے یہ بھی بتا آئے ہین کہ اس ملک کے بعض ملوین اس بات کے قائل ہین "کہ عالم مین جو کچھ ہے وہ سب متغیر ہے" اس سے معلوم ہوا کہ اس اصل مفروض پر ملاحدین کا اتفاق و جملے نہین ہے۔
اخبار جنرل اف سائنس جو ایک علمی اخبار تھا اسمین علمای ملوین مین سے ایک بڑے شخص کا قول نقل کیا گیا تھا جسکا خلاصہ یہ ہے کہ قوای جسمیہ کی چار قسمین ہین۔
جوہر فرد کوئلے سے مخلوق ہے اور وہ قوۃ جمادی ہوکر ہوا مین پھیلا ہوا ہے۔ نباتات اسکو لیکر اپنا جز بنالیتی ہے اور وہ جوہر قوۃ نباتیہ ہو جاتا ہے جب کوئی جانور اس گھانس کو کھاتا ہے تو اسکو اپنا جز بنالیتا ہے اور اب وہ جوہر قوۃ حیوانیہ ہو جاتا ہے۔ پھر وہ خون کے ساتھ جاری ہوکر دماغ تک پہونچکر اسکے حصون مین شمار کیا جاتا ہے اور اب وہ جوہر قوۃ عقلیہ ہو جاتا ہے"
اس امام مادی کے اس قول سے زیادہ واضح جوہر فرد کے متغیر ہونے پر اور کونسی دلیل ہو سکتی ہے میرے خیال مین تو اس سے زیادہ کی ضرورت نہین ہے اور اس مقام مین نہ اس سے زائد ہو سکتا ہے نہ اس بیان کے وضوح سے زیادہ کسی عاقل کو توقع رکھنی چاہئے ان فلسفیون نے خبط برخبط بیان دلیل واضح پر

مادیین کی چوتھی اصل

یہ ہے کہ جواہر فرد یا مادہ کے لئے صفت حیات لازمی ہے"
مین نہایت حیرت و تعجب مین ہون کہ ان منکرین خدا نے مادے کو
خدا بنا لیا کیونکہ اسکے لئے انھون نے وہ تمام صفتین ثابت کرنا چاہا ہین
جو صفات الوہیت کہے جاتے ہین اسلئے کہ ازلیت و ابدیت حیات
عقل و حکمت آسمان و زمین مین جو کچھ موجود ہے اسکا پیدا کرنا ہر چیز پر
قدرت رکھنا ویسی ہی صفتین ہین جو معبود کو زیبا ہین اور پھر بھی وہ
مادہ کا مضطر ہونا اندھا ہونا بے قصد و اختیار ہونا تسلیم کرتے ہین
بلکہ یہ بھی مانتے ہین کہ مادہ کے جواہر فرد کا وجود صرف تصورات اوہام
سے ہے -

ان دونون قولون کو دیکھو تو تحیر کے سوا اور کیا نتیجہ نکلتا ہے ؎

گہے بر طارم اعلیٰ نشینم   گہے بر پشت پائے خود نہ بینم

حیات کے معنی مین اختلاف

مادیین اس اصل چہارم کے معنی مین باہمی اختلاف رکھتے ہین کوئی
کہتا ہے کہ مادہ کے حیات کے معنی یہ ہین کہ وہ متحرک ہے لہٰذا حرکت

دیوہ ایک ہی بینے کسی کے نزدیک حیات کشش کو کہتے ہین کوئی کہتا ہو کہ نہین حیات مادہ سے مراد اسکی حرارت ہے''

ان تفسیرون کی بنا پر جس چیز مین حرکت یا کشش یا حرارت موجود ہو اسے زندہ کہہ سکتے ہین لہذا ہوا پانی مٹی اور تمام عناصر زندہ ہین کیونکہ وہ ان صفات سے خالی نہین ہین لیکن اس خیال کا صحیح سمجھنے والا یا تو احمق ہے اور یا سخن پرست -

ہم ان سے یہ بھی پوچھین گے کہ زندہ کے لئے پیدائش نشو و نما موت لازمی امر ہے جیسا کہ فیسولوجین (علمای حیات) کے نزدیک ثابت ہے اور ان سے زیادہ معنے حیات کون جان سکتا ہے چنانچہ ڈاکٹر دربات جو اعاظم اساتذہ علمائی حیات سے ہے اپنی کتاب (اصول فیسولوجیا) مین لکھتا ہے "حیات کی شرطین ولادت نمو تکمیل تنزل و انحطاط موت ہین''

یہ شرطین صرف انسانی حیات کے لئے نہین ہین بلکہ اسکی مراد حیات عام ہے جیسا کہ اسکے بعد کے جملے اس مطلب پر شاہد ہین اور وہ یہ ہین" ولادت سے مراد ہم زندہ جسمون کے انواع سے قطع نظر کرکے یہ کہتے ہین کہ ولادت اسبات کا نام ہے کہ کوئی جسم اپنے پدر سے الگ ہو کر موجود ہو جاے جسکے لئے ایک مستقل زندگی موجود ہو

اس معنی پر غور کرو اور بتاؤ کہ فضا مین پھیلے ہوئے ذرے یا جواہر فرد جن
کی اجتماع وترکیب سے بنے ہوئے معنی پائے جاتے ہین یا نہین اگر ان کی
ولادت ہوتی ہوا نھین نشو ونما ہو انکو موت آتی ہو تو انھین زندہ کہہ سکتے
ہو لیکن ایسا کیونکر ہو سکتا ہو حالانکہ مادیین انکو ازلی کہتی ہین اور انھین تو تجزیہ
کیا جا سکتا ہو جب انکا تجزیہ ممکن ہو حالانکہ وہی جزو لا تجزی کہی جاتی ہین
اس مقام پر ایک خرابی اور لازم آتی ہو وہ یہ کہ علمای حیوانات اور علمای
حیات دونون نے حیات کے معنی ایک ہی سمجھے ہین جسمین بالکل خلاف
نہین ہے اور سبنے بالاتفاق اسبات کو تسلیم کرلیا ہو کہ حیات کا مرتبہ مادہ
کے بعد ہے پھر اگر جوہر فرد کا وجود تسلیم کرلیا جائے تو لامحالہ وہ فرض حیات
کے قبل ہوگا پھر جوہر فرد اور حیات مین تلازم کیونکر ہو سکتا ہی اور جوہر کی
صفت حیات کیونکر ہو سکتی ہے اس بنا پر چاہے جوہر فرد کا وجود ہو یا
نہو حیات مادہ کی ایسی صفت نہین ہی جو اسکو لازم ہو اگرچہ مادہ نے
مادیات سے پہلے ان وہمی جواہر کو پیدا بھی کیا ہو۔
یہ معنی حیات جو علمای حیات اور علمای حیوانات نے سمجھے ہین ایسے بدیہی ہین کہ انکو
ہر صاحب عقل سمجھ سکتا ہی اور اسی سے اس اصل کا حال معلوم ہو سکتا ہی لیکن بعض مادیین
حیات کو بھی منکر ہین وہ کہتے ہین کہ "یہ وہ مادی وہمیہ ہین جو ہم تک انکے ذہن سے پہونچے ہین"
اور بعضون کا اعتقاد اسقدر زیادہ ہو گیا ہو کہ انکو اسکے کہنے مین کوئی باک نہین رہ

کہ بعض بیماروں کہ ساکنوں کے نزدیک ممکن ہی کہ دو اور دو پانچ ہوجائیں اور ہمارے خیال مین ایک بدیہی بات ہو" لیکن اگر اسی طرح کے خیالات اور توہمات کی وجہ سے بدیہیات اور ضروریات کا وجود گم ہوگیا تو ہمین کسی چیز کا علم و یقین نہین حاصل ہو سکتا جنے تو نہین دیکھا کہ کسی عاقل کو دو کو چار کا نصف سمجھنے مین کسی دلیل اور برہان کی احتیاج ہو یا یہ کہ جماد کا غیر نبات اور غیر حیوان ہونا کسی علمی دلیل کا محتاج ہو مادیین کو اس اصل کے ایجاد کی ضرورت اسلئے ہوئی کہ حیات کا حدوث نہ لازم آئے کیونکہ اگر حیات کا حدوث مانا جائے تو اُنسے پوچھا جائیگا کہ اسکو کسنے پیدا کیا اور وہ پیدا کرنیوالا ضرور مختار ہوگا اور مادیین خدائی مختار کے قائل نہین ہین (وہ ذات فرقہ معطلہ کے خیالات سے بلند و برتر ہے)

پھر ان خرابیوں کیساتھ یہ اصل متفق علیہ بھی نہین ہی مادیین کے اکثر افراد (جنھوں نے حیات کے معنی وہی سمجھے ہین جو خدا پرستونکا خیال ہی) اس اصل کو ثابت نہین سمجھتے۔

استاذ ہکسلی کہتا ہے کہ" اگر مذہب ارتقا سچ ہے تو یہ بھی ضروری بات ہے کہ حی جماد سے پیدا ہوا ہو کیونکہ مسلک ارتقا سے یہ بات لازم آتی ہے کہ کچھ زمانے ایسے گزرے ہین جنمین زمین صرف جماد ہی ہو جس مین زندگی کا قیام ناممکن تھا۔ اور اگر ہم سر ولیم طمسن کی رای تسلیم کرلین

گذشتہ ان سیاروں میں سے جو اُسکے قرب وجوار میں موجود تھے) زندوں کی اصل سے تب بھی وہی اشکال موجود ہونگا کیونکہ بنا بر رائے سدیمی کے جو مذہب ارتقا کی ایک فرع ہے یہ لازم آتا ہے کہ کل عالم ہوا ہو۔

اگر ہکسلی حیات کو جوہر فرد کی صفت مانتا یا مادہ کا وصف جانتا یا حیات کو بمعنی حرکت سمجھتا یا جاذبیت یا حرارت کا مرادف تسلیم کرتا تو جو کچھ اُسنے لازم سمجھا ہر دو لازم نہ آتا۔ یوہیں سر ولیم طمسن[۱] اگر حیات کے معنی بھی سمجھتا جو مادہ پرست سمجھے ہیں تو تصور کے آسمان پر خیالی سواری سے پرواز کرتا اور نہ زمین کو چھوڑکر اجرام عالم شمسی تک اس غرض سے پہونچتا کہ وہان سے نباتی جراثیم یا کلیات بلمای یا چھوٹے حیوانات نقاعی کے تخم یا مصغرہ ادنی کا غبار لاکر زمین پر پہیلائے (کیونکہ ایسے حیات کے لئے ان طبند پروازیوں کی ضرورت نہ تھی)

---

[۱] علمای طبیعین اس قول کو نہایت تعجب کی نظر سے دیکھتے ہیں کیونکہ ان کے نزدیک جو کچھ عالم کے ابست طبقہ میں موجود ہے قریب قریب وہ سب کچھ طبق اعلیٰ میں بھی موجود ہے پھر کوئی وجہ نہیں ہے کہ زمین کو چھوڑکر آسمان سے حیات کا تخم حاصل کیا جائے۔ مدت ہوئی کہ ایک شخص نے برف کے متعلق اپنے کلام میں بیان کیا تھا کہ وہ اُن بخارات سے بنتی ہے جو اجرام سماویہ کے خلا میں موجود ہیں" اسکا کلام تمام ہونے نہ پایا تھا کہ سر ولیم طمسن نے کھڑے ہو کر کہا کہ میرے خیال میں آپ مزاح کر رہے ہیں کیونکہ اگر برف اتنی بلندی پر بنتی تو زمین تک پہونچنے سے میلوں پہلے گھلجاتی" جب ولیم طمسن یہ کہکر بیٹھ چکے تو لارڈ ریلے نے کہا کہ زمین میں شخص کو پہچانتا ہوں جو اس سے زیادہ تعجب خیز مسئلہ کا قائل ہے یعنی اُسکا خیال ہے کہ زندوں کے تخم آسمان پر سے اُترے ہیں"

سے شرح مذہب ڈاروِن کے مقالۂ اولیٰ مین جو بیان کیا تو اُس سے مستفاد
ہوتا ہے کہ حیات حادث ہے لیکن وہ تولد ذاتی کے ذریعہ سے جماد سے پیدا
ہوئی ہے۔ اور سب سے پہلے جو جانور پیدا ہوا وہ خولیصلات صغیرہ کی ایک
لزوجت یا علقہ کے طور پر ایک چیز تھی جسکے لئے کوئی صورت ہی نہ تھی جبر کا
مقولہ ہے کہ پہلے جانور پانی مین پیدا ہوا اور یہی استاد ہیگل کی بھی رائے ہے
جو امام مادیین ہے۔ ان دونون کا قول اس بات پر دال ہے کہ حیات حادث
ہے ان لوگون کے قول کے بعد اور اقوال کے نقل کی ضرورت نہین
کیونکہ اور لوگ انھین کے تابع ہین۔

مادیین کی پانچوین اصل

یہ ہے کہ زندہ جماد سے بحیثیت تولد ذاتی پیدا ہوا۔ اصحاب ارتقا مین سے وہ
لوگ جو لا ادریین مین سے شمار کئے جاتے ہین وہ تو اس اصل کا انکار کرتے ہین
جیسے ہکسلی تندل اور وہ لوگ جو خدا کو مانتے ہین جیسے ڈاروِن یہ سب منکرین
اصل مذکور مین شامل ہین لیکن جو معطلہ مین داخل ہین ان کے نزدیک بغیر اس
اصل کے مانے ہوئے مذہب ارتقا کا کمال نہین ثابت ہو سکتا بجز شارح
مذہب ڈاروِن جو بہت زور سے اس اصل پر ایمان لائے ہوئے ہے چونکہ
معطلین مین داخل ہے اسلئے شرح مقالہ اولیٰ مین تعصب و عناد کی جہت سے

ظاہر ہے کہ ڈارون کا یہ مقولہ کہ ہر نبات و حیوان کیلئے خدا نے چار یا پانچ اصول خلق کئے ہیں" اسکے مذہب کو ناقص کر دیتا ہے بلکہ در حقیقت اس مقولہ کے بعد اسکا مذہب ہی باطل ہو جاتا ہے کیونکہ جب تمنے آٹھ یا دس اصول کا مخلوق ہونا تسلیم کر لیا تو پھر ہر ایک نبات و حیوان کے تخلیق تسلیم کرنے مین کیا عذر ہو سکتا ہے اور پھر اس امر کی کیا ضرورت رہی کہ ہم اسکی نشو و نما کو نہج طبعی کے طریقہ پر بیان کرین - لہذا ایک مرتبہ بھی مخلوق ہونے کا دعوی تسلیم کر لینا معجزہ کو ناموس طبعی کے قائم مقام مان لینا ہے -

ہمارا تو فرض یہ ہے کہ ہم انھین سلسلون کو ڈھونڈھتے رہین جنکا ڈارون قائل ہے اور یہ حکم لگا دین کہ تمام جاندار چیزین ایک ہی صورت سے پیدا ہوئین جو نہایت بساطت مین ہے یا تو وہ صورت بسیطہ کر دی ہے یا بنا دی" اسکے بعد بخنر نے کہا ہے کہ "اب ہمین یہ پہچان لینا ہے کہ یہ پہلے کر دی شکلین کیونکر پیدا ہوئین آیا انکی پیدایش ذاتی تھی یا خدا نے انکو خلق کر کے نشو و نما کی قوتین انمین ودیعت کر دی تھین اگر دوسری شق تسلیم کر کے اسی حد پر توقف کیا جائے تو یہ مذہب ڈارون کا نقص ہے کیونکہ جب ایک مرتبہ کسی صورت کا مخلوق ہونا صحیح ہوا تو ہمیشہ یونہی مخلوق ہوتا رہنا بھی صحیح ہوگا جب یہ دوسری شق غلط ثابت ہوئی تو سوائے مسئلہ تولد ذاتی اور کوئی چیز قابل تسلیم نرہی"

اس بیان سے عقلاے اہل ناظرین کو معلوم ہوگا کہ نیچر کے نزدیک خدا کا تمام جانداروں کو پیدا کرنا معجزہ ہے اور تولد ذاتی یعنی جاندار چیز کا بیجان جمادت خود بخود پیدا ہوجانا امر عادی ہے۔ اس مسئلہ کو تو نیچر کا ایک عجیب و غریب معجزہ سمجھنا چاہئے۔

انکے کلام میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہی کہ اسکو مسئلہ خلق تسلیم کرنے سے اگر کوئی چیز روکتی ہے تو وہ یا تو اسکا معجزہ ہوجانا روکتا ہے اور یا قانون کے سبب کا ناقص ہوجانا یا باطل ہوجانا اور چونکہ یہ معلوم ہے کہ جو کچھ لازم آتا ہی وہ محال نہین ہے) لہذا عمدہ سبب جس سے نیچر مسئلہ خلق کے تسلیم کرنے سے فرار کرتا ہے وہ یہ ہے کہ خلق کے تسلیم کرنیکے بعد تمام مذہب مادیین باطل ہوجاتا ہے کیونکہ جب ہم نے ایک گھانس کی پیدائش یا ایک جانور کی پیدائش بواسطہ خلق تسلیم کرلے تو تمام حیوانات تمام جمادات مین اسی خلق کے تسلیم کرنے سے کون سی چیز مانع ہوسکتی ہے۔

اچھا اب عقل سے ان دونون باتون مین فیصلہ طلب کر دو اور پوچھو کہ کسی شے کا آپ سے آپ ہوجانا زیادہ قابل تصدیق ہی یا اسکو خداے ازلی حکیم قادر مختار نے پیدا کیا ہو یہ قابل تصدیق ہی۔

ملخص یہ ہے کہ حادثات مین کسی چیز کا بغیر علت ہوجانا یہ زیادہ مستبعد ہی یا معلول کا کسی علت کی وجہ سے پیدا ہونا اس مین کچھ استبعاد ہی پہلی شق نیچر کی ہے

سری شق ہماری تسلیم شدہ ہے۔ ان حیوۃ کا خلق کر دینا اگر ہمارے بہ نسبت
سال کیا جائے تو عجز نہ ہوگا کیونکہ جو چیزیں خدا کے اختیار میں ہیں وہ ہمارے
ختیار میں نہیں ہیں نہ ہمارے پاس وہ قدرت ہے نہ حکمت اسلئے اگر ان
چیزوں کی نسبت خالق کیطرف دی جائیگی تو عجز نہ ہوگا جو شخص خدا کے
خالق ہونیکا انکار کرے وہ بالکل ایسا ہی ہے جیسے مچھر انسان کے قصر
بنانے کا اسلئے منکر ہو کہ اسکے پاس وہ قدرت وعلم وحکمت موجود نہیں
ہے جو انسان کے پاس موجود ہے۔

ہمارے پاس قول لدذاتی کی نفی پر تین دلیلیں موجود ہیں اگر ان

پہلی دلیل

حیات یا قدیم ہوگی یا حادث پہلی صورت باطل ہے کیونکہ ہم نے چوتھی اصل
کی بحث میں اسکے حدوث کو (باعتراف مادیین) ثابت کر دیا ہے نیز اسلئے
بھی کہ مادہ مدتوں حیات سے خالی رہ چکا ہے جیساکہ علم حیوانات سے معلوم ہو چکا
ہے اور جب حیات کی قدامت باطل ہوئی تو اسکا حدوث ثابت ہو گیا کیونکہ
حادث و قدیم کے درمیان میں کوئی واسطہ موجود نہیں ہے۔ اب اگر مسئلہ
تولد ذاتی اور حیوۃ کا بغیر خالق پیدا ہو جانا تسلیم کر لیا جائے تو اسکے معنی

یہ ہون گے کہ حیات لاشے سے پیدا ہوئی اور یہ لازم بدیہی البطلان ہے
بلکہ خود مادیین کا تغیرہ مسلمہ اسکے ابطلان کا شاہد ہے کیونکہ انھین نزدیک
اس امر کا اعتقاد ہے کہ کوئی شی لاشی سے نہین پیدا ہوئی۔
لہذا تولد ذاتی باطل ہوگیا اور حیات کیلئے ایک خالق ضروری ہوا۔

دوسری دلیل

یہ ثابت ہے کہ حیات حادث ہے اور جب اسکا حدوث مسلم ہوا تو یہ بھی ضرور
ہے کہ اسکے لئے ایک پیدا کرنیوالا بھی ہوگا۔ یہ پیدا کرنیوالا یا مادہ ہوگا یا غیر
مادہ کا پیدا کرنا باطل ہے ورنہ لازم آئیگا کہ مادہ کبھی حیات سے جدا نہو سکے
کیونکہ اگر مادہ حیات کی علت ہوگا تو لامحالہ مضطرہ کے سوا علت با اختیار
نہین ہوسکتا اور جب علت بے اختیار ہوگا تو اسکا معلول کبھی ایسی علت
جدا نہین ہوسکتا) اور اس سے پیشتر بیان ہوچکا کہ مدتون مادہ حیات سے
خالی رہ چکا معلوم ہوا کہ مادہ علت حیات نہین ہے تو ثابت ہے کہ مادہ کے سوا
کوئی اور خالق مختار ہے اور تولد ذاتی باطل ہوگیا۔

تیسری دلیل

تمام علمائی مادیین بلکہ اس زمانہ کے بڑے بڑے لوگ مسئلہ تولد ذاتی کے
بیان کرنے مین محو رہے اور جہانتک انکی کوشش و طاقت نے وفا کی انکی
توضیح مین دریغ نہین کیا سالہا سال امتحانات مین مشغول رہے مگر تمام

گئین، انکان اور برباد ہوگئین اور مذہب ارتقا کے تمام لوگون نے اس
تفسیر پر اتفاق کرلیا کہ وہ جو زندہ ہے وہ زندہ ہی سے پیدا ہوا ہے اور
تولدذاتی کے قول کو استہزا کی نظر سے دیکھتے ہین اور یہ بیان سے زیادہ
اس قول کی وقعت نہین سمجھتے مگر بخز اس تولدذاتی کے اثبات کیلئے
ہمیشہ کوششین کرتا رہا یہانتک کہ اپنے شرح مقالہ اولی مین بیان کیا ہے کہ
اگرچہ امتحانات نے تولدذاتی کی تائید نہین کی تاہم فلسفہ اسکو نہین روکتا"
مگر ہم نے اسکے اس مسئلہ کو فلسفہ ہی سے باطل کیا ہے کیونکہ پہلی اور دوسری دونون
دلیلین فلسفی ہین۔

مادیین کی چھٹی اصل

اُنکا خیال ہے کہ افراد مین تھوڑا تھوڑا تغیر ہوتے ہوتے نوعین بنین یہانتک
کہ آج وہ ان صورتون مین موجود ہین اور یونہین ہمیشہ ہوتا رہیگا۔
ڈاروِن کا مذہب یہی ہے اور یہی وہ حد مشترک ہے جہان بخنر اور ڈاروِن
وغیرہ سے ملاقات ہوتی ہے ہم نے اول کتاب مین اس مذہب کو
باطل کردیا ہے لہذا مراجعہ کرو۔
ان ادلہ کے علاوہ ہم اُن اعتراضات کو بھی بیان کرنا چاہتے ہین جو علمائ
عصر نے اس مذہب پر کئے ہین اور ہم بخنر کے اقوال سے انکو نقل کرکے لکھتے ہین۔
اُن اعتراضون کی تعداد سات ہے

پہلا اعتراض

بہت سی ادنیٰ درجہ کی موجودہ زندہ چیزوں میں ایسی بھی ہیں جو آجتک ویسی ہی ہیں جیسے تھیں اور انمیں کسی قسم کا تغیر نہیں ہوا جیسے اسفنج اور کائی پھر مسئلہ ارتقا کیونکر ثابت ہوگا۔

دوسرا اعتراض

جن چیزوں میں حیات موجود ہے عام اس سے کہ وہ چار۔ ادنیٰ یا پانچ (یعنی نباتات اور حیوانات[1] اولیٰ مشتبہ رخوہ مفصلہ یہانتک کہ وہ جانور بھی جنکے لیے ریڑھ کی ہڈی ہوتی ہے) یہ سب ایک ہی طبقہ زمین میں یا ایک دوسرے کے ہمسایہ میں پست طبقات میں پائے جاتے ہیں پھر اگر ارتقا صحیح ہوتا تو انمیں کا بلند پست کے طبقہ سے بلند ہوتا جس سے یہ معلوم ہوتا کہ یہ بلند اُس پست کے بعد پیدا ہوا۔

تیسرا اعتراض

نئے طبقات میں ایسی جنسیں اور نوعیں نظر آتی ہیں جو گزشتہ اُسی طرح کی

---

[1] حیوانات ادنیٰ سے مراد غالباً وہی جانور ہیں جنمیں علماء نے تولد ذاتی کا قول اختیار کیا ہے اور جنسے پہلے کسی جاندار کا پتا نہیں لگتا جیسے نباتات مشتبہ اور نقاعیہ اور خوکیہ ان کی جلد ن کو دانتوں کا سا موجود ہونا ضروری ہے اگر ان میں ہلکی فرق کچھ ہو بھی تو جلد کی خار دار ہونا ضروری ہے حیوانات رخوہ (ان ورقی برِیٹ) یعنی بے ریڑھ کے جانور ان حیوانات کے جسم میں نہ یہ ابرہ کی کرمان ہوتی ہیں مثلاً رخوت ہوتی ہے۔ مفصلہ وہ حیوانات ہیں جنمیں بعد بند نظر آتا ہے جیسے کیکڑا اور سیپ ۱۲

جنسون اور نوعون سے کم ہین (پھر یہ ارتقا ہے یا انحطاط)

چوتھا اعتراض

بہت سی جنسین اور بہت سے گروہ اگلے دنون ہین ایسے تھے جو بوجہ جنسون اور گروہون سے کہین کامل تر اور بہتر تھے۔

پانچوان اعتراض

بہت سے ایسے گروہ ہین جو برابر قرنون اور زمانون اپنی سلمان اور نیز آلات پتھرون سے بناتے رہے اور جون وغیرہ سے جیالے ہوئے جھونپڑون مین رہتے چلے آرہے ہین انکی زندگی بہائم کی سی زندگی ہی (تو وہ تقدم جو درجات ارتقامین فرض کیا گیا ہے وہ کہان رہا)

چھٹا اعتراض

بعض اُمتین اور بعض گروہ تمدن کے ایک معین درجہ پر ٹھہر گئے ہین اور اسی محدود مقام پر انکو تین گزر گئین جیسے چینی لوگ (پہر وہ ارتقا کیا ہوا)

ساتوان اعتراض

بہت سے ایسے گروہ ہین جو علم و حکمت کی بلندی تک پہونچکر پہر جہل اور بداوت کیطرف پلٹ پڑے ہین (پہر یہ ارتقا کیا ہے)

قرآن تمام اعتراضون کو صحیح مانکر تسلیم کرتا ہے اور یون جواب دیتا ہے کہ ہمین اسبات کی امید ہے کہ آیندہ جو اکتشافات ہونگے انسے ایسی چیز نکلا

متغیر ثابت ہوگا (جنکے متعلق اعتراضون نے بجنے دلے ہین)
وہ اسبات کا بھی معترف ہے کہ حیوانی دورون مین حیات عضویہ قدیم
مگر یہ ایک امل طویل اور دعوی بلا دلیل ہے علاوہ اسکے یہ محال
بھی اس قول کے صحیح ماننے سے لازم آتا ہے کہ حیات کا زمانہ وجود
حیات پر کہین زیادہ ثابت ہو- اسکا بیان اُسمقام پر گزرا جہان صدر
کتاب مین مذہب ڈارون سے بحث کیگئی -

ایک ناطق فیصلہ

بیان سابق سے یہ بات اچھی طرح ظاہر ہوچکی کہ مادئین کے نزدیک اول
کائنات اور عالم کی نیو (جسپر انھون نے اپنی فرضی عمارتین بلند کی ہین)
جوہر فرد ہے اور ساتھہ ہی ساتھہ یہ بھی معلوم ہوچکا کہ جوہر فرد کا انکے تصور
کے سوا اور کہین نہین پایا گیا اور یہ بھی ثابت ہوا کہ انکا جوہر فرد انہین کے اقوال
سے باطل ہے جیسا کہ حکم عقل سلیم بھی یوہین ہے- اور برفرض ثبوت جوہر فرد ہمنے
اسبات پر دلیلین قائم کردی ہین کہ وہ عالم کی علت ازلی نہین ہوسکتا اور یہ بھی
ثابت ہوچکا کہ اگر وہ ثابت بھی ہو اور اُسکا عدم تغیر بھی ثابت ہو جب بھی اُسکا
قدیم ہونا نہین ثابت ہوسکتا ہم یہ بھی بتاچکے کہ جوہر فرد کو حیات لازم نہین
ہوسکتی یہ بھی بتاچکے کہ قول لذاتی باطل و لغو ہے اُسپر بھی برہان قائم کرچکے

دار تھا کوئی چیز نہیں ہی تیرا تو مادیین کا ایک یہی غرض ہو سکتا ہی کہ وہ
صبر اور مراقبہ کے دریا ؤن مین غوطہ زن ہو کر نئے اصول اور پیدا کرین
و ابتک باطل نہوئے ہون لیکن یہ فریضہ اُنکا اُسی وقت ہو گا جب وہ حق
ن کا ارادہ رکھتے ہون وہ نہ اُنکو کہدینا پڑیگا کہ خدا ہی نے تمام آسمان
ور زمین پیدا کیں اور وہی وہ قادر خدا ہی جسنے انسان کو اپنی صورت
کا پیدا کیا۔

مذہب مادیین کی خرابیان

س سے بدتر تو کوئی مذہب دنیا مین موجود نہین ہی کیونکہ اس سے نفی خدا نفی
نفس نفی اختیار نفی خیر و شر نفی حلال و حرام نفی ثواب و عقاب نفی حشر و نشر
ب ہی کچھ لازم آتا ہی پس اس مذہب کا فائدہ یہی ہی کہ انسان جو چاہے
رے جو چاہے کہے اس مذہب کو اختیار کرکے ایک وحشی درندہ بن سکتا ہے
سکو قتل و زنا و ارتکاب گناہان کبیرہ سے اگر کوئی چیز روک سکتی ہے
شمشیر حاکم عادل اور چونکہ یہ باتین انکے مذہب کو لازم ہین لہذا انکو
ن باتون کا اعتراف بھی ہے چنانچہ بخنر شرح ڈاروِن کے چھٹے مقالہ
ین جہان مادیین کی مداح ہو رئیس بولمباخ کا ذکر کیا ہی بیان کرتا ہے
ہ بولمباخ نے کتاب (نظام طبیعت) کے قسم ثانی مین (وجود باری

اور دین دونون مین قلع کی ہے۔
جو قمع اُسنے دین مین کی ہے وہ علمی اور ادنی اسباب کے سبب سے
کی ہے کیونکہ اُسنے انسان کے مصائب کا سبب دین ہی کو خیال کیا لہٰذا
اُسنے دین مین قمع کردی۔

ہولباخ کے مقالات

اسی کتاب مین اُسنے بیان کیا ہو کہ جو لوگ نفس کو جسد سے جدا سمجھتے ہین
وہ اپنے دماغون کو اپنے سے جدا کرتے ہین۔
جس شخص کا خیال ہے کہ انسان کا نفس مرنیکے بعد بھی احساس کرتا ہی
اُسکو کہنا چاہیے کہ ٹوٹی ہوئی گھڑی ہمیشہ صحیح وقت دیا کرتی ہے۔
آخر مین اُسنے بیان کیا ہے کہ کسی چیز کا احترام جائز نہین ہو مگر طبیعت
کی تین لڑکیون کا احترام جنکو فضیلت اور حکمت اور حقیقت کہتے ہین۔
ان کے علاوہ کوئی اور خدا موجود نہین ہے
ہمیں نہین معلوم کہ ہولباخ نے فضیلت وحکمت سے کیا مراد لی ہے
کیونکہ اس نے اسی کتاب مین بیان کیا ہے کہ انسان مین نہ کوئی اخلاقی
رغبت ہے نہ اختیار۔
نگزنے اسی مقالہ مین ذکر کیا ہو کہ ہم بھی یہ گرمیبت ہین اندھے کے انڈے مین

محبوب ہے اور نیز فرقہ معطلہ مین داخل ہی اُس نے سنہ ۱۷۸۳ء مین وفات پائی جو کلمہ اسکا آخر قول ہو وہ یہ ہو کہ "فلسفہ کیطرف جاتے ہوے کفر پہلا قدم ہے"

غور کرنے کی بات ہے کہ جسکا پہلا قدم کفر سی قبیح شے ہو گی اُسکی انتہا کسقدر بد اور بدتر ہو گی۔

بخنر اسی مقالہ مین ویدرو کی "بیضہ والی مثال" کا بھی ذکر کرتا ہے وہ یہ کہتا تھا کہ "ہم صرف حرارت ہی کیوجہ سے ایک بے حس و حرکت چیز (بیضہ) سے ایک زندہ بچہ کو نکلتے ہوے دیکھتے ہین" وہ یہ کہتا تھا کہ ہم اسی مثال سے خدا پرستون کی ہر تعلیم کو شکست دسکتے ہین اور ہر زمین کی عبادتگاہ کو ڈہا سکتے ہین۔

اس مُعَقّل ملحد کو نہایت تعجب کی نظر سے دیکھنا چاہئے جو ایک انڈے کا کام کر کے تمام علم لاہوت کو باطل کر دیتا ہے اور ہر عبادت خانہ کو ڈہا دیتا ہے اگر یہ پوری مُرغی یا خنزیر بچا ڈالے تو نہ معلوم کیا کچھ کر سکیگا" مجھے تو ایسا خیال ہے کہ اگر وہ اپنے جوہر فرد کو ہزار برس گرمی پہونچائے تو ایک مچھر بھی پیدا نہ کر سکیگا۔ یوہین بخنر نے اسی مقالہ مین داؤد ہوم کا قول بھی نقل کیا ہے کہ وہ نفس کی ہمیشگی کا منکر تھا اور وحی کی تصدیق نہین کرتا تھا۔ اسکا ایمان ماورائی طبیعت پر تھا۔

اسی مقالہ میں ہے کہ روسٹ پر شبیلے مگر وس کہ جو اعمال کا فرع سمجھتا تھا اور کہتا تھا کہ اختیار کوئی چیز نہیں ہے۔

اسے اختیار تو تھا لیکن ان چیزوں پر ایمان لایا جنہوں نے اسکو بے اختیار کر دیا۔ اور مضطر ہو کے اسے اپنے بے اختیاری کا اعتراف کرنا پڑا۔

خود بخز مقالہ اولیٰ میں جہاں اُسنے اعاشیر کے اس قول پر کہ "خالق کو اسبات پر قدرت ہے کہ وہ صورت کو دوبارہ خلق کرے"

رد کی ہے کہتا ہے کہ اسطرح کی باتیں عقل بشری پر دروازۂ علم بند کر دیتی ہیں" حالانکہ جو چیزیں دروازۂ علوم کو بند کر دیتی ہیں وہ اسی طرح کے اقوال ہیں نہیں بخز اور انکے امثال کہا کرتے ہیں بخز نے بطرس بیل کو بھی اسلئے ماوہین میں گنا ہے کہ اسکا مقولہ تھا کہ کفر وہم سے بہتر ہے نیز یہ بھی "کہ امت بغیر اعتقاد خدا و بلا اعتقاد بقای نفس قائم ہو سکتی ہے"

ان سب باتوں کا ذکر ماوہین کیلئے ضروری ہیں اور انہیں نے ان باتوں کا التزام کر لیا ہے بڑا معلوم ہوتا ہے کچھ ان میں ایسی چیزیں ہیں جنکو عقل ممنوع سمجھتی ہے کچھ اور محالات عقلیہ کی قسمیں ہیں اگر مقتضای حال کی ضرورت نہوتی تو ہم اتنا بھی نہ بیان کرتے۔

مختصر یہ ہے کہ ماوہین کا مذہب عالم کے شرور میں سے ایک بدترین شر ہے علامہ فاضل لاہوتی ڈاکٹر دانس نے کتاب "نظام التعلیم فی علم اللاہوت القویم"

ہین نے استقلال جو رای قائم کی ہے اُسکا خلاصہ یہ ہے جسقدر مخلوقات خدا مین علامات
سقدر موجود تھے مادیین کے اقوال اُن سب کا انکار کرتے ہین جتنی خدا کی
نا تین خلق کے بہ نسبت موجود تھین اور جتنے اسکے ادنی احکام تھے
ور جو کچھ اختیارات حاصل تھے اور جو تکلیف (بہ نسبت احکام) ثابت
تی اور جو خلود نفس معاد کا اعتقاد تھا یہ کل باتین انکے اقوال سے فنا ہو گئین
ندگی تعقلات اور وجدانی باتین اور احساسات اور ادراکات یہ سب چیزین
دین کی رائے مین مادے کی وہ حرکتین ہین جو دماغ سے پیدا ہوتی ہین -
دین و کتاب اور مسیح علیہ السلام سے دشمنی ظاہر کرنا یہ انکی خاص علامتون
مین سے ہے -
یہ بھی جاننا چاہئے کہ مادیین مین ایسی لوگ بھی موجود ہین جنکے اعتقاد مین عالم
اور اللہ ایک ہی چیز ہے چاہے اللہ کو عالم کہو چاہے عالم کو اللہ - انہین ملدین
مین ایسے لوگ بھی موجود ہین جو خدا اور مادہ دونون کو ازلی سمجھتے ہین انھون نے
دو خدا ثابت کئے ہین یہ سب لوگ اوہام کی تیرہ و تار دریا مین ڈوب گئے ہین -

مُصنف کی نظم کا ترجمہ

جماد اور بحیِ عالم جو گمراہی کی کچھ حد ہے
ہبا کے ذرّۂ بیقدر کو اللہ سمجھے ہین

ذی کی اسکی پرستش جسنے عالم کو کیا پیدا
اُسی کو سجدے کرتے ہین ہے گر او سجھے ہین

جہتک کہ سالک توحید کر چھوڑا (انہ بہرے ہین)
وہی ہین یہ جو گمراہی کو اک اللہ سجھے ہین

در حق بند کر کے اپنے گمراہی کا در کھولا
وہ تیرا ہی ہے جسکو کور باطن راہ سجھے ہین

خدایا اے قدیر لم یزل تیری ہی حکمت نے
بنایا ملک کو اور سارے حق آگاہ سجھے ہین

تیری وحدت کے جلوے چرخ گیتی سے نمایان ہین
اسی کے آئینہ ہین جسکو ہم ماہ سجھے ہین

دُر و لعل و گل و بلبل ہون یا حیوان ناطق ہو
تجھے معبود سجھے ہین تجھے اللہ سجھے ہین

تیری ذات مقدس علت تکوین عالم ہے
اُنھین ہاتھون کا جلوہ ہے جنھین کوتاہ سجھے ہین

تو قبل و بعد خلقت قابل تسبیح ذاتی ہے
حکیم و نادر و دانا تجھے ذی جاہ سجھے ہین

منزہ ہے تو ہر بند عقل کے اقوال بیجا سے

جو نشتر بین اپن کب وہ معنی دل خواہ سمجھے ہین
و دحق کے منکر ہین مگر تخانۂ دل مین
گناہون کے وہ پتلے ہین جنھین اللہ سمجھے ہین
راک خلقت کی تو علت ہے تیرا حکم نافذ ہے
ترے احسان بے پایان کو حق آگاہ سمجھے ہین
ون سے سوا تو مہربان ہے اپنے بندون پر
تری امداد کو یوسف میان چاہ سمجھے ہین
یت انکو کر جو غرق ہین بحر ضلالت مین
نجات اپنی میان کشتی گمراہ سمجھے ہین
ضل و کرم کھول ان گرفتاران عصیان پر
تصدق اسکا ہم جسکو رسول اللہ سمجھے ہین

دو ضروری تنبیہین

) ایک گروہ خدا پرستون مین بھی ایسا ہے جو نشو و ارتقا کا قائل ہے
رہ لوگ اس نشو و ارتقا کی باگ قدرت سرمدی اور حکمت ازلی ہی کے
تھ مین دیکھتی ہین۔
ول ازلیت مادہ کا مخالف ہے اور نشو و ارتقائے ذاتی کا دشمن ہے

مذہب مادیین اور مذہب ڈاروِن کو اس مسلک سے کوئی مناسبت
نہین بلکہ درحقیقت یہ انکے مذہب کا توڑنیوالا مذہب ہے ۔
اس مذہب کا خلاصہ اس بنا پر جو علامہ فاضل شتالی ڈاکٹر انس لاہو
نے کتاب نظام التعلیم کے صفحہ ۱۴۷ پر بیان کیا ہے یہ ہے کہ خدا نے
زندہ جراثیم اصل خلقت مین پیدا کیے جنمین وہ تمام قوتین سپرد کردین
جنسے تقدم یا تنوع ایک حد معلوم تک ہو سکتا ہو اسی وجہ سے جب
پیدا کرنیوالی قوت نے چاہا تو ان جراثیم سے پے درپے وہ تمام نوعین
پیدا ہو گئین جو انتہائی وجود عالم مین پائے جاتے ہین یہ تمام نشو
ارتقا انہین قواعد کے مطابق ظاہر ہوا جو خدائے حکیم کیجانب سے
اسکے مقصود کے مطابق معین کر دیے گئے تھے اس بنا پر یہ تمام درجات
ارتقا انواع کے تغیرات تمیمت خدا ہی کے فعل و تقدیرات سے طے
ہوئے اور ہمیشہ اسکی حکمت اور مشیت کو ان تمام حالتون مین دخلت
رہی یعنی خداوند عالم کو عالم طبیعیات مین انواع جدیدہ کے ایجاد کرنے
مین اور حیات کو نبات مین پہلے اور حیوانات مین بعد پیدا کرنے مین
اور انسان کو اپنی صورت پر بنانے مین پورا پورا اختیار رہا گویا یہ
مذہب اسبات کی تعبیر کرتا ہے کہ خداوند عالم اس حیثیت سے کہ وہ
کائنات کا پیدا کرنیوالا ہے کیونکر اپنے مقاصد اور اغراض خلقت کو

تمام کرتا ہے۔

اور وہ خلق و آفرینش پر نظر کرکے حق ہے کیونکہ اس مذہب کی بنا پر جناب باری نے اپنی پیدا کرنیوالی قوت سے جدید نوعین پہلے موجود نوعون سے بنائین۔

اگرچہ اس مذہب والون نے اپنے اس مذہب پر ایسی دلیلین قائم نہین کین جو اسکے ثابت کرنے مین کافی ہوتین اور اسی وجہ سے ثابت کرنے کے قبل اسکے قبول کرنیکی ضرورت نہین ہے تاہم اگر یہ صحیح ہو کہ خالق نے اسی ترتیب خاص سے اپنے کام پورے کئے تو ہمکو اس مذہب مین کوئی ایسی چیز نظر نہین آتی جس سے وجود باری کے دلائل مین کچھ نقص پیدا ہو سکے کیونکہ وجود باری کی دلیلین اسی بات پر مبنی ہین کہ کائنات و مخلوقات مین وہ علامات موجود ہین جو مدبر کی تدبیر و قصد و حکمت کا پتا دیتی ہین اور یہ تمام باتین اس نظام خاص مین بھی موجود ہین بلکہ نہایت روشن طریقہ سے موجود ہین۔

پھر جب انسانی جسم کی نشو و نما انھین زندہ جراثیم سے ہوئی یہانتک کہ وہ اپنے سن کمال کو پہونچا اور حیوانات و اشجار و نباتات کی نشو و نما ان کے تخمون سے اسی طرح ہوئے جیسا خالق نے معین کر دیا تھا تو یہ خدا کی حکمت اور ارادہ و قصد و انتظام پر دلیل واضح ہو جائیگی۔

اس مذہب مین جو نئی بات ہو وہ صرف اتنی ہو کہ اعتقاد دین یہ زندہ جسم
تمام مخلوقات کی اصل قرار پاتے ہین جنکا تمام انتظام حسب مشیت خالق
ہوتا ہے اور ہمیشہ ہوتا رہا ہے یہانتک کہ کائنات اس حد تک پہونچگئی
جو آج موجود ہوکر نظر آتے ہین۔

ہان اتنی بات ضرور ہے کہ اس مذہب پر اور قوی اعتراض ہو سکتے ہین
لیکن اس مذہب والون نے اس مذہب کی ایجاد سے مقصد یہ چاہا ہی کہ زندہ
جسمون کی نشو و نما اور انکے تغیرات نوعی کی علتین بیان کر سکین ورنہ
ہر حال مین (چاہے نشو و ارتقا ثابت ہو یا نہو) انکو اسبات کا یقینی اعتقاد
ہے کہ عالم اصلی کی ایجاد اور حیات کا ظاہر کرنا اور جنسون کی نوعون
کا بنانا اور شریعتون کا نظم و نسق قرار دینا یہ سب خدای عظیم و حکیم
کا فعل ہو جسکے وجود پر علامات قصد و ارادہ شاہد ہین۔

اگر اس مذہب کی صحت پر کافی دلیلین قائم ہوجائین تو باوصف اعتقاد
مذکور کوئی ایسی چیز اسمین نظر نہین آتی جو کتاب مقدس کے اُن اقوال
کے منافی ہو جسمین اُسنے مخلوقات اور خلقت کا ذکر فرمایا ہے ہان اتنا ہوگا
کہ ان آیات کی تفسیرین اس طرح کرنا پڑینگی جو اس مذہب کی
حقیقتون پر شامل ہوجائے۔

لیکن اسکے ساتھہ ہی ساتھہ یہ بھی معلوم رہنا چاہئے کہ اتبک (جیسا کہ

بہت سے علمای افاضل اس مطلب پر گواہ ہین) کوئی ایسی چیز نہین ملی جو اس مذہب کو تسلیم کرا دے اور نہ اسبات کی ضرورت ہے کہ آیات کی تفسیر اُن تفسیرون سے الگ کر کے کیجائے جو اہل ایمان نے گزشتہ زمانہ سے لیکر آجتک کی ہین۔

اس مذہب کو اُس قرآنی تعلیم سے بھی کوئی منافات نہین جو اُسنے انسان کے متعلق دی ہے کہ "وہ ایک مستقل مخلوق ہے جو علیحدہ خلق کیا گیا"۔ کیونکہ اس خلق و آفرینش کا شمار انھین اختیارات مین ہو جائیگا جو جناب باری کو امور طبعیہ کے متعلق حاصل ہین اُسے اختیار ہے کہ ان امور طبعیہ کو جتنے رتبہ چاہے اور جسطرح چاہے اور جن جن غرضون اور غایتون کیلئے چاہے استعمال کر سکتا ہے جسطرح اُنکو اُن غایتون اور غرضون مین استعمال کرتا ہے جو خلقت انسانی کی غرض و غایت سے بہت قریب ہے جیسے پہلی نوعون سے جدید نوعون کو مخلوق کرنا ہے عام اس سے کہ وہ حیوانات کی نوعین ہون یا نباتات کی،

میری رائے مین اس مذہب کے تسلیم مین نہ اُن اعتراضات کے سوا جو اُسپر وارد ہوئے اور اتبک دفع نہین کئے گئے اور بجز اس امر کے کہ اس مذہب کے اثبات پر ایسی دلیلین بھی قائم نہین کیگئیں جنسے اس شخص کا دل مطمئن ہو جائے جسمین اسطرح کی علمی بحثون مین سوائے حق جوئی خواہش پسندی کا مادہ نہو) اور کوئی مانع موجود نہین ہے

دُوسری تنبیہ

سفسطات علمیہ مین ڈاکٹر وتیریت نے دوسون اور ولیم طمسن اور ڈاروِن کو خدا پرست اصحاب نشو و ارتقا کی شہور فردون مین شمار کیا ہے اور مینے اسکو بیان بھی کردیا ہے لیکن بعد مین مجھے دوسون و طمسن کے ایسے بہت سے اقوال ملے جو ڈاروِن کے مبادی علمیہ کے دشمن تھے شاید اس ڈاکٹر کی مراد یہ ہو کہ یہ دونون بھی (داسون اور طمسن) نشو و ارتقا کو ممکن سمجھتے ہین اگر اس سے مراد وہ نشو و ارتقا ہو جسکی نسبت خدا کے اختیار اور ارادی کیطرف ہو سکتی ہو جیساکہ پیشتر بیان ہو چکا (اور خدا اس امر سے واقف ہے)

